TIGHT BINDING BOOK

TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222759
UNIVERSAL LIBRARY

رائے لچھمی نرائن تخلص 'شفیق' و 'صاحب' کے والد رائے منسارام نواب نظام الملک آصفجاہ مرحوم کے عہد میں پیشکار صدارت شش صوبۂ دکن تھے* ۔ رائے منسارام اپنی ایک کتاب+ کے شروع میں لکھتے ہیں کہ " بندۂ عقیدت شناس منسارام آصفجاہی ابن بھوانی داس غازی الدین خانی' نبیرۂ بال کشن عابد خانی نے تخمیناً مدت پچاس سال اس سرکار دولت مدار میں اپنی زندگی بڑی اچھی طرح بسر کی' صدارت کل کی خدمت انجام دی اور مورد عاطفت و شفقت رہا" —

'شفیق' کھتری قوم سے تھے اور ان کے بزرگ لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا بھوانی داس لشکر عالمگیری کے ہمراہ دکن میں آئے اور اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہوگئے۔ رائے منسا رام کو صغر سنی ہی میں یتیمی کا داغ نصیب ہوا - سن شعور کو پہنچ کر ایسی لیاقت حاصل کی کہ نواب مغفرت مآب آصف جاہ اول کے عہد میں پیشکار صدارت صوبجات دکن کی خدمت پر

---

* شام غریباں' باب آخر —

+ مآثر نظامی —

فائز ہو گئے - منسا رام چار پشت سے خاندان آصف جاہ کے نمک خوار تھے —

رائے منسارام محض دفتر کے پیشکار یا سررشتہ دار ہی نہ تھے بلکہ تاریخ و انشا کا بھی ذوق رکھتے تھے اور صاحب تالیف و تصنیف ہوئے ہیں - ایک کتاب اُن کی 'مآثر نظامی' ہے - یہ کتاب اُنھوں نے اس زمانے میں لکھی تھی جب ناموافق حالات کی وجہ سے خانہ نشین ہوگئے تھے - اس کتاب میں نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے حالات ہیں - ابتدا میں ان کے بزرگوں کا بھی تذکرہ آگیا ہے - یہ حالات کچھ تو مصنف کے چشم دید ہیں اور بعضے ایسے ہیں جو ثقات سے معلوم ہوئے اور بعض حالات خود نواب آصف جاہ مرحوم کی زبان مبارک سے سننے میں آئے - یہ کتاب ۱۲۰۰ھ میں مرتب ہوئی - اور جب اُنیس سال کی گمنامی اور گوشہ نشینی کے بعد "حضرت مرشد زادۂ آفاق مہین پور خلافت و ریاست ...... نواب عالی جاہ بہادر اسد جنگ" نے یاد فرمایا تو یہ رسالہ بطور تحفہ حضور میں پیش کیا - ان کی دوسری تالیف "قانون دربار آصفی" ہے - یہ کتاب بھی زمانۂ گوشہ نشینی کی لکھی ہوئی ہے - سنہ تالیف ۱۱۷۵ھ ہے - اس میں ضوابط دربار کے علاوہ بعض بعض بڑے کام کی باتیں بھی آگئی ہیں - مؤلف نے آخر میں لکھا ہے کہ یہ کتاب میں نے دو روز میں لکھی —

اس سے یہ معلوم ہوگا کہ 'شفیق' ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، جہاں علمی چرچا تھا اور خود اُن کے والد صاحب تالیف و تصنیف تھے - 'شفیق' کی ولادت سنہ ۱۱۸۵ ھ میں ہوئی - یہ وہ

زمانہ ہے جب کہ شمالی ہندوستان سے لے کر دکن تک ریختہ گوئی کی گرم بازاری ہے اور منجملہ دوسرے شہروں کے اورنگ آباد بھی مرکز شعر و سخن بنا ہوا ہے - اگرچہ اس وقت ذرائع آمد و رفت کی یہ آسانیاں نہ تھیں جو اس وقت ہیں لیکن اس پر بھی شمال کے اساتذہ کا تازہ کلام یہاں پہنچتا رہتا ہے اور بڑے اشتیاق سے پڑھا جاتا ہے اور مشہور خاص و عام ہوجاتا ہے، جس سے صاحب ذوق لوگوں کے دلوں میں نئی نئی اُمنگیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ان باکمال اساتذہ کی تتبع کرنے کی کوشش کرتے ہیں —

'شفیق' کی تعلیم رواج زمانہ کے مطابق فارسی، عربی، صرف و نحو، انشا وغیرہ میں ہوئی اور جیسا کہ خود اُنھوں نے اس تذکرے میں لکھا ہے، شیخ عبدالقادر صاحب سے کتب متعارفہ کی سند حاصل کی - بدو سن شعور ہی سے ان میں شعرو سخن کا ذوق پیدا ہوگیا تھا اور گیارا سال کی عمر سے شعر کہنے لگے تھے- میر غلام علی 'آزاد' بلگرامی جن کا شمار ہندوستان کے جید علما میں ہے اور جو فن شعر گوئی اور تاریخ میں یدطولیٰ رکھتے تھے، دکن ہی میں تھے - 'شفیق' کو ان سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا - لکھتے ہیں کہ " میر عبدالقادر 'مہربان' نے جو حضرت 'آزاد' کے تلامذہ میں سے تھے، مجھے " صاحب " تخلص عنایت فرمایا - غزلیات کا دیوان جس میں تقریباً دو ہزار بیت تھے، مرتب کیا - لیکن جب ذرا استعداد بڑھی اور اصطلاح شعرا اور قواعد شعرا میں مہارت حاصل ہوئی تو اُسے تقویم پارینہ سمجھ کر نظر انداز کردیا -

اب کہ میری عمر اٹھارا سال کی ہے، مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایک صاحب میر محمد مسیح کا تخلص فارسی میں 'صاحب' ہے تو میں نے " میر صاحب و قبلہ " (آزاد بلگرامی) سے تخلص کی التجا کی - آپ نے ازراہ شفقت " شفیق " تخلص عطا فرمایا - چونکہ میرے ریختے عوام و خاص میں مشہور ہو چکے تھے، اس لئے ریختے میں " صاحب " ہی تخلص رہنے دیا اور جن بحروں میں " شفیق " نہیں کھپ سکتا وہاں نا چار " صاحب " ہی رکھنا پڑا - اس نئے تخلص کی خوشی اور شکریے میں وہ ایک قطعہ موزوں کرتے ہیں اور " تخلص نوی " اس کی تاریخ نکالتے ہیں - 'مہربان' 'شفیق' کے خاص دوستوں میں سے تھے - ان کے حالات میں ان کی بہت تعریف کی ہے —

میر غلام علی 'آزاد' ۱۱۵۲ ھ (۱۷۴۰ ع) میں اورنگ آباد وارد ہوے اور بابا شاہ مسافر کے تکیے میں قیام کیا اور سات سال یہیں بسر کردئے - 'آزاد' کی عمر کے اڑتالیس سال دکن ہی میں گزرے اور یہیں وفات پائی اور خلدآباد میں پیوند زمیں ہوے - آپ کی فیض صحبت سے دکن کے اکثر باکمال مستفیض ہوے - انھیں میں 'شفیق' تھے - 'شفیق' کو 'آزاد' سے کمال عقیدت مندی تھی اور جہاں کہیں ان کے تالیفات میں 'آزاد' کا نام آیا ہے تو اُن کا ذکر بڑے ادب و احترام اور خلوص و ارادت سے کرتے ہیں اور ہر جگہ انھیں " میر صاحب قبلہ " " پیر و مرشد " یا " قبلہ و کعبۂ بر حق " اور اپنے آپ کو " غلام " لکھتے ہیں-

(غالباً اس میں 'آزاد' کے لفظ کی رعایت بھی ملحوظ ھے)۔
' گل رعنا ' میں ' آزاد ' کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ھے ۔ اپنے کلام میں جا بجا حضرت کے کمال اور اپنے تعلقات و عنایات کا ذکر کیا ھے ۔ ایک پر زور قصیدہ اُن کی مدح میں لکھا ھے :-

للہ الحمد صبا مژدۂ عشرت لائی
کہ بہار اب کے تجمل سے چمن میں آئی
شاہ گل تخت چمن پر ھے بصد زینت و ناز
سرو و شمشاد ھیں استادہ وھاں مجرائی

بہار یہ تشبیب کے بعد گریز کی ھے :—

طبع حضرت سے مگر وام کرے رنگینی
اب جو کرتی ھے بہار ایسی چمن آرائی
یعنی وہ حضرت ' آزاد ' کہ خورشید و قمر
آستاں اُس کی پہ رکھتے ھیں جبیں فرسائی
قبلۂ ھر دو جہاں ' مرشد ارباب سلوک
ختم ھے ذات مبارک پہ کرم فرمائی
علم منقول میں اُس کو دم عیسیٰ ھیگا
علم معقول میں اُس کو ھے ید بیضائی
قمریان عرب اُس کی ھیں ثنا خوانی میں
عندلیبان عجم کی ھے سخن پیرائی
بسکہ رکھتا ھے سخن بیچ وو شیریں کاری
ھند کے طوطیوں کو اُس سے ھے شکر خائی

... ...

نگہ لطف مرے پر ہے ہمیشہ مبذول
مجھکو زیبا ہے غلامی، اُسے ہے آقائی

اس کے بعد دعا ہے اور دعا کے بعد یہ مقطع ہے :—

فارسی شعر کہو مدح میں اُس کی "صاحب"
کہ ملے تجھکو خطاب ملک الشعرائی

اسی طرح ایک پوری غزل 'آزاد' کی شان میں کہی ہے - غزل کیا ہے، گویا اپنے پیر و مرشد کی شان میں چھوٹا سا قصیدہ ہے :—

سرور ہر دو جہاں آزاد ہے
والی کون و مکاں آزاد ہے
کنت کنزاً کے معانی پر خبر
واقف سر نہاں آزاد ہے
مرکز ادوار چرخ چنبری
قطب الاقطاب زماں آزاد ہے
اسم اعظم ہے زباں زد اس کے تئیں
جس کے تئیں ورد زباں آزاد ہے
خورد و بزرگ کے تئیں یہاں ہے رسوخ
مرشد پیر و جواں آزاد ہے
ایک دم میں دین و دنیا بخش دے
جس کے اوپر مہرباں آزاد ہے
دل سے اب 'صاحب' ہوا ہے گا غلام
بادشاہ انس و جاں آزاد ہے

کہاں تک لکھوں '' شفیق' کی عقیدت کے اظہار کے لئے یہ بہت کافی ہے —

حضرت آزاد کا ذوق سخن محتاج بیان نہیں ' ایسے صاحب ذوق اور با کمال لوگ کم ہوتے ہیں - ان کا کلام اور ان کی تصنیفات اس کی شاہد ہیں - اس کے ساتھہ تاریخ و سیرت کا ذوق بھی اعلیٰ درجے کا تھا - ان کے تذکرے اس فن کے بہترین نمو نے ہیں - مآثرالامرا ' جو تاریخی لحاظ سے بے مثل کتاب ہے ' انھیں کے فیض اثر کا نتیجہ ہے بلکہ بہت کچھ حضرت 'آزاد' ہی کی قلم کی ممنون ہے - ادب میں ان کی نظر بہت وسیع تھی اور تحقیق و تلاش میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے - اچھا استاد دنیا کی بہترین نعمتوں میں سے ہے - 'شفیق' بڑا خوش قسمت تھا کہ اُسے 'آزاد' سا استاد ملا - اس نے بھی استاد کے قدم بقدم چلنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی - شاعر تو وہ لڑکپن سے تھا ' فارسی اور اردو دونوں میں اس کا کلام موجود ہے اگرچہ کم یاب ہے - اس کے علاوہ اس کی تصنیفات و تالیفات دو قسم کی ہیں - ایک تو شعرا کے تذکرے اور دوسری تاریخی کتابیں - یہاں اُن تالیفات * کا مختصر سا ذکر کیا جاتا ہے —

---

*اس مقدمے میں راے منسا رام اور 'شفیق' کی تالیفات کا ذکر آیا ہے ' اُن میں سے تنمیق شگرف' حالات حیدرآباد' ریو کی فہرست سے ماخوذ ہے ' باقی کتابیں میرے پاس موجود ہیں —

تاریخ

——(حقیقت ہاے ہندوستان)——

'شفیق' اس کتاب کی حقیقت دیباچے میں اس طرح لکھتے ہیں کہ " راقم کے والد راے منسارام نے جو چار پشت سے نمک خوار خاندان آصفی ہیں۔ سنہ ۱۲۰۳ھ میں اورنگ آباد سے فردوں کے چند طباق میرے پاس حیدرآباد بھیجے۔ یہ میرے جد ماجد کے لکھے ہوے تھے ' جو سرکار حضرت کلاں علیہ المغفرۃ و الراضون میں خدمت مستوفی گری اور پیشکاری صدارت امکنۂ ہندوستان پر فائز تھے' یہ فردیں نواب مغفرت مآب نظام الملک کے دستخط سے مزین تھیں۔ لیکن ان میں سے بعض بوسیدہ ہو گئی تھیں اور اکثر کرم خوردہ تھیں۔ ان فردوں میں قدیم زمانے کے مختلف سنین سے سنہ ۱۱۳۹ تک کے مداخل و مخارج و جمعیت سپاہ وغیرہ کا حساب بطور سیاق و اصطلاح اہل جرائد میں درج تھے۔ ان سب کو سادہ عبارت میں تحریر کیا اور رقمی اعداد کو الفاظ میں لکھا اور اس کے علاوہ دوسری معلومات بھی فراہم کر کے مناسب مقامات پر اضافہ کیں۔

یہ کتاب 'شفیق' نے اُس وقت کے رزیڈنٹ اور اپنے سرپرست کپتان ولیم پیٹرک کے لئے تالیف کی۔ کتاب کے نام سے اس کا سنہ تالیف (۱۲۰۳ھ) نکلتا ہے' اس میں چار مقالے ہیں—

مقالۂ اول میں دفتر قدیمہ کی فردوں کی کیفیت ہے—

مقالۂ دوم میں صوبہ ہاے ہندوستان کا حال ہے—

مقالۂ سوم میں صوبجات دکن کا ذکر ہے —

مقالۂ چہارم میں مسلمان سلاطین ہند کا مختصر حال ' سلطان معزالدین سام سے لے کر شاہ عالم بادشاہ تک ہے —

یہ کتاب اچھی ضخیم ہے اور اس میں ہر سرکار پرگنہ اور حویلی کے مداخل اور سمت اور فاصلہ درج ہے - ضمنی طور پر مختصر تاریخی واقعات بھی آ گئے ہیں - غرض یہ کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے —

—— (تنمیق شگرف) ——

یہ بھی دکن کی تاریخ کے متعلق ہے - مختلف صوبوں کے جغرافی اور تاریخی حال اور اعداد و شمار ہیں ' اس کے بعد سلاطین بہمنیہ کا ذکر ہے جو تاریخ فرشتہ سے ماخوذ ہے - سلطنت بہمنیہ کے زوال پر جو حکومتیں قائم ہوئیں (یعنی عادل شاہی ' نظام شاہی ' عماد شاہی ' قطب شاہی ' برید شاہی ' اور خاندیس کے فاروقی سلاطین) ان کا مختصر حال ہے - آخر میں سلاطین تیموریہ کا ذکر سنہ ۱۲۰۰ ھ تک ہے - یہ نام بھی تاریخی ہے ' جس سے سنہ تالیف ۱۲۰۰ ھ نکلتا ہے - یہ کتاب حیدرآباد کے رزیڈنٹ مسٹر رچرڈ جانسن کے نام معنون ہے —

—— (مآثر آصفی) ——

یہ خاندان آصف جاہ کی تاریخ ہے ' یعنے خواجہ عابد (نظام الملک آصف جاہ اول کے دادا) سے لے کر آصف جاہ ثانی تک کے حالات ہیں ' مرہٹوں نے جو ہندوستان پر حملہ کیا تھا اس کا بھی

ذکر ہے - نیز اس زمانے کے امرا اور راجاؤں کے حالات بھی لکھے ہیں - کتاب سنہ ۱۲۰۸ ھ میں تالیف ہوئی —

—— (بساط الغنائم) ——

یہ مرہٹوں کی تاریخ ہے - یہ کتاب اس نے سر جان ملکم کی فرمائش سے لکھی، جو اس وقت حیدرآباد میں تھے، اس میں مرہٹوں کی تاریخ ابتدا سے مؤلف کے وقت تک کی ہے اس کا ایک حصہ 'شفیق' نے کسی مرہٹی تاریخ سے ترجمہ کیا ہے نام تاریخی ہے - جس سے ۱۲۱۴ ھ نکلتا ہے —

—— (حالات حیدرآباد) ——

اس میں بلدۂ حیدرآباد کی مساجد، محلات و باغات اور شہر کی مختصر تاریخ ہے اور بیدر اور ورنگل کے حالات بھی درج ہیں - یہ کتاب بھی سنہ ۱۲۱۴ ھ کی تالیف ہے —

تذکرے

—— (شام غریباں) ——

یہ تذکرہ اُن ایرانی شعرا کا ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے ہندوستان میں وارد ہوے - نام بھی مضمون کی مناسبت سے رکھا ہے - اگرچہ حالات بہت مختصر ہیں، مگر کتاب دلچسپ ہے اور اشعار کا انتخاب خوب ہے - لطائف و ظرائف سے خالی نہیں - بعض بعض جگہ اشعار کے متعلق خاص نکات بھی بیان کردیے ہیں —

—(گل رعنا)—

یہ ہندوستان کے فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے' اس میں وہ ایرانی نژاد بھی ہیں جن کے باپ دادا ہندوستان میں آئے اور یہیں رہ گئے اور ہندی نژاد بھی - اس میں دو فصلیں ہیں - ایک میں "شعرائے اسلامیاں" کا اور دوسری میں "نکتہ پردازان اصفاہیاں" کا تذکرہ ہے - یہ تذکرہ "شام غریباں" سے بہت بڑا ہے اور اکثر حالات بڑی مفصل بیان کئے ہیں- اپنے استاد 'آزاد' بلگرامی کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ہے- 'اکبر' کا حال کوئی ۴۶ صفحوں میں ہے' مگر سب ملا عبدالقادر بدایونی کی تاریخ سے ماخوذ ہے - افسوس کہ 'شفیق' نے اس میں تحقیق سے مطلق کام نہیں لیا- وہ اس مورخ کے ادعائے راست گوئی کو اس کے جذبات تعصب' حسد و رشک سے جدا نہ کرسکے- علامہ 'فیضی' کے حالات بھی بلا کم و کاست بدایونی سے نقل کردیے ہیں- 'شفیق' بدایونی کو بالکل نہیں سمجھے —

'شام غریباں' کے مقابلے میں اس تذکرے میں تاریخی واقعات اور لطائف و ظرائف بھی زیادہ ہیں - بعض بعض مقامات پر اشعار کی شرح بھی کردی ہے اور ان کے نکات بھی بتادیے ہیں - مثلاً میر محمد افضل الہ آبادی 'ثابت' کے ایک قصیدے میں کثرت سے طبی تلمیحات و اصطلاحات ہیں' اس کے اشعار نقل کرکے ان تمام تلمیحات و اصطلاحات کی شرح لکھی ہے - اسی شاعر کا ایک دوسرا معرکے کا قصیدہ ہے' اس کا انتخاب درج کیا ہے اور اس کے مشکل مقامات کا حل بھی لکھ دیا ہے - یہ تذکرہ ہر لحاظ سے قابل قدر ہے —

یہ ریختہ گو شعرا کا تذکرہ ہے ۔ ’شفیق‘ لکھتے ھیں کہ ”جب ھندوستان سے تازہ تازہ میر محمد تقی ’میر‘ اورفتح علی خاں کے تذکرے پہنچے تو سارے عالم میں غلغلہ پڑگیا اور اور اشعار ھند کے اشتیاق میں ایک دنیا تہ و بالا ھوگئی‘ کیونکہ اھل دکن کو ان اشعار کا بہم پہنچنا دشوار ھے - اس لئے میری فکر ناقص میں یہ بات آئی کہ ان دونوں تذکروں کے اشعار لوں اور دوسرے جواھر پارے ان کے ساتھہ ملا کر ایک سفینہ تیار کروں - اس تقریب سے بعض احباب سخن داں کے حالات و کلام کے جمع کرنے کا موقع بھی مل جاے گا - دوست احباب نے بھی اس کی تائید کی بلکہ اصرار کیا اور میں اس کتاب کے لکھنے پر آمادہ ھوگیا“ —

’شفیق‘ نے اس تذکرے کی ترتیب میں عجیب جدت دکھائی ھے - اب تک جتنے فارسی اردو کے تذکرے لکھے گئے ھیں (سواے میر صاحب کے تذکرے کے‘ جس میں کوئی ترتیب نہیں) ان میں ناموں کی (یعنی تخلصوں کی) ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے ھے‘ لیکن ’شفیق‘ نے اس تذکرے کی ترتیب حروف ابجد یعنے حساب جمل کے لحاظ سے رکھی ھے - اس میں کوئی خاص خوبی نہیں معلوم ھوتی‘ نہ خود مؤلف نے اس کی کوئی وجہ بتائی ھے - سواے اس کے کہ جوانی کی ترنگ کہا جاے اور کیا کہہ سکتے ھیں —

جوانی کا زمانہ ھے‘ عبارت میں رنگینی پائی جاتی ھے ‘

بعض اوقات تشبیہات و استعارات میں باتیں کرتے ھیں - جہاں کہیں موقع ملتا ھے شاعر کے تخلص یا اس کے پیشے وغیرہ کی مناسبت سے اُسی قسم کے الفاظ اور تشبیہات میں اس کا حال لکھنا شروع کردیتے ھیں (مثلاً ملاحظہ ھوں : آشنا، آوارہ، بہار داود، خاکسار ، زکی ، محمد علی حشمت ، مخلص ، ناطق وغیرہ کے حالات) لیکن عبارت گنجلک نہیں ، بیان صاف اور شستہ ھے اور زبان پر قدرت ھے - کہیں کہیں میر صاحب (میر تقي) کی طرح اصلاح بھی دے دیتے ھیں - یا شعر میں کوئی کنایہ یا خاص نکتہ ھوتا ھے تو اس کی طرف بھی اشارہ کردیتے ھیں، جس سے 'شفیق' کی سخن فہمی اور سخن سنجی کا اندازہ ھوتا ھے —

اگرچہ شفیق' نے اپنے تذکرے کی بنیاد میر صاحب اور فتح علی کے تذکروں پر رکھی ھے لیکن ان کے علاوہ جہاں جہاں سے جو جو حالات مل گئے ھیں حوالے کے ساتھ ان کا بھی اضافہ کردیا ھے - چنانچہ کتاب کے مطالعے میں بعض جگہ شاہ عبدالحکیم 'حاکم' کے تذکرۂ 'مردم دیدہ ' اور تذکرۂ 'مجمع النفائس' تالیف سراج الدین خان آرزو ' سرو آزاد ' اور حاجی علی اکبر رمال اور رضا خان انوار کی بیاضوں کا حوالہ ملے گا —

بعض اوقات اشعار کے متعلق مغالطہ ھوجاتا ھے اور یہ دیکھنے میں آیا ھے کہ بعض اشعار خصوصاً مشہور اشعار مختلف شعرا کے کلام میں پائے جاتے ھیں' 'شفیق' نے اس باب میں بڑی احتیاط اور تحقیق سے کام لیا ھے - جن اشعار کا پتا نہیں چلا وہ تذکرے کے آخر میں جمع کر دیے ھیں کہ ان کا پتا

چلانا دشوار ھے، خصوصاً اہل دکن کے لئے، کیونکہ ایک ھی تخلص کے کئی کئی شاعر ھیں - ھندوستان سے اشعار اکثر صرف تخلص کے ساتھہ آتے ھیں - اور نادان پڑھنے والے سب کو خلط ملط کر دیتے ھیں اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ھو جاتا ھے کہ یہ شعر حقیقت میں کس کا ھے —

'شفیق' ھر شاعر کے تذکرے میں انصاف کو ملحوظ رکھتا ھے اور کبھی کسی پر نا گوار نکتہ چینی نہیں کرتا - چنانچہ 'یقین' کے بیان میں خود لکھتا ھے کہ "جب کسی شاعر کے کلام میں کوئی ثقیل مصرع نظر پڑا تو خود ایک دوسرا مصرع لکھہ دیا ھے اور ساتھہ ھی یہ کہہ دیا ھے کہ یہ مصرع بھی خوب معلوم ھوتا ھے"- اپنے مصرع کو ترجیح نہیں دی، بلکہ پڑھنے والے کی پسند پر چھوڑ دیا ھے —

لیکن 'یقین' کا تذکرہ مستثنیٰ سمجھنا چاھئے - اس میں اس نے اس قدر مبالغے بلکہ غلوسے کام لیا ھے کہ خلاف عادت 'شفیق' کو اپنی طبیعت پر قابو نہیں رھا، وہ اسے اردو کا سب سے بہتر شاعر خیال کرتا ھے اور ھند و دکن میں کسی کو اس کی ٹکر کا نہیں سمجھتا - کہتا ھے کہ "اگر چہ میرزا سودا کا غزل، رباعی، مخمس، مثنوی، قصیدے، قطعہ بند وغیرہ میں بڑا رتبہ ھے، اور وہ بہت عالی تلاش کرتے ھیں، لیکن 'یقین' کے ریختے میں کچھہ اور ھی فصاحت و ملاحت ھے—

اگر ھزار برس تک یہ میرزا 'سودا'
کرے جو فکر تتبع یقیں کا از دل و جاں

کبھی کا معنی باریک و خوب و شیریں تر
ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

وہ یکتائے عصر اور یگانۂ زمانہ ہے اور ایسا معنی آفریں اور نکتہ رس دنیا میں پیدا نہیں ہوا" - میر صاحب نے اپنے تذکرے میں جو 'یقین' پر طعن و تعریض کی ہے اور اسے متبدل بند کہا ہے اور سرقے کا الزام لگایا ہے تو اس پر 'شفیق' آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور میر صاحب کو خوب سخت سست کہتا ہے ' 'سودا' نے جو میر صاحب کی ہجو کہی تھی [1] اسے نقل کرکے اُس کی داد دیتا ہے - اس کے بعد 'توارد' و 'سرقہ' پر بحث کی ہے' دوسرے علما کے اقوال نقل کئے ہیں اور خود اپنا قطعہ بھی جو اس مضمون پر لکھا ہے نقل کیا ہے- غرض میر صاحب کے خلاف خوب زہر اگلا ہے اور خود میر صاحب کے ذکر میں بھی اُن کی حرف گیری پر چوٹ کی ہے—

غرض 'یقین' کی شاعری کا بہت بڑا مداح اور معتقد ہے اور اُس کی تقلید کو فخر سمجھتا ہے - اپنے کلام میں کہیں کہیں اس کا اشارہ کیا ہے - مثلاً ایک غزل کا مقطع ہے :—

دیوان 'یقیں' خوش خط 'صاحب' نے لکھا یاہے
اوراق طلائی پر کھینچی ہیں گی تحریریں

یقین کا تذکرہ اور کلام تقریباً ۶۴ صفحوں میں درج ہے- اسی سے قیاس ہو سکتا ہے کہ وہ اس شاعر کو کیا سمجھتا تھا—

حاجی میر علی اکبر رمال 'حاجی' سے 'شفیق' نے رمل وغیرہ کی تحصیل کی تھی- 'حاجی' کے تذکرے میں خود بھی اپنے اظہار کمال کے لئے ایک زائچہ دیا ہے' جس سے عام ناظرین کو کوئی

دلچسپی نہیں ہو سکتی ہے، ایک نوجوان طالب علم کا شوق نمود و نمائش سمجھنا چاہئے —

'شفیق' کا تذکرہ میر صاحب اور فتح علی کے تذکروں سے بڑھا ہے اور بہت سے ایسے شعرا کا تذکرہ درج ہے، جو ان دونوں میں نہیں پایا جاتا - بہت سے ایسے ہیں جو 'شفیق' کے ہم عصر ہیں اور جن سے اس کی ذاتی ملاقات ہے اور خود ان شاعروں سے اُن کا منتخب کلام لے کر درج تذکرہ کیا ہے - ایسے حالات خاص طور پر قابل اعتبار ہیں —

سب سے قابل تعریف بات یہ ہے کہ 'شفیق' نے یہ تذکرہ ۱۸ برس کی عمر میں لکھنا شروع کیا اور بغیر کسی کی مدد کے بہت تھوڑے عرصے میں ختم کر دیا - اس عمر میں ایسی اچھی کتاب کا تالیف کرنا اعجاز سے کم نہیں، اس سے 'شفیق' کی غیر معمولی ذہانت اور لیاقت معلوم ہوتی ہے - کتاب کا نام "چمنستان شعرا" تاریخی ہے اور اس سے ۱۱۷۵ھ سن تالیف نکلتا ہے۔

جہاں تک تحقیق کیا گیا، اس تذکرے کا صرف ایک ہی نسخہ ہے، جو کتب خانۂ آصفیۂ سرکار عالی حیدر آباد میں ہے اور یہ بھی کرم خوردہ، فرسودہ اور مشکوک ہے۔ یہ اسی نسخے کی نقل ہے - اس کی تصحیح میں بیحد دقت اُٹھانی پڑی، بعض عبارتیں اصل کتب سے، جو اس کا ماخذ ہیں، صحیح کرنی پڑیں، کہیں قیاس سے کام لینا پڑا اور بعض بعض مقام پر کچھ الفاظ جو کتاب کے ازلی دشمن کیڑے چٹ کر گئے ہیں، ویسے ہی چھوڑنے پڑے اور اُن کی جگہ نقطے دے دیے ہیں، بہت سے اشعار جو تذکرے میں مشکوک یا کرم خوردہ تھے،

شعرا کے اصل دیوانوں سے تلاش کر کے لکھے گئے - بعض الفاظ جو مشتبہ تھے اور ان کی صحت نہ ہو سکی، ان کے سامنے استفہام کی علامت لکھ دی گئی ہے - اس کے بعد بھی ممکن ہے کہ غلطیاں رہ گئی ہوں، اگر دوبارہ اشاعت کی نوبت آئی تو جہاں تک ممکن ہوگا اصلاح کی کوشش کی جائے گی

ایک کام اس کی ترتیب میں اور کیا گیا ہے، جسے غالباً ناظرین پسند فرمائیں گے، یعنی 'تحفۃ الشعرا' تالیف افضل بیگ خان قاقشال اورنگ آبادی (سنہ تالیف ۱۱۶۵ ھ) سے اُن ریختہ گو شعرا کا حال اور کلام جو 'شفیق' کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں حاشیے میں درج کردیا ہے - جن جن شاعروں کا اس میں اُردو کلام نہیں وہاں صرف حالات ہی لکھ دیے گئے ہیں اور جہاں حالات میں کوئی نئی بات نہیں ہے وہاں صرف کلام پر اکتفا کیا گیا ہے - مشترک کلام ہر جگہ خارج کردیا گیا ہے - بعض شاعر ایسے بھی ہیں، جن کا ذکر 'چمنستان' میں نہیں ہے، اُن کا حال اور کلام ہر حرف کے آخر میں درج کردیا گیا ہے - اس سے پڑھنے والوں کو ضرور بصیرت ہوگی اور وہ 'تحفۃالشعرا' کے مطالعے سے مستغنی ہو جائیں گے - یہ تذکرہ 'چمنستان' سے پہلے کا لکھا ہوا ہے - اصل میں یہ فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے، اس میں ضمناً ایسے شعرا بھی آ گئے ہیں جو اُردو میں بھی شعر کہتے تھے - بعض شعرا کے حالات اس میں کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں -

—— (شفیق کا کلام) ——

'شفیق' کے اُردو کلیات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پُر گو

شاعر تھا، زبان پر قدرت تھی اور شاعری کے نکات سے خوب واقف تھا۔ اور اس کا کلام شعر کی تقریباً ہر صنف میں موجود ہے۔ اگرچہ وہ اردو کا اعلیٰ درجے کا شاعر نہیں ہے مگر اوسط درجے کے شعرا میں اس کا پایہ بہت بلند ہے۔ غزلوں کے علاوہ قصیدوں اور مثنویوں میں خوب زور دکھایا ہے۔ شہر آشوب، واسوخت، مخمس، مثلث، رباعیاں اور تضمینیں بھی لکھی ہیں۔ ان نظموں سے کہیں کہیں 'شفیق' کے ذاتی حالات کا پتا چلتا ہے۔ مثلاً 'شفیق' نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے فرزند میر احمد علی خاں عالی جاہ کے متوسلین میں سے تھے۔ یہ بڑے قدر داں اور 'سہزور' رئیس تھے اور 'شفیق' کو انھیں کی سرکار سے تعلق تھا۔ ان کی مدح میں اس نے کئی قصیدے لکھے ہیں۔ چنانچہ ایک قصیدے میں صاف صاف نام اور پتا بتا دیا ہے:—

یک زبردست ہے مرا والی
یک قوی دل مرا ہے پشت و پناہ
حق و باطل ہے سامنے جس کے
یوں عیاں جس طرح سفید و سیاہ
یعنی نواب میر احمد خاں
اسد الملک حضرت عالی جاہ
باپ جس کا نظام دولت و دیں
جد ہے جس کا جناب آصف جاہ

ایک دوسرے قصیدے میں لکھتے ہیں:—

جناب پاک یعنے میر احمد خان عالی جاہ
کہ جس کی عمر و دولت کا نگہباں ایزد سبحاں

آگے چل کر سفر میں رہنے کی صعوبت اور اپنے ضعف کی شکایت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ملازمت ایسی تھی، جس میں دورہ کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں :—

مگر فضل خداوندی مری اب دستگیری کر
نشست شہر فرماوے عنایت کر کے نیم ناں

آخر میں اپنے لڑکے کے لیے درخواست کی ہے :—

مدد خرچ اب مرا دستخط ہووے اس بندہ زادے کو
تعیں ہو ڈیوڑھی کا بلدہ کی جب تک کہ ہے ناداں

ایک اور قصیدے میں بھی اپنے آقا کا نام اور خطاب کا ذکر کیا ہے :—

چراغ دودۂ حیدر جناب میر احمد خاں
کہ جس کے جد کے تئیں چرخ بریں سے ذوالفقار آئے
وو اسد الملک اسد اللہ اس کا بانہہ بل نت ہے
کہ جس کی دھاک سے شیروں کو تب بے اختیار آئے
نظام الدولہ آصف جاہ کا فرزند ارشد ہے
کہ دولت جس کے در پہ جھہ سا امیدوار آئے

ایک صاحب سے 'شفیق' کو بے حد الفت ہے اور اکثر غزلوں میں انتہائے محبت سے " میرا میاں میرا میاں " کر کے اُسے یاد کیا ہے۔ بعض غزلیں کی غزلیں اس کی یاد میں (" میرا میاں " کی ردیف میں) لکھ ڈالی ہیں۔ ایک قصیدہ بھی اسی ردیف

میں لکھا ہے اور بڑے شوق اور محبت سے اس کا ذکر کیا ہے - جس کے دوچار شعر یہ ہیں :-

ہے مرا ایمان و جاں میرا میاں
مجکو ہے ورد زباں میرا میاں
انتظاری کی نہیں طاقت مجھے
جلد آ میرے میاں میرا میاں
گُل ملے بلبل کو اور قمری کو سرو
میرے تئیں میرا میاں میرا میاں

ایک غزل میں معمے کی طرز میں نام بھی بتا گئے ہیں اور وہ نام " شکرو میاں " ہے —

'ذکا' (سید امتیاز خاں) سے بھی اپنی عقیدت کا بار بار اظہار کیا ہے:-

عقیدت ہے 'ذکا' سے میرے تئیں از بسکہ اے 'صاحب'
مجھے ورد زباں ہے رات دن یا پیر یا ہادی

ایک دوسری غزل کے مقطع میں کہتے ہیں :-

یک آن جدائی نہ ہو 'صاحب' سے 'ذکا' کو
اللہ کرے میری جو نیت ہے بر آوے

'شفیق' کو ادبی تحقیق و نکات سے خاص ذوق تھا - توارد پر جو بحث اس نے کی ہے اور ایک غزل کے ضمن میں جو قطعہ توارد پر لکھا ہے وہ سب اس تذکرے میں موجود ہے - اردو کلیات میں ایک قصیدہ نظر پڑا جس کا مطلع یہ ہے :-

ساقی اس ابر مشک فام کو دیکھ
اس طرف دیکھ مے کے جام کو دیکھ

کچھ شعر لکھنے کے بعد گریز کی ھے اور الفاظ کے متحرک و ساکن ھونے کی بحث کا ذکر کیا ھے۔ معلوم ھوتا ھے کہ ان کے ایک ھم عصر ''مفتوں'' نے اُن کے ایک لفظ پر اعتراض کیا تھا۔ اس کا جواب دیا ھے۔

'شفیق' نے ختم (بسکون تا) کو ختم (بہ فتح تا) لکھ دیا تھا۔ معترض کی تردید اور اپنی تائید میں یہ اشعار لکھے ھیں:-

گر ختم کہوے ختم کو "صاحب"
ھے روا حرکت مقام کو دیکھ
ریختے کی زباں میں یہ غلطی
ابتدا سے ھے انتظام کو دیکھ
آبرو زلف کو زلَف بولا
اور الفاظ نا تمام کو دیکھ
نقل ھے وقت مغرب اعظم شاہ
یوں کہا اپنے یک غلام کو دیکھ
ھووے "اسواری" اس گھڑی تیار
سیر چاھے ھے جی یہ شام کو دیکھ
مولوی جیون اوستاد شاہ
تب کہے یوں تو اس پیام کو دیکھ
لفظ 'اسواری' نہیں سواری ھے
کچھ تو اس صحت کلام کو دیکھ
شاہ نے تب تو یہ جواب دیا:
میری طرز سخن تمام کو دیکھ

یہ عبارت کہا میں ہندی میں
اس میں جائز ہے تو نظام کو دیکھ

'شفیق' کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ عربی کے جو لفظ عام طور پر اُردو میں بہ تبدیل حرکت وغیرہ بولے جاتے ہیں اور جو زباں زد خاص و عام ہوگئے ہیں وہ اسی طرح فصیح ہیں' خواہ وہ اصل لغت کے اعتبار سے غیر صحیح کیوں نہ ہوں - ہر زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب اس میں دوسری زبانوں کے الفاظ داخل ہوتے ہیں تو لہجے کے تغیر سے کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور ہوجاتی ہے —

علاوہ غزلوں اور قصیدوں کے 'شفیق' کا زور کلام دیکھنا ہو تو اُن کی مثنوی "تصویر جاناں" دیکھنی چاہیے جو رسالۂ 'تجلی' حیدرآباد دکن میں شائع ہو چکی ہے - اس میں بڑا زور سراپا کے بیان میں دکھایا ہے - اگرچہ یہ مضمون بہت پامال ہے اور ہمیشہ بھونڈا اور بے مزہ ہو کر رہ جاتا ہے اور یہی حال اس مثنوی کے سراپا کا بھی ہے' تاہم اس سے 'شفیق' کی قادر کلامی کا اندازہ ہوتا ہے —

اگر کوئی 'شفیق' کے نام اور حال سے واقف نہ ہو اور اس کا کلام پڑھے تو کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا لکھنے والا ہندو ہے - وہ تمام بزرگان دین اسلام کا ذکر اسی ادب' احترام اور عقیدت سے کرتا ہے' جیسے کوئی سچا اور پکا مسلمان - اور یہ کوئی تصنع سے نہیں بلکہ در حقیقت دل سے اور عقیدت سے ہے - معراج کے بیان میں جو مثنوی لکھی ہے اور جو "اردو" میں شائع ہوچکی ہے' اُسے دیکھئے'

کوئی مسلمان اس سے بڑھ کر کیا لکھے گا - اردو کلیات میں ان کے متعدد قصیدے حضرت علی کی شان میں ھیں - امام آخرالزماں کی منقبت میں کئی قصیدے ھیں - ایک قصیدہ حضرت غوث الاعظم جیلانی کی مدح میں ھے - ایک حضرت گیسو دراز بندہ نواز کی تعریف میں - علاوہ ان قصائد کے اُن کے تمام کلام میں جہاں کہیں مسلمانوں کے بزرگوں اور اولیا کا ذکر آتا ھے تو وہ اُن کا نام اور ذکر اس عقیدت اور ارادت سے کرتا ھے جیسے مسلمان - اس کے کلام میں اسلامی تلمیحات کثرت سے آتی ھیں ' بر خلاف اس کے ھندو دیوتاؤں وغیرہ کا ذکر شاذ ھی کہیں آیا ھو تو آیا ھو - یہ تعلیم ' صحبت ' سادوں اور اس زمانے کے اقتضا کا اثر تھا - اج کل کے لوگوں کو شاید یہ چیزیں پڑھ کر حیرت ھو ' لیکن یہ اس زمانے کی یادگاریں ھیں' جب ھندو مسلمان بھائی بھائی کی طرح رھتے سہتے تھے اور کسی کو کسی سے پر خاش نہ تھی - یہ خوش حالی امن و آزادی اور ترقی کی شان تھی - جب افلاس کا منحوس قدم آیا تو جہالت ' تنگ دلی ' تعصب اور نا عاقبت اندیشی نے ایسا اندھا کردیا کہ وہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے لگے - ایک دن آے گا کہ وہ اپنے کئے پر پچھتائیں گے اور گلے مل مل کر اپنے آنسوؤں سے اس داغ کو دھوئیں گے —

'شفیق' نے ''حسب حال زمانہ'' کے عنوان سے ایک شہر آشوب بھی لکھا ھے' جس کے ابتدائی چند شعر یہ ھیں :—

یہ عبارت کہا میں ہندی میں
اس میں جائز ہے تو نظام کو دیکھہ

'شفیق' کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ عربی کے جو لفظ عام طور پر اُردو میں بہ تبدیل حرکت وغیرہ بولے جاتے ہیں اور جو زباں زد خاص و عام ہوگئے ہیں وہ اسی طرح فصیح ہیں' خواہ وہ اصل لغت کے اعتبار سے غیر صحیح کیوں نہ ہوں - ہر زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب اس میں دوسری زبانوں کے الفاظ داخل ہوتے ہیں تو لہجے کے تغیر سے کچھہ نہ کچھہ تبدیلی ضرور ہوجاتی ہے ——

علاوہ غزلوں اور قصیدوں کے ' شفیق ' کا زور کلام دیکھنا ہو تو اُن کی مثنوی " تصویر جاناں " دیکھنی چاہیے جو رسالۂ ' تجلی ' حیدرآباد دکن میں شائع ہو چکی ہے - اس میں بڑا زور سراپا کے بیان میں دکھایا ہے - اگرچہ یہ مضمون بہت پامال ہے اور ہمیشہ بھونڈا اور بے مزہ ہو کر رہ جاتا ہے اور یہی حال اس مثنوی کے سراپا کا بھی ہے ' تاہم اس سے 'شفیق' کی قادر کلامی کا اندازہ ہوتا ہے ——

اگر کوئی ' شفیق ' کے نام اور حال سے واقف نہ ہو اور اس کا کلام پڑھے تو کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا لکھنے والا ہندو ہے - وہ تمام بزرگان دین اسلام کا ذکر اسی ادب ' احترام اور عقیدت سے کرتا ہے ' جیسے کوئی سچا اور پکا مسلمان - اور یہ کوئی تصنع سے نہیں بلکہ در حقیقت دل سے اور عقیدت سے ہے - معراج کے بیان میں جو مثنوی لکھی ہے اور جو " اردو " میں شائع ہوچکی ہے ' اُسے دیکھئے '

کوئی مسلمان اس سے بڑھ کر کیا لکھے گا - اردو کلیات میں ان کے متعدد قصیدے حضرت علی کی شان میں ھیں - امام آخرالزماں کی منقبت میں کئی قصیدے ھیں - ایک قصیدہ حضرت غوث الاعظم جیلانی کی مدح میں ھے - ایک حضرت گیسو دراز بندہ نواز کی تعریف میں - علاوہ ان قصائد کے اُن کے تمام کلام میں جہاں کہیں مسلمانوں کے بزرگوں اور اولیا کا ذکر آتا ھے تو وہ اُن کا نام اور ذکر اس عقیدت اور ارادت سے کرتا ھے جیسے مسلمان - اس کے کلام میں اسلامی تلمیحات کثرت سے آتی ھیں ' بر خلاف اس کے ھندو دیوتاؤں وغیرہ کا ذکر شاذ ھی کہیں آیا ھو تو آیا ھو - یہ تعلیم ' صحبت ' ماحول اور اس زمانے کے اقتضا کا اثر تھا - اج کل کے لوگوں کو شاید یہ چیزیں پڑھ کر حیرت ھو ' لیکن یہ اس زمانے کی یادگاریں ھیں' جب ھندو مسلمان بھائی بھائی کی طرح رھتے سہتے تھے اور کسی کو کسی سے پر خاش نہ تھی - یہ خوش حالی امن و آزادی اور ترقی کی شان تھی - جب افلاس کا منحوس قدم آیا تو جہالت ' تنگ دلی ' تعصب اور نا عاقبت اندیشی نے ایسا اندھا کردیا کہ وہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے لگے - ایک دن آے گا کہ وہ اپنے کئے پر پچھتائیں گے اور گلے مل مل کر اپنے آنسوؤں سے اس داغ کو دھوئیں گے —

'شفیق' نے ''حسب حال زمانہ'' کے عنوان سے ایک شہرآشوب بھی لکھا ھے' جس کے ابتدائی چند شعر یہ ھیں :—

ایک دن دل نے کہا مجھہ سے کہ صاحب سن اِدھر
کیوں ریاست دن بدن ایسی ذلیل اور ہے بتر
اس دکن کے بیچ چھہ صوبوں کے چھہ تھے بادشاہ
عادل اور فیاض، صاحب عزم اور صاحب ہنر
اُن کی دولت میں مرفہ اور سبھی خوشحال تھے
کیا رعیت، کیا سپاہی، کیا امیر نامور
آسماں وو ہی ہے اور وو ہی زمیں، خلقت ہے وو
پھر ہوئی کس واسطے یہ زندگانی مختصر
شامت نیت ہے یا تدبیر میں ہے کچھہ قصور
تب تو دشواری پڑی ہے ہر کسی کو اس قدر

زمانے کی یہ شکایت ہر عہد میں رہی ہے اور رہیگی - آسمان نے ہزاروں رنگ بدلے، دنیا نے سینکڑوں پلٹے کھائے، مگر انسان کی شکایت کم نہ ہوئی - بے عیب نہ کوئی کتاب ہے، نہ کوئی آدمی، نہ کوئی نظام ہے اور نہ کوئی زمانہ - یہ نقص کسی نہ کسی صورت میں رہتی دنیا تک رہے گا - بلاشبہ انسان کے کمال کی آزمائش اسی میں ہے —

فہرست شعراء

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
	دیباچہ	۱
	باب الالف	۶
۱	سراج الدین علی خاں 'آرزو'	۶
۲	شیخ نجم الدین 'آبرو'	۸
۳	شاہ ولی اللہ 'اشتیاق'	۲۷
۴	قزلباش خان 'اُمید'	۲۸ و ۴۲ (الف)
۵	اسد یار خاں 'انسان'	۲۹
۶	امیر خاں 'انجام'	۳۰
۷	.... 'احمدی'	۳۰
۸	محمد فاضل 'آزاد'	۳۱
۹	زین العابدین 'آشنا'	۳۱
۱۰	میر محمد کاظم 'اوارہ'	۳۲
۱۱	محمد صلاح 'آگاہ'	۳۲

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۱۲	فضائل بیگ 'الہام'	۳۳
۱۳	احسن اللہ 'احسن'	۳۳
۱۴	نقد علی خان 'ایجاد'	۳۴
۱۵	.... 'اشرف'	۳۵
۱۶	میر غلام علی 'ارشد' ✓	۳۵
۱۷	میر ابدال علی 'اقدس'	۳۶
۱۸	غلام محمد خاں 'انور'	۳[illegible]
۱۹	میر ایوب 'ایوب'	۳۹
۲۰	فتح یاب بیگ خاں 'انجم'	۴۰
۲۱	شاہ عبداللہ 'احقر'	۴۱
۲۲	میر غلام حسین 'افسق'	۴۱
۲۳	میر عبدالوہاب 'افتخار'	۴۲ (الف)
۲۴	مرزا علی نقی 'ایجاد'	۴۲ (ب)

ردیف الباء

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۲۵	مرزا عبدالقادر 'بیدل'	۴۳
۲۶	لالہ ٹیک چند 'بہار'	۴۴
۲۷	دلدار خاں 'بے رنگ'	۴۸

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۲۸	محمد اسمعیل ' بیتاب'	۴۹
۲۹	... ... 'بیدار'	۵۰
۳۰	.. .. ' بدھوا '	۵۰
۳۱	شرف الدین علی خان ' پیام '	۵۱
۳۲	... ...' بسمل'	۵۱
۳۳	صلاح الدین - ' پاکباز '	۵۱
۳۴	خواجہ احسن اللہ - ' بیان ' ✓	۵۲
۳۵	میر عبدالوہاب - ' بیکل'	۵۹
۳۶	لالہ جے کشن - ' بے جان '	۶۰
۳۷	پروانہ شاہ - ' پروانہ '	۶۱
۳۸	میر نوازش خان - ' بھید '	۶۱
۳۹	میاں حکیم الدین خان - ' پلجھی '	۶۲
۴۰	محمد پناہ - ' پناہ '	۶۴
۴۱	میر محمد میر - ' بندہ '	۶۳
۴۲	محمد حسین - ' بیخود '	۶۴
۴۳	... ... ' بیچارہ '	۶۵
۴۴	میر یوسف خان - ' بسمل '	۶۵
	باب الجیم	۶۶
۴۵	خان زادہ شیر افگن خان میاں ' جگن '	۶۶

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۴۶	میر شیر علی - 'جرات'	۶۶
۴۷	جعفر 'زٹلی'	۶۷
	باب الدال	۷۰
۴۸	محمد فقیہ - 'درد مند'	۷۰
۴۹	فضل علی - 'دانا'	۷۵
۵۰	خواجہ میر 'درد'	۷۵
۵۱	کرم اللہ خان - 'درد'	۸۶
۵۲	میرزا داؤد 'داؤد'	۸۷
۵۳	میر دولت علی - 'دولت'	۹۲
۵۴	لالہ نہال کرن - 'داغ'	۹۴
	باب الہاء	۹۶
۵۵	ہدایت اللہ - 'ہدایت'	۹۶
۵۶	عبد الہادی - 'ہادی'	۹۷
۵۷	غلام امام الدین علی - 'ہوش'	۹۹
۵۸	ہاشم (دکھنی)	۱۰۲
۵۹	... ... 'ہاتفی'	۱۰۳

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
	باب الواو	۱۰۴
۶۰	محمد ولی - 'ولی'	۱۰۴
۶۱	.... 'وفا'	۱۱۳
۶۲	میاں نورالعین - 'واقف'	۱۱۳
۶۳	آقا امین ایلچ پوری - 'وفا'	۱۱۴
۶۴	میاں جعفر الدہ - 'واحد'	۱۱۵
۶۵	میر عبدالحی - 'وقار'	۱۱۵
	باب الزاء	۱۱۸
۶۶	جعفر علی خاں - 'زکی'	۱۱۸
۶۷	پیر خان - 'زانی'	۱۲۰
	باب الحاء	۱۲۱
۶۸	میر محمد باقر - 'حزیں'	۱۲۱
۶۹	شیخ محمد حاتم - 'حاتم'	۱۲۴
۷۰	محمد علی - 'حشمت'	۱۲۶
۷۱	سید محتشم علی خاں - 'حشمت'	۱۲۶
۷۲	میر محمد حسن - 'حسن'	۱۲۷
۷۳	محمد حسیب - 'حسیب'	۱۲۷

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۷۴	حاجی میر علی اکبر (رسال) - ' حاجی '	۱۴۸
۷۵	.... ' حسن '	۱۵۸
	باب الطاء	۱۵۹
۷۶	میر شمس الدین - ' طالع '	۱۵۹
۷۷	میرزا محمد اکبر ' طپش '	۱ ۹
	باب الیاء	۱۹۱
۸۸	انعام الله خان - ' یقین '	۱۹۱
۸۹	مصطفی خان - ' یکرنگ '	۲۲۲
۸۰	عبدالوهاب - ' یکرو '	۲۲۶
۸۱	میر عزت الله - ' یکدل '	۲۲۷
۸۲	حکیم ' یونس '	۲۲۷
۸۳	منورالدوله احمد یار خان - ' یار '	۲۲۸ (الف)
	باب الکاف	۲۲۹
۸۴	میاں کمترین - ' کمترین '	۲۲۹
۸۵	محمد حسین - ' کلیم '	۲۲۹
۸۶	میرزا گرامی	۲۳۶
۸۷	میر علی نقی - ' کاظم '	۲۳۶

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۸۸	میر 'گھانسی'	۲۳۷
۹۹	میر اولاد محمد ۔ 'کامیاب'	۲۳۷
۹۰	.... 'کمال'	۲۳۹
۹۱	میرزا مغل ۔ 'کمتر'	۲۴۰
۹۲	میر بدرالدین ۔ 'کہن'	۲۴۱
۹۳	میر 'کلاں'	۲۴۱
	باب اللام	۲۴۳
۹۴	میر کلیم اللہ ۔ 'لسان'	۲۴۳
۹۵	.... 'لطفی'	۲۴۳
۹۶	لالہ سرونجی راے 'لالہ'	۲۴۴
	باب المیم	۲۴۵
۹۷	محمد شاہ 'بادشاہ'	۲۴۵
۹۸	میرزا جان جاں 'مظہر'	۲۴۶
۹۹	شیخ شرف الدین ۔ 'مضمون'	۲۵۳
۱۰۰	میر محمد تقی ۔ 'میر'	۲۶۱
۱۰۱	راے آنند رام 'مخلص'	۲۸۵
۱۰۲	میر محمد محسن 'محسن'	۲۷۶

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۱۰۳	میر ' مہران'	۲۸۹
۱۰۴	نواب ذوالفقار الدولہ خواجم قلی خان ' موزوں '	۲۸۹
۱۰۵	میر رحم علی - ' موزوں '	۲۹۱
۱۰۶	رام نرائن - ' موزوں '	۲۹۱
۱۰۷	محمد مزمل - ' مزمل '	۲۹۱
۱۰۸	میر مرتضیٰ - ' مہدی '	۲۹۲
۱۰۹	میر مہدی - ' متین '	۲۹۴
۱۱۰	میر منو - ' مراد '	۲۹۴
۱۱۱	میر عبدالقادر - ' مہربان'	۲۹۵
۱۱۲	محمد ماہ - ' محرم '	۲۹۶
۱۱۳	شیخ احمد - مضطر '	۳۰۰
۱۱۴	محمد جان - ' مقدس '	۳۰۱
۱۱۵	میرزا محمد بیگ ' میرزا'	۳۰۱
۱۱۶	میر علی – ' میر '	۳۰۲
۱۱۷	الف خان - ' مبتلا '	۳۰۳
۱۱۸	میر منصور - ' منصور '	۳۰۵
۱۱۹	سید شاہ میر - ' میر '	۳۰۵
۱۲۰	لالہ موہن لعل - ' مہتاب '	۳۰۶

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحه
۱۲۱	... ... ' مشهور '	۳۰۶
۱۲۲	... ... ' مشتاق '	۳۰۷
۱۲۳	محمد منعم - ' منعم '	۳۰۷
۱۲۴	... ... ' محمود '	۳۰۷
۱۲۵	... ... ' ملک '	۳۰۸
۱۲۶	میر مقصود علی - ' مقصود '	۳۰۸
	باب النون	۳۰۹
۱۲۷	محمد شاکر - ' ناجی '	۳۰۹
۱۲۸	میر عبدالرسول - ' نثار '	۳۱۲
۱۲۹	نواب نظام الدوله بهادر-ناصر جنگ شهید - ' ناصر '	۳۱۴
۱۳۰	میرزا محمد خان - ' نثار '	۳۱۵
۱۳۱	نیاز محمد خان - ' نیاز '	۳۲۰
۱۳۲	میر نجف علی - ' ندرت '	۳۲۱
۱۳۳	... ... ' نصرتی '	۳۲۲
۱۳۴	میر محمد ماه - ' ناطق '	۳۲۳
۱۳۵	میرزا عتیق الله - ' نجات '	۳۲۴
۱۳۶	شیخ نورالدین - ' نادر '	۳۲۵

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۱۳۷	محمد علی - 'نیاز'	۳۲۶
	باب السین	۳۲۷
۱۳۸	میرزا رفیع 'سودا'	۳۲۷
۱۳۹	میر سجاد 'سجاد'	۳۷۹
۱۴۰	.... 'سعدی'	۳۹۵
۱۴۱	نجم الدین خان 'سلام'	۳۹۶
۱۴۲	سعادت اللہ خان 'سعادت'	۳۹۶
۱۴۳	میر ناصر 'سامان'	۳۹۷
۱۴۴	میر سراج الدین - 'سراج'	۳۹۸
۱۴۵	شاہ غلام قادری - 'سامی'	۴۱۱
۱۴۶	میر محمد سعید - 'سعید'	۴۳۳
	باب العین	۴۳۴
۱۴۷	خواجہ برہان الدین 'عاصی'	۴۳۴
۱۴۸	شاہ عزیز اللہ - 'عزیز'	۴۳۴
۱۴۹	معتبر خان - 'عمر'	۴۳۵
۱۵۰	سیتا رام - 'عمدہ'	۴۳۵
۱۵۱	.... 'عراقی'	۴۳۸

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۱۵۲	محمد عارف - ' عارف '	۴۳۹
۱۵۳	محمد عارف ' عارف '	۴۳۹
۱۵۴	.... ' عشاق '	۴۴۰
۱۵۵	.... ' عاجز '	۴۴۱
۱۵۶	محمد عطا - ' عطا '	۴۴۱
۱۵۷	میر محمد یحییٰ - ' عاشق '	۴۴۲
۱۵۸	سید عبدالولی - ' عزلت '	۴۴۵
۱۵۹	عارف الدین خان - ' عاجز '	۴۶۳
۱۶۰	شیخ نور محمد - ' عاصی '	۴۷۸
۱۶۱	میرزا عاشور بیگ - ' عاشق '	۴۷۹
۱۶۲	میرزا جمال اللہ - ' عشق '	۴۸۰
	باب الفاء	۴۸۲
۱۶۳	اشرف علی خان - ' فغاں '	۴۸۲
۱۶۴	شاہ فضل اللہ - ' فضلی '	۴۸۳
۱۶۵	.... ' فدا '	۴۸۵
۱۶۶	رضا طلب خان - ' فدا '	۴۸۵
۱۶۶	شیخ احمد - ' فدا '	۴۸۵
۱۶۷	.... ' فخری '	۴۸۶

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحه
۱۶۸	میر فخرالدین ' حسینی '	۴۸۶
۱۶۹	.... ' فدوی '	۴۸۷
۱۷۰	میر هاشم - ' فقیر '	۴۸۸
	باب الصاد	۴۸۹
۱۷۱	محمد نظام‌الدین احمد ' صانع '	۴۸۹
۱۷۲	مغل خان - ' صنعی '	۴۹۰
۱۷۳	میر محمد صابر - ' صابر '	۴۹۱
۱۷۴	محمد صادق - ' صادق '	۴۹۳
۱۷۵	لچھمی نرائن - ' صاحب '	۴۹۳
	باب القاف	۵۰۱
۱۷۶	محمد قائم - ' قائم '	۵۰۱
۱۷۷	میر قدرت‌الله - ' قدرت '	۵۰۶
۱۷۸	.... ' قدر '	۵۰۶
۱۷۹	شاه قاسم - ' قاسم '	۵۰۷
۱۸۰	.... ' قاسم (دوم)	۵۰۹
۱۸۱	(سید خلیل) - ' قادری '	۵۰۹
۱۸۲	میرزا عزت بخش - ' قربانی '	۵۱۰

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۱۸۳	میرزا رضا بیگ ۔ 'قمر'	۵۱۰
	باب الراء	۵۱۲
۱۸۴	بندرابن ۔ 'راقم'	۵۱۳
۱۸۵	.... 'رسوا'	۵۱۵
۱۸۶	عبدالرحیم 'رحیم'	۵۱۷
۱۸۷	نورالدین حسین خان ۔ 'رنگین'	۵۱۷
۱۸۸	لال چند ۔ 'رنگین'	۵۱۹
۱۸۹	.... 'رضا'	۵۲۰
۱۹۰	محمد رضا بیگ ۔ 'رضا'	۵۲۱
۱۹۱	.... 'رونق'	۵۲۲
	باب الشین	۵۲۳
۱۹۲	حسن علی ۔ 'شوق'	۵۲۳
۱۹۳	.... 'شاغل'	۵۲۵
۱۹۴	میر سید محمد ۔ 'شاعر'	۵۲۵
۱۹۵	سید شریف الدین خان ۔ 'شرافت'	۵۲۸
۱۹۶	میرزا منعم ۔ 'شورش'	۵۲۹
۱۹۷	شیخ سلطان الدین ۔ 'شوریدہ'	۵۳۰

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۱۹۸	.... ' شیفتہ '	۵۳۱
۱۹۹	مولوی محمد - باقر ' شہید '	۵۳۲
	باب التاء	۵۳۳
۲۰۰	میر عبدالحی - ' تاباں '	۵۳۳
۲۰۱	میاں صلاح الدین - ' تمکین '	۵۴۴
۲۰۲	میر عبداللہ - ' تجرد '	۵۴۵
	باب الثاء	۵۴۶
۲۰۳	شہاب الدین - ' ثاقب '	۵۴۶
	باب الخاء	۵۴۷
۲۰۴	حضرت امیر - ' خسرو '	۵۴۷
۲۰۵	محمد یار - ' خاکسار '	۵۴۸
۲۰۶	.... ' خوشنود '	۵۵۰
	باب الذال	۵۵۱
۲۰۷	میر محمد مستعمد - ' ذہین '	۵۵۱
	باب الضاد	۵۵۲
۲۰۸	محمد ضیاء الدین - ' ضیا '	۵۵۲

نمبر شمار	نام و تخلص	صفحہ
۲۰۹	محمد عطا - ' ضیا '	۵۵۲
	باب الظاء	۵۵۴
۲۱۰	خواجہ محمد خان - ' ظاہر '	۵۵۴
۲۱۱	شیو سنگھ - 'ظہور'	۵۵۵
	باب الغین	۵۵۶
۲۱۲	محمد امان اللہ - ' غریب '	۵۵۶
۲۱۳	سید غلام - ' غلام '	۵۵۷
	خاتمہ	۵۵۸ تا ۵۶۵

بسم الله الرحمن الرحیم

ستایش لا نہایت و نیایش بے غایت مر صانعے را سزا، کہ شاہ روح را با مشیر دانش بر آرائک اجسام جلوس دادہ سکہ اشرف‌المخلوقات رائج ساختۂ او، و غنیم جفاکار عشق با فوج قاہرہ جنون و دیوانگی بر قلعۂ قلب دل مسلط گردانیدہ کوس لمن الملک بچہار اطراف عناصر نواختۂ اوست 'مصرعین کونین با صنعت استعارہ و ایہام پیراستگی بخشید' و دیوان ازل با غزل الست بربکم قالوبلیٰ ازو آراستگی گزید۔ و صلوات فراوان و تحیات بیکران خاص شفیعے را روا کہ دایرہ متفقہ بدر را بعروض اعجاز تقطیع نمودہ و بحر متقارب و متدارک ازان استخراج کردہ علم یکتائی رسالت بر افراخت، و نقطۂ غیر میزانے کفرستان را بانقلاب ارشاد و حرب از خانہ مائل رزایل ضلالت بر آوردہ بوند الویۂ ہدایت مشہر ساخت، صلی اللہ علیہ و سلم علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین —

اما بعد معروض میدارد کہ ریزہ چین مایدہ خوان فصاحت، یعنے بندۂ لچھمی نراین المتخلص بہ 'صاحب' در ریختہ و 'شفیق' در فارسی، قبل ازیں از سنہ دوازدہ سالگی مشق سخن فارسی

می نمود، و نقاب معنی پیاپے از رخ شاهدان شنکول می کشود، و اصلاح بشعر ریخته التفات نمی داشت، موازینش را بهمه جهت نزد خود خفیف می پنداشت یعنی من خراب شراب خانه سیاق را چه نسبت از سخن که بخود ستاید، و این باده نوش خمخانه هیچمدانے را چه مشابهت ازین فن که بر خویش ناز نماید، هرگاه که مجلس یاران موافق دوستان صادق ترتیب میگشت، و سانگین سخن مملو از رحیق اشعار ریخته بطرف این سرمستان نشه صحبت می گذشت، این جرعه کش ساغر فطرت و این چاشنی چش خوان خبرت، سر شورش زده خود را برنگ چنگ در گریبان تامل می کشید، و مثل پیکر تصویر در بند حیرت شده این بیت دلاویز بلسان حال گفته ساکت و صامت می گردید —

یا سخن آراے چو مردم به هوش
یا بنشیں همچو بهایم خموش

ناگاه از کثرت اتفاق اهل وفاق بحکم این که "الصحبت تاثر ولو کان ساعة" مزاج را ورغلانید، و ترغیب دوستان یکدل سررشته ضبط از قبضه اقتدار طبیعت بگسلانید؛ آرے

نیست ممکن بکند صحبت نیکان تاثیر
گل بخورشید رساند سر شبنم را

تا نوبت به این حد رسید که اوقات شبانه روزی صرف این کار می گشت، و بغیر مطالعه این فن خیالے گرد دل نمی گذشت، که درین اثنا تذکره نکات الشعرا من تصنیف میر محمد تقی میر و تذکره فتح علی خان تازه از هندوستان نزول نموده شورے

در عالم انداخت' و جهانے را در اشتیاق اشعار هند که بهم رسیدن آن اهل دکن را خیلے دشوار است ته و بالا ساخت - لهذا بخاطر فاطر و فکر ناقص گذشت که خود هم این همه اشعار هر دو تذکره گرفته و دیگر اآلی را یکجا جمع ساخته بطور سفینه که انیس یکتائی و همدم تنهائی شود نقش باید بست' زیرا که بدین تقریب غریب و تمهید عجیب شاهد احوال بعضے محبان سخن دان بر کرسی تبئین می تواند نشست - از انجا که این سخن دل آویز پذیرا ے سامعۀ سامعان داشت بدل همگنان جا گرفت' و این گوهر شهوار چون آویزۀ گوش صاحبان تو دہ بود حسن اقبال پذیرفت' تا آنکه استهداد مخلصان با صفا روغن افگن نایرہ شوق شد و این بیت اشتیاق را اصرار شان طرفه مستزاد گشت' ناچار سر انکار باز زدن مناسب ندانسته کمر را چست بستم و سمند صبانگ قلم بسرعت سریعه در میدان تحریر این نسخه بر انگیختم - اے صاحب چون این خیال در مخیلۀ تو جاگرفته است هان بهوش که آهو گیران سگ طینت در کمین اند و غافل مباش که ستم ظریفان عیب بین و نکته رسان خورده چین نظر بر خطا می دارند -

سخن دریست از درج دهان سنجیده بیرون کن
که از هر سو خریدارش باستقبال می آید

اگرچه برخرد عقده کشاے و دانش آسمان پیمائے ارباب فضل وکمال پیداست که این فقیر را از تحریر تذکره مقصود بر ایراد

و ستم ظریفی نیست مگر این که سفینۂ اشعار ریختہ ترتیب یابد تا استغنا از دیگر دواوین رو نماید ' و احوال محبان دوستی پژوہ کہ با راقم مسطور ارتباط می دارند ہم بدین وسیلہ بقلم آید- لیکن از سخن چینان این زمان کہن و حرف گیران بیہودہ سخن کہ عیب جوئی را شعار خود ساختہ اند و نرد آہو گیر بخود باختہ ' و دانستہ انگشت را بر حرف قبول می نہند ' و در عینک احوای و ضلالت بر آمدہ ہمسر را بجز عیب نہ بینند' چون بید بخود میلرزد و باین دو بیت دلچسپ رطب اللسان شدہ تسکین بخش خاطر مضطر میگردد —

شعر عربی

قیل ان الالہ ذو ولد　　قیل ان الرسول قد کہنا

مانجی اللہ و الرسول معاً　　من لسان الوری فکیف انا

چون این تالیف دلکشا و تصنیف روح افزا در سنہ خمس و سبعین ومائۃ الف صورت تحریر پذیرفت و شاہد اسامی شعرا بموجب قاعدہ جہل حلیہ تسطیر در برگرفت نام و تاریخ چمنستان شعرا نہادم ' و در بحر رکض الخیال کہ تقطیع مصرعش بچہار فعلن می شود و بنام صوت الناقوس ہم اشتہار دارد قطعہ را حسن انعقاد دادم' تاریخ —

این نامہ را باید دیدن　　کردم انشا حال فصحا

نام و تاریخش را صاحب　　گفتم چمنستان شعرا

امید از سخن پروران دانشور و دانشوران سخن پرور این دارد کہ اگر قصوری در تحقیق حال موزونان و خطائی در

تحریر اشعار ملاحظه افتد بموجب الانسان مرکب من السهو و النسیان عمل فرموده چشم پوشند ' و اگر سهوے در سلاست عبارت و نقصے در متانت الفاظ معانیه شود بحسب خلق الانسان ضعیفاً کاربند گشته بصلاح کوشند ' العفو عند کرام الناس مامول —

(الف)

سراج الدین علی خان

آرزو

سررشتهٔ مزاج بشمع افروزی مجلس گفتگوئے گرم میدارد ، و در میدان الفاظ تازه و معانیء دلچسپ قدم جستجو بسرعت میگذارد - شمع وجودش در بزم اکبرآباد روشنی یافته ، و گیسوئے شاهد سخن را همانجا بشانهٔ فکر رسا بنهایت پیچ و تابے یافته ، گلدسته بند گلهائے خیالات رنگین و نوبادہ نشان سخنهائے دل‌نشین است - در گلشن هند مثل او عندلیب هزار داستان کم‌تر می توان پنداشت، و در مجلس دکن همچو آن پروانه چراغ سخن عدیم باید انگاشت - غزالان معانی‌را بحدے مسخر کرده که می باید و سیه خردگان الفاظ پاکیزه را نوعے حلقے در گوش ساخته که میشاید - در غزل گفتن کوه جان مکیشد، و دیوان خانهٔ ریخته هم بنهایت پرکاری طاق می بندد - خضر طبعش چشمه چشمه متعطش اجسام کتب را آب زندگی بخشنده ، و آفتاب کلکش جهان جهان ظلمات نقص سخن غیررا موکشان کشیده - معلوم شد که در ماه جمادی الثانی سنه تسع و ستین و مایه و الف ببلده الکهنؤ این جهان فانی را وداع نموده جادر عالم باقی گزیده - تاریخ وفاتش حضرت

میر صاحب و قبلہ میر غلام علی آزاد مدظلہ العالی چنین بقید قلم آوردند ' تاریخ —

سراج الدین علی خاں نادر عصر زمرگ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سال وفاتش بگو آن جان معنی آرزو رفت

نقاب از رخ شاهدان خیالش باز می نماید :— ابیات —

رات پروانے کی الفت ستی روتے روتے
شمع نے جان دیا صبح کے ہوتے ہوتے
داغ چھوٹتا نہیں یہ کس کا لہو ہے قاتل
ہات بھی دکھہ گئے دامن ترا دھوتے دھوتے
کس پریرو سے ہوئی شب کو مری چشم دو چار
کہ میں دیوانہ اٹھا خواب سے سوتے سوتے
غیر لوٹیں ہیں صنم مفت ترے خط کی بہار
ہم یو ہیں اشک کے دانے رہے بوتے بوتے

وله

عبث دل بیکسی اپنی پہ توں ہر وقت روتا ہے
نکر غم اے دیوانے عشق میں ایسا ہی ہوتا ہے
دریا عرق میں ڈوبا تجھہ صاف تن کے آگے
موتی نے کان پکڑے تیرے سخن کے آگے

ایں ابیات از ہر دو تذکرہا فرا گرفتہ شد —

پھر کر نظر نہ آیا ہم کو سخن ہمارا
گویا کہ تھا چھلاوا وہ من ہرن ہمارا

تیرے دھن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھہ باندھا آخر سخن ہمارا

ولہ

وعدے تھے سب خلاف جو تجھہ لب سے ہم سنے
کیا لال تیسنی دیکھو جھوٹا نکل گیا

ولہ

میخانہ بیچ جا کے شیشے تمام توڑے
زاھد نے اپنے دل کے آخر پھپولے پھوڑے

ولہ

رکھے سھپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن کے بیچ گویا پھول ھیں تیرے شھیدوں کے

ولہ

ہر صبح آوتا ہے تیری برابری کو
کیا دن لگے ھیں دیکھو خورشید خاوری کو

ولہ

تجھہ زلف میں لٹک نہ رہے دل تو کیا کرے
بیکار ہے اٹک نہ رہے دل تو کیا کرے

شیخ نجم الدین آبرو

آبرو بخش بزم سخن و سرخروئی معرکۂ این فن است گلستان گو الیر از آب پاش سخنش آب و رنگی تازہ گرفتہ' و نہال ھستی او مدتے در نارنول طراوت پذیرفتہ - در سعنی یابی بدیوان موزون خیالی داد سخن میدھد' وگلگشت خیابانے اشعارش انشرام

فراوان بنظارگیان می بخشد' متانت الفاظ و نزاکت معنیش بر سخن فہمان انصاف دوست روشن است ۔ اشعار ایہام بسیار میدارد و میرزا رفیع سودا اورا در مقطعے یاد میکند و میگوید۔

نمل کم طرف سے ہرگز بقول آبرو سودا
کسے برداشت ہے ناحق اُٹھاوے کون نکٹوڑا

میگویند که در عہد محمد شاہ بادشاہ تاج زندگی برسر میداشت۔ مثنوی اومتضمن بر ترغیب آراستگی معشوق که جملہ یکصد بیت خواهد بود بنظر در آمد' مطلعش اینست :—

ہے سزاوار ثنا وہ باکمال جلوہ گر جس نے کیا حسن اور جمال

حقا که شاعر شیرین مقال و معنی یاب متین خیال است۔ دودمان وجود ہستی آواز چراغ سراج الدین علی خاں آرزو ضیاء گرفته ' و لُولوے گراں بہاے سخن را بنہایت آب و تاب دررشتۂ نظم سفته ۔ منتخب دیوانش بنظر در آمد و این اشعار آبدار فرا گرفته شد :—

ہر ایک سبز ہے ہندوستان کا معشوق
بجا ہے نام جو بالم رکھا ہے کھیروں کا
برہ کی راہ میں جو گر پڑا سو اُٹھ نسکا
قدم پھرا نہیں یہاں آکے دستگیروں کا

وله

رخسار کے گل اوپر شبنم ہے یا پسینا
یا لال پر جڑا ہے الماس کا نگینا
خجلت سوں تجھ نگہ کے جی ہوگئے ہیں پانی
کہنا بجا ہوا ہے شیشے کو آبگینا

وله

جلتے ہیں اور ہم سے جب مانگتے ہو پیالہ
ہوتے ہیں داغ دل میں جوں جوں کہو ہو لالا

وله

نور دیدہ کم ہوا یعقوب کا
گریہ کا جاتا ہے حالی قافلا

وله

ہو ہو ترش پیالے کرتا ہے شور برپا
واعظ یہ میکشوں کا دشمن ہوا ہے سرکا

وله

سنکے چرچا غیر سیں جاکر چھچھوندر چھوڑدے
گھر جلا عاشق کا اون لوگوں کا کہا توتا ہو

وله

آگ میں رشک کے اب کیوں نہ جلے پروانہ
شمع رخسار نے خلوت میں ہمیں بار دیا
حق میں عاشق کے مگر لطف ستم تھا یارب
دل دیا جب سے مجھے تب ستی آزار دیا
دمبدم بھیجے ہے نلوے آہ کے
دل یہ داروغہ ہوا ہے ڈاک کا

وله

افسوس ہے کہ بخت ہمارا اولٹ گیا
آیا تھا جلد دیکھہ کے ہم کو پلٹ گیا

ولہ

جو کوئی ہوتا ہے یارو جان و دل سیں مہربان اپنا
نہ اپنا دل رکھا جاتا ہے اُس سیتی نہ جان اپنا

ولہ

مجھے عاشق مقرر کرکے یہ کہا ہے ستم کرنا
سجن یوں خوب ہوتا ہے کسی کو متہم کرنا

ولہ

نہ پوچھو خود بخود ہے عارض خورشید کی خوبی
کیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہرویان ستی چندا
رکھا ہے قلمیاں پیارے کہا چاہے ہے خط پھدا
نجانو کس اوپر مارے گا ان بالوں کا جا پھندا

ولہ

* زنانے بھی لگے مردی پکڑنے *
کسب سیکھا چمارن نے نری کا

ولہ

جسے ہو زیب ذاتی اُس کے تئیں ہے عیب آرائش
کرے ہے بدنما البتہ حسن ماہ کو گہناں

ولہ

ہر طرف عشق کی لگی ہے ہات
دل ہمارا ہوا ہے بارہ بات

ولہ

جھوٹھہ کرتا ہے عبث مردی کا دعوی بے ہنر
کام کچھہ پیدا کرے مردانگی کا تب ہو نر

احمقی ھے بے ھنر کو زر کے اوپر افتخار
پر کہاں سمجھے کہ کیوں ھر بار ھوے مفتخر

ولہ

کیوں کر مریں نہ دیکھہ کے ھے موسم بہار
نکلے ھے جی جنوں سوں جاما بدن کا پھاڑ

ولہ

شور سوں نوبت کے ھے آزار میں سارا پڑوس
بد دعا ھے حق میں دولت مند کے آواز کوس

ولہ

انجھو بسمل کبوتر ھوکے تڑپے
کئے جب ھم نے اپنے چشم تر باز

ولہ

غیر صحبت میں اب لگے جانے
چھوڑ کر اپنی آبرو کی پاس

ولہ

بے وفا ھے بہار گلشن کی
بلبل و گل کے حال پر افسوس

ولہ

آج عاشق کی بے نصیبی ھے
کہ تم اُس پاس سوں چلے ھو بھاگ

ولہ

کیونکر نہ دولتی کی خوش آمد کرے فلک
چرخے کا کام کیوں کہ چلے جو نہ ھوے مال

ولہ

مگر تم سے ہوا ہے آشنا دل
کہ ہم سے ہو گیا ہے بے وفا دل
جو غم گذرا ہے مجھہ پر عاشقی میں
سو میں ہی جانتا ہوں یا مرا دل
ہمارا ہی کہاتا تھا کبھی یہ
سمجھہ تم جان لو یہ ہے برا دل
کہاں خاطر میں لاوے آبرو کو
ہوا اس میرزا کا آشنا دل

ولہ

توڑا زبس اُس شوخ نے از سنگ جفا دل
ہر چند کہ میں لاکھہ لگایا نہ لگا دل

ولہ

تر پھرانے میں نظر آئے کہیں کیا قاتل
تب تو بسمل کو ہوا جان کا دینا مشکل

ولہ

سیم تن جب عمر میں اُترا تو نہیں رہتا ہے مال
کم کوئی بازار میں لے ہے روپیہ غیر سال

ولہ

دھمکاوتے ہیں ہم کو کمربند باندہ باندہ
کھولیں ابھی تو جاے میاں کا بھرم نکل

ولہ

کیوں نہ روئیں اُس طرح اشک اب جہاں کا حال دیکھہ
گود میں آنکھوں کی ہم پالا ہے یہ طفل یتیم

ولہ

تمھاری جب سیں آئی ہیں سجن دکھنے یہ لال انکھیاں
ہوئی ہیں تب سے دونی خوشنما صاحب جمال انکھیاں
علاج ان کا یہی ہے عاشقوں کے رنگ کی ہلدی
کھو اسی میں رنگوں کپڑے کریں اپنا رومال انکھیاں
مرا دل پوتلی کی طرح ان پر لے کے تک پھیرو
مجرب ٹوٹکا ہے اس سیں آجائیں گی بحال انکھیاں

ولہ

جگر میں خوں کا کوئی قطرہ رہا نہیں
کہ انجھواں ہوکے انکھیاں سیں بہا نہیں
ڈسا ہے کیوں ہمارے دل کو پیارے
اگر کاکل تمھارے اژدھا نہیں

ولہ

برستے ہیں نین میرے، لگی ہیں اشک کی جھڑیاں
تمھارے پاس بن، دن رات ہم بھرتے ہیں یوں گھڑیاں
گئے جس وقت سیں ہوکر جدا تم ہم سیں اے پیارے
ہوے سو مرتبہ آتش میں ہم اس وقت سیں بریاں

ولہ

نازک تلی پر اپنے مغرور ہو رہے ہو
موسیٰ کمر نے تم کو فرعون کردیا ہے

ولہ

ہرگز تیرے لباں کی سرخی کے تئیں نہ پہنچے
ہر چند سعی کر کر یاقوت و لال مرجاں

ولہ

گرچہ اس بنیاد ہستی کے عناصر چار ہیں
لیکن اپنے نیست ہوجانے میں سب ناچار ہیں

ولہ

قتل کرنے کو اب بلاتے ہیں
بات کہنے میں جان جاتے ہیں

ولہ

یار غافل ہے میرے درد سیں بیدار کرو
بے خبر جان نہ جا جا نے خبردار کرو

ولہ

کیا ہے بے خرد دونوں جہاں سیں
محبت کے نشہ میں کیا اثر ہے

ولہ

جان تیرے سبب مجھے دل ساتھہ
پیار ہے شوق ہے محبت ہے

ولہ

ہاے یاراں دل سیں باہر کیونکہ اب نکلے یہ غم
ضعف سے حالت رہے ہیں نالہ و افغاں کے

ولہ

جنوں سیں دل کا اب کیا حال ہوتا ہے بہار آئی
کلی اس فکر میں جاکر گریبان غم سے پھاڑ آئی

دیا کیا داو باری سیں تیری آنکھوں نے نرگس کو
کہ سارا سیم و زر اپنا کلی بھر بھر کے ہار آئی

ولہ

یہ حادثے فراق کے دیکھے نہیں کہیں
ھجرت کی اب لگی ھے مگر بارھویں صدی

ولہ

خداوندا اُٹھا دے درمیاں سے ھجر کے پردے
مرے صیاد کو لا دام میں تو یا مجھے پر دے

ولہ

کہا بند اس کے ملنے سے مجھے اس چشم گریاں نے
ھمارے پانو کو یہ اشک کی ندی ھوئی بیڑی

ولہ

اب میں مرتا ھوں تغافل سیں یقیں کر مان لے
جان میرزا جان لیتا ھے تو جاناں جان لے

معنی این بیت بر رمز شناسان نیکو هویدا که چه کنایه خرچ کرده —

ولہ

کوئی تسبیح اور زنار کے جھگڑے میں مت بولو
یہ دونو ایک ھیں آپس میں ان کے بیچ رشتہ ھے

ولہ

سرمہ آلود و سفید و سرخ اور رنگ سیاہ
کیوں نہ مارے اس طرح چورنگ شمشیر نگاہ

و له

دیکھتے ہو خشک پتے سے حنا نکلنے کے رنگ
کس طرح گھل مل کے اپنے ہاتھہ کرلیتی ہے لال

رستم اس مرد کی کھاتے ہیں قسم زوروں کی
تاب لاوے جو کوئی عشق کے جھکوروں کی

قدر دان حسن کے کہتے ہیں اُسے دل مردہ
سانورے چھوڑ جو کوئی چاہ کریں گوروں کی

کاٹ کھایا ہے مرے دل کو تیری آنکھوں نے
وو پلک نہیں ہے کترنی ہے مگر چوروں کی

قادری بر میں سجی جب سے سجن بوٹی دار
عقل چکرت میں گئی دیکھہ کے چھب موروں کی

لب شیرین سریجن پہ نہیں خط سیاہ
قار توٹی ہے متھائی پہ شکر خوروں کی

(آبرو) صحبت کم ظرف نہیں مجکو دماغ
کس کو برداشت ہے ہر وقت کے نکتوڑوں کی

صبا کہیو اگر جاوے گی تو اس یار دلبر سوں
کہ کر کر قول پرسوں کا گئے پرسوں ہوے برسوں

فتح علی خاں در تذکرۂ خود این بیت که مذکور شد بنام (احسن) می نویسد و همین بیت در دیوان (آبرو) مع ریختۂ پنج بیت به نظر در آمد —

اے قاصد وعدہ کیا کرنا ہے پھر پرسوں کو آؤں گا
کبوتر بھی نہیں آوے گلی اُس کی ستیں برسوں

ترے دیدار کو میں دیدۂ تر سوں کھڑا ترسوں
زلف توری معطر ہے عطر فتنہ ستی تر ہے
خدایا (آبرو) رنہنا پڑا ہے کام ابتر سوں

جب تلک تھا صاف قاصد کو جواب صاف تھا
اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

این ابیات شیخ نجم‌الدین مبارک آبرو' از هر دو تذکره ماخوذ شد :—

آیا ہے صبح نیند سے اُٹھ رسمسا ہوا
جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

انداز سوں زیادہ نپٹ ناز خوش نہیں
جو خال اپنی حد سے بڑا سو مسا ہوا

کم مت گنو یہ بخت سیاہوں کا رنگ زرد
سونا وہی جو ہوئے کسوٹی کسا ہوا

مشتاق عذر خواہی نہیں (آبرو) تو کیا ہے
یہ روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

یہ سبزا اور یہ آب رواں اور ابر یہ گہرا
دوانہ نہیں کہ میں گھر میں رہوں اب چھوڑ کر صحرا

سخن اوروں کا تشنہ ہوکے سنتا اور سب کہتا
مگر یک (آبرو) کی بات جب کہتے تو پی جاتا

انسان ہے تو کبر سے کہتا ہے کیوں انا
آدم تو ہم سنا ہے کہ ہے خاک سے بنا

واہ

بوسہ لبوں کا دینے کہا کہہ کے پھر گیا
پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا
تھا قول (آبرو) کا نہ جاؤں گا اُس گلی
ہوکر کے بے قرار دیکھو آج پھر گیا

جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے
کہ اُس ظالم کی جو ہم پہ گھڑی گذری سو جگ بیتا

نہ چھوڑے گا پیارے جی کسی کا
تمہارا ہنس کے کہنا یہ اجی کا

کیا قہر ہے پیارے منہ کا ترے مٹکنا
پھر قہر پر قیامت یہ زلف کا لٹکنا
جس گال پر صفا سے نظریں نہیں ٹھہرتیں
اُس گال پر عجب ہے دل کا مرے اٹکنا
ابرو غلیل تس پر تل کا رکھا غلولہ
ہر زاغ بوالہوس کا مشکل ہے یہاں پھٹکنا
اسپند کر کے تجھ پر ملّا کتیں جلاؤں
کیوں مارتا ہے نازک رخسار پر چٹکنا

اُس شوخ سرو قد کو ہم جانتے تھے بھولا
سل اوپری طرح سے کھادے گیا ہے بالا
اے سرد مہر تجھ سے خوباں جہاں کے کانپیں
خورشید تھرتھرایا اور ماہ دیکھ ہالا
فوجوں سے بڑھ چلے ہے جیسے کوئی سپاہی
یوں خال چھوڑ خط سے مکھ پر رہے نرالا

چمکی دکھا نین کی دل چھین لے چلے ہیں
تیری نین کو کس نے سکھلا دیا چھنالا

یہ رسم ظالمی کا دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہے جاں کا
ہر یک نگہ میں ہم سے کرنے لگے ہیں نوکیں
کچھ تو تری نین نے پکڑا ہے طور بانکا
خندون کے طور گویا دیوار قہقہہ ہے
پھرکر پھرا نہ لڑکا جو اُس طرف کو جھانکا

پریشاں تر ہے تیری زلف سے احوال عاشق کا
سیہ دونا ہے آنکھوں سے یہ ماہ و سال عاشق کا
ترے رخسار سیمیں پر جو مارا زلف نے کنڈل
لیا ہے چھین یارو اژدہا نے مال عاشق کا

(آبرو) کے قتل کو حاضر ہوا کسکر کمر
خون کرنے کو چلے عاشق پہ تہمت باندھ کر

نزاکت سے نکل سکتی نہیں تصویر تجھ تن کی
مصور نے سجن ہر چند مر مر اپنا جی کاڑھا

چھوڑ زر گئے خاک میں حاصل کیا تو کیا ہوا
ساتھ کچھ جانے کا نہیں سب کچھ لیا تو کیا ہوا

غیروں کے ساتھ شب کو چلتے ہو چال اور ہی
دیکھی روش تمہاری جاؤ تمہیں پچھانا
حکمت کی تیغ سے قلم کاتو رقیب کا سر
اُٹھ آؤ (آبرو) کے کر قتل کا بہانا

سودا بنے گا اُس کا جس نے کہ نقد خرچا
مفلس تو شہد بازی کر کر نہ ہو دوانا

تو کب ملا تھا پیارے ہم سے کہ آج روتھا
دیکھا یہ ان ملے کا ہم روتھنا انوتھا
بوسے کا وعدہ کرکے مصری چبا کے بخشی
کھنے کو ان لبوں سے میتھا دیا سو جھوتا

نالاں ہوا ہے جل کر سینے میں من ہمارا
پنجرے میں بولتا ہے گرم آج اگن ہمارا
پھری کماں کے مانند مانع نہیں اکڑ کو
ہے ضعف بوجھ دونا یہ باک پن ہمارا

خورشید کس طرف سے ہوا طالع (آبرو)
کیا دن پھرے کہ یار کا ایدھر کرم ہوا

کیا سبب تیرے بدن کے گرم ہونے کا بتا
عاشقوں میں کون جلتا تھا گلے کس کے لگا

تو گلے کس کے لگا نہیں پر کسی بے رحم نے
گرم دیکھا ہوئیگا تیرے تئیں آنکھیں ملا

ملنے کے شوق ہم نے گھر بار سب گنوایا
مدت میں میرے گھر یار آیا تو گھر نہ پایا
دل غم سے کرکے لوہو لوہو کا کرکے پانی
آنکھوں ستیں بہایا تب آبرو کہایا

سونے اوپر غیر کے رہتا ہے وہ لوتا ہوا
زر کے لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوتا ہوا

ولہ

میرے پیارے سے قاصد انکی دل کی بات جاکہنا
کہ جانے سے تمہارے جان کا مشکل ہے اب رہنا

ہم سے وعدہ یوں تھا توجب جی دیوے ہنس دوں تبھی
جی دیا ہم نقد ہمکو قرض اب ہنسنا دیا

چوپڑ کے کھیلنے کا سارا یہی خلاصا
شاید کبھی تو لڑکا بیٹھے ہمارے پاس آ

پی کر شراب ہمکو پھر جو ڈراوتے ہو
کیا شوق کو ہمارے جانا ہے اور کا سا

ہم سے کیوں اڑتے ہیں ناحق بے گناہ
سر پھرا ہے کیا مگر افلاک کا

رکھے کوئی اس طرح کے لالچی کو کس طرح* بہلا
چلی جاتی ہے فرمائش کبھی وہ لا کبھی یہ لا

نو نہالوں کا ہے زنخ میوا
چاہتا ہے یہ پھل تو کر سیوا

عاشقوں میں جس کسی سے یار ہے راضی مرا
وہ مرا دشمن ہے لیکن چاہتا ہے جی مرا

صبر کب دیدار کا ہے اُس کہتے ہیں فردا تلک
سو قیامت جان پر کرتا ہے دل آج ہی مرا

ہرگھڑی چھپ چھپ کے مت تاڑ اُسکو اے دل مان جا
شوخ ہے ہندوستاں زا دیکھ لے تو جان جا

* (ن) کب تلک —

و له

کھیلی تھی رات چوپڑ گُدّیاں ہوا تھا پیارا
ہمارے رقیب سارے اور ہم نے رنگ مارا

گران ہے شرم کی آدم کو رکھنا مکر کی تسبیح
ہر ایک دانا ہوا ہے (آبرو) کے دلکو سو منکا

میٹھا لگا ہے مجھکو تیرے لباں سے کیا خوب
ایکبار پھر کے کہہ لے اپنی زباں سے کیا خوب

آنکھوں کی سج ہوئی ہے مژگاں بھوان سے دونی
لگتی ہیں جوں سپاہی ترکش کماں سے کیا خوب

تڑپھتا رہتا ہے تب الگ جب تلک مرتا نہیں
دل کو جیوں سیماب اپنی بیقراری ہے حیات

کیوں چھپا ظلمت میں گر تجھہ لب سے شرمندہ نہ تھا
جان کچھہ پانی مرے ہے چشمۂ حیواں کے بیچ

مجلس رنداں میں مت لے جا دل بے شوق کو
شیشۂ خالی کو کیا عزت ہے میخواراں کے بیچ

سر سے لگا کے پاوں تلک دل ہوا ہوں میں
یہاں تک تو فن عشق میں کامل ہوا ہوں میں

آفوھ میں بھواں کے کرتی ہیں قتل آنکھیں
کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں خوں ہوا ہے

کرتے تو ہو تغافل پر حال (آبرو) کا
دیکھو تو تم پیارے بے اختیار رو دو

مجھہ ناتواں کی حالت وھاں جا کہے ھے اُڑ کر
مہرا یہ رنگ رو ھے گویا مکھی کبوتر

خوب تیری شکل آسکتی نہیں تصویر میں
مدتیں گذریں مصور کھینچتا ھے انتظار

رھتے ھیں دل میں مصرعۂ دلچسپ کی طرح
گھر بار ہوئے سرو قداں کا برائے بیت

زلف کی شان مکھہ اُپر دیکھو
کہ گویا عرش میں لٹکتی ھے
کیا ھوا ھے جو مر گیا فرھاد
روح پتھر سے سر پٹکتی ھے

تمھاری لوگ کہتے ھیں کمر ھے
کہاں ھے، کس طرح کی ھے، کدھر ھے

یوں (آبرو) بناوے دل میں ھزار باتیں
جب رو برو ھو تیرے گفتار بھول جاوے

اُٹھہ چیت کیوں جلوں ستی خاطر نچنت کی
آئی بہار تجھہ کو خبر ھے بسنت کی

جہاں تجھہ خوکی گرمی تھی نہ تھی کچھہ آگ کو عزت
مقابل اُس کے ھو جاتی تو آتش لکڑیاں کھاتی

لٹک چلنا سجن کا بھولتا نہیں اب تلک مجکو
طرح دو پاوں رکھنے کی مری آنکھوں میں پھرتی ھے

حسن ھے پر خوبرویاں میں وفا کی خو نہیں
پھول ھیں یہ سب پر ان پھولوں میں ھرگز بو نہیں

ولہ

زندگی ہے سراب کی سی طرح
بادبندی حباب کی سی طرح

تجھ اوپر خون ہے گناہوں کا
چہرہ رہا ہے شراب کی سی طرح

کون چاہے گا گھر بسے تجکو
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

کریں جو بندگی ہوویں گنہ گار
بتوں کی کچھ نرالی ہے خدائی

جس نے آ ہات سے امید کا دامن پکڑا
یہ نہیں شرط مروت کہ اُسے خوار کرو

پڑ گیا ہے بوالہوس کا بھید پردے سے نکل
خط کے آنے میں حقیقت سب کی ظاہر ہوگئی

دیکھو تو جان تم کو منایا ہوں کب ستی
بولو خدا کے واسطے ٹک لال لب ستی

یہ جانیو ہر ایک سے لالچ نہیں ہے خوب
ہے بھیک مانگ کھانا بھلا اس کسب ستی

پانی میں ڈوب آگ میں جل کر مریں ولیک
عاشق نہ ہوں پکار کے کہتا ہوں سب ستی

باندھا ہے برگ تاک کا کیوں سر پہ سیہرا
کیا (آبرو) کی چاہ ہے بنت العنب ستی

فرهاد کا دل کوہ کوسے کا بھرا پیالا ھوا
مستی سے جس کے شوق کی هر سنگ متوالا ھوا

دل کے اوپر بہار میں احوال سخت دیکھہ
دے مارتی ھے باغ میں سر کو کلی اُٹھا

گر یہ ھے مسکرانا تو کس طرح جئیں گے
تم کو تو یہ ھنسی ھے پر ھے مرن ھمارا

یارو ڈرو کمر سے مروڑو نہ بھر کے انگ
آجا کہیں لچک تو ابھی لاگ جاے لنگ

دور خاموش بیٹھہ رهتا ھوں
اس طرح حال دل کا کہتا ھوں

دل کب آوارگی کو بھولا ھے
خاک گر ھوگیا بگولا ھے

نہیں تارے بھرے ھیں شک کے نقط
اس قدر نسخۂ فلک ھے غلط

عالم آب سے آساں نہیں اے شیخ گذر
خوف سے غرق کے یہاں بحر ھے کشتی میں سوار

کچھہ ٹھہرتی نہیں کہ کیا ھوگی
اس دل بے قرار کی صورت

نہ تھا کچھہ اور میرے شوق کا حسن و صفا باعث
یہی پیارے طرح موجب یہی کافر ادا باعث

تم اور گلرخاں سے اب آنکھہ جو لگاے
بادام کو پیارے پھولوں کے بیچ پاسا

ولہ

دل تو دیکھو آدم بے باک کا
عشق سے پتلا بھرا ہے خاک کا

اب دین ہوا زمانہ سازی
آفـــاق تمام دھریا ہے

جیونا مثل حباب اس جگ میں دم کا پیچ ہے
یہ گرہ کھل جا تو دیکھو زندگانی ہیچ ہے

زندگانی تو ہر طرح کاٹی
مرکے پھر جیونا قیامت ہے

اس کی کنجی زبان شیریں ہے
دل مرا قفل ہے بتاسے کا

قیامت کیا تم تک یک ہنس کے بولے
مجھے بات کی بات میں مار ڈالا

شاہ ولی اللہ "اشتیاق"

شاہ ولی اللہ نام دارد' و مزاج را بعرفت تسخیر معانے بکمال اشتیاق می آرد- در فارسی گوے از فارسان این سر زمین می رباید و بدقت معانیء تازہ و الفاظ نو پے چنان می برد کہ شاید- عندلیب کلکش چنین ترانہ سر میکند—

نمکیں لگن سے دل میں انگارے دہک گئے
بجلی سی چھب دکھا کے جو ساجن چمک گئے

اس مو کمر سے کہو میاں تم بھی اور ہو
کیا نازکی کا بوجھ کہ جس سے لچک گئے

آخر تو ہووے گا نہاو قیامت کے دن بپا
مجھہ ہات سے چھڑا کے جو دامن جھٹک گئے
اب (اشتیاق) کیا میں کروں راہ عشق طے
ایک تو پڑی ہے سانجھ دوجے پانو تھک گئے

این ابیات از ہر دو تذکرہ تحریر یافت —

لڑکوں کے پتھروں کی لگے کیونکہ اُس کو چوٹ
ہر ایک گرد باد ہے مجنوں کو ڈھول کوٹ

بتاں جو ہجر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں
کچھہ اُن کا دوس نہیں ہے خدا کی باتیں ہیں

چھوڑ کر تجکو ہمیں اور سے جو لاگ لگی
نہیں مہندی یہہ ترے تلووں ستی آگ لگی

قزلباش خان ''اُمید''

شاعر عدیم المثل است، نام اصلی او میرزا محمد رضا ولے قزلباش خاں خطاب از عہدشاہ عالم میدارد، و در نکتہ ریزی توگوئی ابریست کہ گوہر می بارد - کاروان ہستی او در اکبرآباد بہ سنۂ تسع و خمسین و مایۃ و الف رخت بر بست و مرأت عنصری او در دارالخلافہ بشکست - حضرت میر صاحب و قبلہ تاریخ انتقال او چنیں یافتہ : (تاریخ)

خان سخن گستر و سحر آفریں
رخت سفر بست ازیں خاکداں
سال وفاتش دل نالان من
یافتہ، جاں دادہ قزلباش خاں

طاؤسان خیال او با حسن و جمال از صحرائے تذکرۂ (میر) پریدہ دریں سبزہ زار برقص می آیند و بر دل تفرجیان این گلشن داغے تازہ بر آں می افزایند -

تھری آنکھوں کو دیکھہ روتا ہوں
الحفیظ الحفیظ کرتا ہوں

در و دیوار سے اب صحبت ہے
یار بن مجکو* عجب صحبت ہے

اسد یار خاں "انسان"

در عصر محمد شاہ بادشاہ زندگانی خود بکمال انسانیت میگذرانید و سلسلۂ سخن را ہماں جا می جنبانید - بلبل گلستان سخن و عندلیب بوستان این چمن است - در عہد فردوس آرامگاہ معاش از منصب ہفت ہزاری بود و در طریق ثنا طرازی تگ و دو می نمود - و نقش ہستیش در مرات اکبر آباد پرتو انداختہ و طوطی کلکش شکر افشانی مایدۂ خود ساختہ - اشعارش بہ فقیر نرسیدہ ، مگر این دو بیت از تذکرتین بقلم می آرد -

زمیں اور آسماں اور مہر و مہ سب تجھہ میں ہے انساں
نظر بھر دیکھہ مشت خاک میں کیا کیا جھمکا ہے

نہ دیکھی ایک جھلک بھی آپ کے تن بیچ اندھوں نے
اگرچہ ہر بن مو سے بدن سارا شبکا ہے

---

* (ن) گھر میں -

امیر خان "انجام"

ولد* میر میران، امیر خان یزدی ناظم کابل - معنی یاب بے بدل و نخلبند عدیم المثل است - سحاب کلکش ترشح معانی تازہ می کند، و دریائے طبعش جوش از الفاظ سنجیدہ و پاکیزہ می‌زند- آغاز و انجام حالش در تذکرہ ہاے فارسی گویاں مفصلاً مندرج‌است- در سنۃ تسع و خمسین و مایۃ و الف تاریخ وفاتش‌نوشتہ اند، کاتب حروف تاریخ وفات چنیں یافتہ و یک عدد زائد را بایں حسن تعمیہ ساقط ساختہ (تاریخ) -

آں عمدۂ معنی آفریناں
در خلد بریں نمود آرام
رفت آں یکتا و گشت تاریخ
جاں داد امیر خان (انجام)

ایں ابیات از تذکرۂ فتح علی خان است -

نہ سن تو† پند واعظ کا کہ ایلچی دھن میں پکا ھے
خدا حافظ ترا دوزخ بھی ایک شرعی دڑکّا ھے
اب یہی احسان ھے ھرگز نہ ھوں آزاد ھم
پھر چمن میں جائیں کیا منہ لے کے اے صیاد ھم

"احمدی"

شاعر عالی مقام و معنے پژوہ قدیم الایام است، سخن را

---

* خلف بقاء اللہ خاں برادر زادۂ عمدۃ الملک مرحوم کہ خان عالم خطاب داشت (از تذکرۂ فتح علی خاں)-

† (ن) ہو

بطرز قدیم گفته و گوهر هستی او را جوهر تقدیر در رشتهٔ گجرات سفته است - این بیت طبع زادش میر محمد تقی (میر) می نویسد -

رهے نادر خیالاں میں، ملے شوریدہ حالاں میں
ہوے صاحب کمالاں میں کدھر آکر* کدھر نکلے

محمد فاضل ''آزاد''

گل گلستان دکن و از شعرائے کہن است، در زمان (ولی) کسوت حیات به بر میداشت و خود را یکے از شاگردان او می پنداشت - چنانچه (ولي) می گوید -

(آزاد) سے سنا ہوں یہ مصرع ندا سب
جس سے کہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

شہباز سخن او در تسخیر نخچیر مضامین بنہایت بلندپروازی اوج گیرا و عرایس معانیش بلباس رنگیں جلوہ پیرا - سرو باغبان او چناں می بالد و قمری مطوق سخنش چنیں می نالد —

آئیں جہاں کی ساری (آزاد) صنعتیں، پر
جس سے کہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

زین العابدین '' آشنا ''

آشنائی محبوبان سخن کمال میدارد و این وحشیان نا آشنا مزاج را از راہ اخلاص بکمند می آرد- چہرۂ محبوب ز اش ظاهرا غازہ بردار خطۂ پاک ہندوستان و نہال ولادت او اکثر در

* کدھر سے آ کدھر نکلے (نکات الشعرا) -

گل زمین این جنت نشان است - زلف سخن را چنین پیچ و تاب می بخشد و چهرهٔ آفتاب رخسار معانی او از تاریکی الفاظ می رخشد - از تذکره فتح علی خاں قلمی می نماید—

گر ہمسے دیوانوں کو تم آزاد کرو گے
ویرانے میاں کتنے ہی آباد کرو گے

کہیو صبا تو اتنا مرے تند خو کے تئیں
آخر کسی بھی وہ دکھاویگا رو کے تئیں

میر محمد کاظم " آوارہ "

آوارهٔ دشت سخن طرازی است' برادر حقیقی زین‌العابدین (آشنا) میشود و تیر شعر با کرهٔ او به هدف معانیء رنگین راست میرود ' نوخط سخن او چنین چهرهٔ معانی می آراید و دل عاشقان سخن را چنان می رباید —

اے عندلیب جا کے چمن میں کرے گی کیا
باد خزاں سے سب گل گلزار جھڑ گئے

محمد صلاح " آگاہ "

از موزونان هندوستان و نخلبند آں بوستان است- در سخن آگاهی کمال میدارد و قدوم استواری در سر زمین صاف میگذارد - از نخل هستی او بار خوبی و حسنات پیدا- و نور صلاحیت و تقوی از چهرهٔ اسم آفتاب نظیرش هویدا - دور ساغر پر نشهٔ سخن را میگرداند' و مضطبهٔ طبع او قل قل میخواند - از تذکرهٔ فتح علي خاں است —

پیری میں کروں سیر جہاں کی تو بجا ھے
ھوتا ھے ڈھلے دن سے * تماشا گذری کا

فضایل بیگ " الہام "

از خوش تلاشان این سر زمین است، در سخن گفتن الہامات وافرہ بظہور می آرد و بر اقران و اکفاے خویش بنہایت گستاخی فضایل متکاثرہ می دارد - شوخیء مزاجش از کلام او سر میکشد، و بجز این دو بیت کہ در تذکرۂ فتح علی خان است بجویندگاں نمی رسد - جرس سخن می جنباند و در ھجو کلا نوت بچی می خواند —

دیکھہ دھاڑی بچے کو ناکارہ   چترہ کے گانے لگی کلا نونتنی
کلا نونتنی ترے گانے سے دق ھوں   نپٹ † نوچے سروں سے بولتی ھے

احسن اللہ " احسن "

در نکتہ سنجی یگانۂ روز گار و صاحب تلاش معانی پرکار است- از بسکہ طوطی طبعش شکر ایہام می ریزد -از صفائی مرأت اظہار می گریزد ، و در عصر آبرو ظاھرا طرۂ زندگی بر سر میداشت و خود را در موزونان ھم عصر معزز می پنداشت - نیسان کلکش لآلۂ معانی می افشاند و مشاطۂ طبعش عروس سخن را بوجہ احسن بر کرسی رنگینی می نشاند- این ابیات در تذکرتین مسطور است —

---

* (ن) دن ڈھلتے ھی ھوتا ھے —
† (ن) بہت —

یہی مضمون خط ہے (احسن اللہ)

کہ حسن خوبرویاں عارضی ہے

مگر الحان داودی ہے نعمت‌خاں کی تانوں میں
کہ آھن سے دلوں کو بین لیکر موم کرتا ہے

بری باتوں کی خو ھرگز نہیں اس کو جو انساں ہے
جو گالی سے زباں کو کام فرماوے سو حیواں ہے

نقد علی خاں "ایجاد"

شاعر رنگین سخن، شعر فرش را بنہایت عذوبت میگوید، و الحال بنا بر گردش چرخ کجرفتار اوقات را بلشکر ظفر اثر نواب نظام الدوله بہادر ادام اللہ اقبالہ بسر می برد۔ احوالش در تذکرۂ (سرو آزاد) مفصلاً مسطور است۔این بیت از ایجاد طبع ایجاد است —

جو دم خوشی سے گزرے غنیمت ہے دوستو
نقش بر آب عمر کا کیا اعتبار ہے

در منقبت جناب شاہ ذیجاہ علی کرم اللہ وجہہ میگوید —

انبیا کی جسم کا جاں ہے امیر المومنین
اولیا کا دین و ایماں ہے امیر المومنین
صورت الفاظ قرآں ہے اگرچہ مصطفیٰ
معنی آیات قرآں ہے امیر المومنین
جس کے گھر میں کچھ نہیں جز نام پاک اهل‌بیت
اس کے گھر کا میر ساماں ہے امیر المومنین

(اشرف)

از معاصران (ولی) است - چنانچه (ولی) جائیے مصراع اورا تضمین می نماید و میفرماید —

(اشرف) کا یو مصراع (ولی) مجکوھے دلچسپ
الفت ھے دل و جاں کو مرے پیتم نگر سوں

این شعر از (اشرف) است —

توں شاہ ھے سب شہوں کا' بندے ھوں تیرے سب شاہ
میں بھی آپس کو بندہ تیرا ' نہ کہوں تو کیا کہوں

این شعر را میر محمد تقی (میر) بنا مش میکرد —

پیا بن میرے تئیں بیراگ بھایاھے' جو ھونا ھوسو ھو جاوے
بھبھوت اب جوگیوں کا رنگ لایا ھے' جو ھونا ھو سو ھوجاوے

میر غلام علی " ارشد "

تخلص ' باشندۀ اوجین' مردے خوش محاورہ و رنگیں مزاج است - از چندے بنا بر آب و خورد مسکن خود این شہر نمودہ اوقات بسر می برد ' با راقم سطور طور اخلاص درست میدارد' اکثر گاہ از راہ کرم بخشی بملاقات می پردازد۔ در سخن فرس صاحب تصنیفات فراوان است و اکثرے در منقبت گفتہ و میگوید - گا ھے بنا بر پاس خاطر عزیزاں متوجہ بطرف ریختہ میشود ' غرض عجب مرد ے است قابل قابل دوست ' حق تعالی سلامت دارد —

مجکو نہیں خبر کہ ...... کدھر گیا
گر راہ لی ھے گھر کی تو تجھتیں گھر گیا

جن نے دیکھا ھے تری خوبی حسن رخسار
بے توقف "کہا سبحان جمالک" اے یار

لفظ سبحان که در آخر مصرع بیت دوم واقع شده عجب لطف میدارد هر که از هم نشینان هست می فهمد' وذوقے از انکشاف این معنی بخود می نماید —

یار میرا ھے ایس حسن کی آرایش میں
میں بھی جسم نظر انداز کو رکھتا ھوں سنوار

بات شیریں ھے اُس کی مصری سی
اُس کے دو لب ھیں شاھد عادل

اس کیفیت کی کیف مسر کسی کو نہیں
ساقی کی جام چشم سے پیتا ھوں میں مدام

سجن یه رو ھے ترا رشک سورج اور مه و گل
سیاہ شب ترے مو اور مشک اور سنبل
نین ترے ھیں جیوں آھو کی چشم و نرگس حور
ھیں لعل لب ترے شکر اور آب زمزم دل

میر ابدال علی "اقدس"

تخلص۔ فکر سخن کم میکند و تا وقت تحریر بدھیں گل زمیں یعنی خجسته بنیاد بسر می برد' راقم سطور از ملاقات او سرمایۂ سرور حاصل کرده است - این چندابیات از طبع زادش بقلم می آید —

دیکھتا ھے خال و خط و زلف کو وہ نو بہار
آئینه مہتاب کا زھرہ کھڑی ھو کر دکھا و

آہ پر درد وہی شخص پکارا ہوے گا
ایک کوڑا بھی جسے عشق نے مارا ہوے گا
نام حق جس نے لیا اس کو جلا یا چیرا
سچ کہو زاہدو کیا حال تمہارا ہوے گا

دیکھو زاہد مہں کیا کرامت ہے
ایک چلّے میں شیخ چلی ہے

غلام محمد خاں "انور"

تخلص، طبع رسا می دارد و در علم رمل و تصویر تراشی شاگرد حاجی میر علی اکبر رمال است ـ دریں ولا با راقم سطور ارتباط اخلاص خاص و یگانگت دلی پیدا کردہ، چنانچہ هر روز بلاناغہ کلبۂ احزان ایں فقیر را از قدوم میمنت لزوم رشک گلستاں می نماید و چہرۂ شاهد سخن ریختہ را بوسیلۂ مشاطگی طبع ایں عاجز غازہ می آراید ـ گلدستۂ خیالات را چنیں می بندد —

چیں رها ابرو میں جب تو مردم آزاری کرے
هم سوائے کون تیری ناز برداری کرے
کون سے مذهب میں اور مشرب مہں هے کا یہ روا
هم کریں تجهہ سے وفا اور تو ستم گاری کرے
کب رهیگی چاہ کنعاں کی وو ماہ مصر کو
جب زلیخا رکهے عزیز اس کو خریداری کرے
جو کہ رکهتا هوے نشہ چشم خمار یار کا
هے بهجا گر جام نرگس سیتی میخواری کرے

کہاں کھائے تھے پیارے رات کو پان
کہ اب تک ہو نتھہ پر سرخی عیاں ہے

تری تقصیر نہیں' ہے یہ نتیجا ہی وفاؤں کا
دو باتیں اور بھی کہہ لے میاں تیرا بھلا ہووے

کستی ہیں دل کو زلفیں کرتیں ہیں قتل ابرو
زنجیر ہے تو یہ ہے تلوار ہے' تو یہ ہے

ہنستا ہے گرچہ غنچہ وقت سحر چمن میں
ہنسنے کی تجھہ سے آخر طرحیں اُڑائیاں ہیں

نہ ہوتا مجھہ سے نافرماں اگر وو لالہ رو میرا
تو کیوں میں جاچمن میں اس طرح شورو فغاں کرتا

حسرت سے گر تو آئینہ خاک اپنے سر کرے
ممکن نہیں کہ تجھہ پہ وو خود بیں نظر کرے

کہیں ہے شیشہ سرنگوں اور کہیں شکستہ جام ہے
کیا مچائی میکشوں نے آج میخانے میں دھوم

دل مرا جاکر پھنسا ہے' ہر گھڑی شانہ نہ پھیر
بیطرح وحشی کریگا زلف کھل جانے میں دھوم

تھا قدم کے فیض سے مجنوں کے وو آباد دشت
ورنہ کہتے پھر مچایا جا کے ویرانے میں دھوم

زلف سلجھانے کے تئیں درکار ہے تو لیجئے
پنجۂ مژگاں بھی ہیں گے میرے شانے کی طرح

غیر کی محفل میں ہر شب بیٹھتا ہے شمع رو
دل جلے ہے رشک سے بے تاب پروانے کی طرح

هر گھڑی (انور) ملاتا ہے تو آنکھیں شوخ سے
دیکھہ کہتا ہوں یہ ہے گی جان و دل جانے کی طرح

شہر کا شیریں سے وعدہ کر گیا تھا کوہکن
طرفہ تر یہ بات ہے خوں کی بہایا جوئے شیر

میر ایوب " ایوب "

تخلص - نخلبند گلشن رنگیں خیالی، عندلیب چمن خوش مقالی است - مشق سخن را باستصواب فقیر آب و رنگے تازہ میدهد و مشتے بر گردن ریختہ گویان حیدرآباد می نہد - ستون اخلاص را از قوت بازوے حسن خلق خود باوجود صغیر سن بلند می سازد و سمند شعر فہمی را در مضمار فصاحت بنہایت جولانی می تازد - نہال ہستی او در شہر (بیدر) سر کشیدہ و شاخ زندگانی او بر کامرانی در مذاق یاراں بفرخندہ بنیاد حلاوت بخشیدہ است - با محرر سطور ارتباط، اختلاط، انضباط بود و هر روز بلاناغہ از راہ بندہ نوازی تشریف ارزاں فرمودہ رونق افزائی مجلس می نمود، حق سبحانہ سلامت دارد - شراب ارغوانی سخنش نشۂ سرخوشی بمشام جاں فائز میگرداند و ساقی سیمیں ساق طبعش چنیں ابیات مشتاقانہ میخواند —

جب سے لڑیاں گو ہر آنسو کی گردن میں پڑیں
تب سے مجکو نیں تمنا موتیا کے ہار کے

شراب تاب سے تپکی و نرگس مخمور
پڑا ہے عکس یہ اُن چشم پر خماروں کا

دل کو لے ہم سے ہو گئے تیکھی
سچ کہو کس سے یہ طرح سیکھی

دوانہ ہوں میں زلفوں کا، مجھے مت قید میں رکھنا
مرے زنجیر کرنے کو وہی یک تار کافی ہے

ہجر میں تیرے شب و روز ترے متوالے
راوت آہ کے کھاتے ہیں جگر پر بھالے
اشک خونیں مری آنکھوں سے بہ آئے یہاں تک
ایک جا جمع کیا ہوتا تو بہتے نالے
مردمک بیٹھے مری آنکھوں میں، جپتی ہیں تجھے
سرمئی دانوں کے لے ہاتھہ میں اپنے مالے

(ایوب) تیری آہوں کو کہتے ہیں دیکھہ سب
بھڑکے ہے آگ اُس کے بدن کی بدن ہی میں

دیکھہ خوبی اور نزاکت یار کے رخسار کی
کیا اُڑی جاتی ہے رونق تختۂ گلزار کی

تیغ نگہ کا تیر یاں تک فرق ہے
دل میں پیدا نہیں اثر سوفار کا

میں وفا دار ہوں وفا کی قسم
تو جفا کار ہے جفا کی قسم

فتح یاب بیگ خاں "انجم"

تخلص - ہمشیرہ زادۂ افضل بیگ خاں بہادر پیر ش
جوان سنجیدہ و خوش خلق است، اکثر اوقات بہ غریب خا
قدم رنجہ می نماید و چہرۂ شاہد سخنیے را خی

می آراید —

بلا ھے آہ سوزاں سے لگاتا
کبو تر بھی نہیں لاتے ھیں نامے
رات دن گوشے میں بلبل پھڑپھڑاتی ھے پڑی
کیا ھوا ھے مثل پروانہ چراغ اس کا بھی گل

شاہ عبداللہ " احقر "

تخلص - جدید الایمان از قوم کھتری بود ' از چندے بجرگۂ اسلام در آمد و خرقۂ فقر بخدمت شاہ شریف قدس سرہ پوشید - دریں ولا با فقیر ھم ربطے پیدا کردہ ' چنانچہ دو مرتبہ بہ غریب خانۂ احقر آمدہ اشعار بندہ سمع نمود و اشعار آبدار خود ھم برخواند - مرثیہ خوب میگوید و مشق سخن ریختہ بہ تفنن میکند - از آنست —

بیوفا اول تو میری قابل یاری نہ تھا
یار ھو اغیار ھونا رسم دلداری نہ تھا
آرزو تھی گلبدن کو ھار کر رکھنا گلے
کیا کروں تقدیر پر کچھ فعل مختاری نہ تھا

میر غلام حسین " افسق "

تخلص - از شعرائے ایں عصر است ' از بسکہ ھجو بر مزاجش غالب آمد ' شہرۂ عوام گردید - درشعر تتبع (زانی) می نماید و اکثر مزاج او بطرف ھزل می آید ' شوخی طبعش از کلامش ھویدا و مزاجش از تخلص او پیداست - کاشکے ایں خیال در دل او جا نیافتے ' و آفتاب اشعار

رنگین برسیده اش بتافتے ' انشاءالله تعالی رفته رفته ازین تائب شود و تخلص خود هدایت قرار دهد چنانچه خود میگوید —

هے یہی افسوس دل کو اے هدایت تو بتا
'افسق' اپنا نام رکھوایا نه هوتا کا شکے

حق سبحانه توفیق رفیق کناد. دریں ایام از راقم الحروف ربط است' چنانچه دیوان را خود بخط خاص نقل کرده پیش فقیر آورد - جا فقیر ,هم پاس اخلاص مشارٌالیه منظور داشته دو بیت ایجاد طبع او از قبیل روز مره صاف است دریں جریده بنظر آرد —

اس هوا میں نہیں میسر بادهٔ گل رنگ هائے
هے همارا شیشهٔ دل رنگ سے بے رنگ هائے
باده و ابر و بہار و سبزه و سیر چمن
کیا کروں اے غنچه لب هے تجھه بنا دل تنگ هائے
اس ازانی سے نہیں حاصل 'هدایت' کیا کروں
دل میں آتا هے که بولوں درد کی سا رنگ هائے

کہا بلبل نے جور باغباں کو گل سے کیا کہنا
برنگ غنچه اس گلشن میں بہتر هے که چپ رهنا

حق کرے خیر آج غصے سے
هے ترا رنگ لال کچھه کا کچھه

کیو نکه افسق تجھه کو هوئے آرام اس کے وصل میں
دل کو کرتی هے پریشان اوس کی کاکل کی هوا

(ضمیمه متعلق صفحه ۴۲)

میر عبدالوهاب ' افتخار '

تخلص - ' دولت‌آبادی ' از سادات بخاریست ' جد امجدش در زمان عالمگیر بادشاه از هندوستان بدکن آمده در قلعهٔ 'دولت‌آباد' سکونت اختیار نمود ' و قرابت از سید مرتضی خان بعمل آمد - میر مشارالیه از پریشان احوالی اوقات بسر می برد ' نجیب و شریف است - در شعر گوئی طبع رسا دارد؛ از وست :—

حسین ابن رسول الله کے مقتل په جا پهنچے
جو خاک هونا هے آخر کیوں نه خاک کربلا پهنچے

کوه بهی هنگام بارش میں عروس وقت هے
سر پر اُس کے سهره مروارید کا هے آبشار

سرو کوں رتبه نهیں تهرے انگے اے سبز پوش
ایک تجهه بازار خوبی کا هے وه سبزه فروش

آج پهر دل تړپ میں آیا هے   کس پری کی جهړپ میں آیا هے

کوئی اُس خورشید رو کے نا مقابل هو سکا
چاند نکلا هی کریگا کیا اجالا دیکهئے '

(تحفة الشعراء)

محمد رضا قزلباش خان ' اُمید '

تخلص - ازقوم همدانی قراط ملوست' به بسبب شناسائی که با ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ داشت ' از ولایت ایران در مملکت دکن رسید - نصرت جنگ ' حکیم محمد تقي خان را که خانسامان و معرب و مصاحب هم بود ' باستقبال او فرستاد ' بملاقات خود مسرور ساخت ' بمنصب هزاري سرفراز گردید بدلے قلعداری قلعه میٖنی مرک توابع صوبهٔ حیدرآباد داشت ' از انجا بجناب نواب خلد منزلت آصف‌جاه رسید - سالے چند

کسب سعادت خدمت نمود ' از جملهٔ قدوهٔ مقربان گشت ' و همراه رکاب فیض انتساب او بشاهجهان آباد رفت - در ان جا بنابر وجوهات بےعنایتی آصفجاه بحالش راه یافت' باز بدکن نیامد. همانجا ودیعت حیات بهؤ کلان قضا و قدرسپرد - با آنکه ولایت زا بود ' اما از عقل رسا مضامین ' کبت' و ' دوهره ' می فهمید' و به قانونے سرود می خواند که مطربان کسبی باستماع نواے آن در مقام حیرت می آمدند' در کُلبه اش مجمع خوبان می شد' بدیدن تماشاے رقص؛ شوق مفرط داشت' برسائی طبع بلند شعر می گفت' اشعارش پر از متانت الفاظ و معانیست. صاحب دیوانست —

هندی اشعار درج هیں نهیں (تحفة الشعراء)

مرزا علی نقی ' ایجاد '

تخلص - مخاطب نقدعلی خان همدانی قاچار است' 'باشیخ علی خان' وزیر شاه سلیمان صفوی مراتب داشت ' در عهد آصفجاه مدتے بدیوانی بادشاهی حیدرآباد سرفراز بود- مرزا علی نقی 'ایجاد' بقرب و مصاحبت آصفجاه شرف اختصاص یافت' بخدمت کوتوالی لشکر امتیاز داشت - بعد بداروغگی فیل خانهٔ سرکار نواب نامدار سید محمد خان بهادر صلابت جنگ سر بلند گردید' بعد فوت پدر بخطاب موروثی و دیوانی حیدرآباد سرفراز است - جامهٔ قابلیت در بردارد' بحسن اخلاق موصوف ' از فهم عالی در فکر شعر از اقران ممتاز —

نوٹ: هندی اشعار درج نهیں هیں - (تحفةالشعراء)

باب الباء

میرزا عبدالقادر "بیدل"

مانی ارژنگ نگار معانی و اقلیدس سحرکار سخندانی است، مشرقستان نازک خیالی از انوار آفتاب ضمیر انورش روشنی گیر جاوید گردیده و بوستان شکرمقالی از نغمهٔ عندلیب طبع هزار داستانش زینت هزاران گزیده، چشم زمانهٔ دون چنین متعین خیالے والا شکوه باوجود بدست بودن مشعل آفتاب ندیده و سامعهٔ سپهر نیلگون مثل این شکرین مقالے معنی پژوه با وصف موجود گردیدن گوش سیارها نشنیده، طبعش را اگر چشمهٔ زندگانی خوانم رواست که حیات سخن ازو متصور، و کلکش را اگر سحاب نیسان دانم بجا که هر نقطهٔ تحریرش افضل تر از گوهر است۔ حقا که در سر زمین هندوستان مثل این سخن پناه صاحب کمالی بقید از خواب عدم سر برنداشته، و مصور قدرت بیچون همتاے آن عالیجاه معنی تلاش دل صید بقلم ایجاد نه پیراسته۔ دیوان ضخیم متداولهٔ فارسیش عالمگیر، و رقعات انشاے رنگینش مثال بوے گل بمشام دل جاگیر است۔ میرزا سیوم

ماہ صفر سنۃ ثلث و ثلاثین و مائۃ و الف واصل حق شد۔
حضرت میر صاحب و قبلہ مد ظلہ تاریخ وفات چنیں فرمودند۔
(تاریخ):-

سر برآوردۂ ارباب سخن از غم آباد جہاں خورم رفت
گفت تاریخ وفاتش (آزاد) میرزا (بیدل) از ایں عالم رفت

الحاصل میرزا فارس مضمار فارسی، و والی قلمرو ایں ملک بے پایان است۔ اشعار ریختہ اش بجز ایں دو بیت کہ در تذکرۂ میر محمد تقی (میر) تحریر بود بنظر نیامدہ۔ شگوفۂ دستش چنیں بند انقباض می کشاید کہ بیدلان معنی بمشاہدۂ جمالش از نہایت شوق چوں گل خنداں و عندلیب سخنش چناں دل می رباید کہ عاشقان سخن از اصغاے صفیر جانفزایش بسان بلبل تصویر بے حس و بے جان اند ــ

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے ہم میں
اس تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم میں
جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا
پردے سے یار بولا (بیدل) کہاں ہے ہم میں

لالہ ٹیکچند "بہار"

بہار آراے گلزار ریاحین بایستہ، و چمن پیراے مرغزار مضامین شایستہ است۔ طرّۂ پر پیچ سنبل مویان نسرین رخسار نازک خیالی را بشانۂ قلم دو زبان وا می نماید و ابروے خمدار سرو قامتان ندرت و رفتار شیریں مقالی را بسواد سیاہی وسمہ می آراید، چناں مضامین را

شبنم پاشی مزاج موزوں طراوت‌گیر جاوید می سازد،
عندلیب هزار داستان سخن بر تخلص رنگین او می نازد -
لیم فرس را بزور تیغ قلم مسخر نموده و این زمین سخت را
اے املا پیموده است - ظلمات الفاظ نو گریز قلمش مضامین
یک را چوں آب حیات بروے نظاره گیاں می پاشد، و شاهین
تعارات رنگینش با پنجهٔ سرخوشی و نزاکت بسینهٔ کبوتر
ہاے عشاق سخن می خروشد - اشعارش بفقیر نرسیده، این
ات هر دو تذکره دریں جا التقاط نمود—

اسی درگاه سے حاجت روا هوتی هے عالم کی
جهاں دیتے هوں بن مانگے، فضولی هے طلب لالا

جو کچهه جا کر گلستاں میں کہا هے کیوں چهپاتے هو
عیاں هے آستیں کے چهیں سے موج خوں گل لالا

سبهی کرتے هیں دعوی خوں کا، قسمت هے تو دیکهیں گے
صف محشر میں کس کے هات دامن هوگا قاتل کا

محبت کی قلمرو میں اگر جاوے تو سن لے گا
کوئی آرے تلے چیرا، کسی کو کوه پر پٹکا

کرے وه سلطنت، یه عشق میں شیریں کے سر دیوے
تکلف بر طرف، خسرو کو کیا فرهاد سے نسبت

کنعاں میں ماه مصر نے کب سلطنت کری
کم هی کوئی عزیز هوا هو وطن کے بیچ

خوش سخن کا حرف دل کو لوٹتا ہے حال بیچ
یہ غلط کہتے ہیں کچھ لذت نہیں ہے قال بیچ *

منظور سیر لالہ جو ہو اس بہار بیچ
پھولا ہے خوب دیکھ دل داغدار بیچ
کہتے ہیں عندلیب گرفتار مجھ کو دیکھ
اُمید چھوٹنے کی نہیں اس بہار بیچ

دل ہمارا لے کے کیوں انکار کرتے ہو سجن
کس سے یہ سیکھے ہو تم لیکر مکر جانے کی طرح
توڑتا زنجیر جاتا تھا پڑا بکتا (بہار)
آج ہم دیکھے جنوں سرشار دیوانے کی طرح
کیا بلا لاوے گا سر پر اس کے حیراں ہوں (بہار)
لے گیا ہے شوخ میرے ہاتھ سے دل بے طرح

وہی یک ریسماں ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہیں
کہیں تسبیح کا رشتہ کہیں زنار کہتے ہیں
اگر جلوہ نہیں ہے کفر کا اسلام میں ظاہر
سلیمانی کے خط کو دیکھ کیوں زنار کہتے ہیں
ایتا مردم کشی کا زور بیماروں نے کب پایا
غلط کرتے ہیں اُن آنکھوں کو جو بیمار کہتے ہیں

---

* مہرباں ہوکر ملا ہے ماہ رو شب بے حجاب
کیا مبارک ہے ہمیں یہ ماہ اب کے سال بیچ

نہیں اُس شوخ سا رنگیں ادا گل
اگر رنگیں ہوا تو کیا ہوا گل

عبث تشویش کیوں دیتی ہے، گل کی طبع نازک ہے
یہ گستاخی نہیں ہے خوب مت کر شور اے بلبل

ناز و استغنا، عتاب، اغماض، سب جانکاہ ہیں
قرب میں خوباں کے کیا معنی کہ ہو دل کا * نشاط

کیا ہے عشق کی رہ بیچ پا بر ہنہ (بہار)
تمام دشت ہے پُر خار دیکھیے کیا ہو

جب ستی اُس سرو رعنا کا ہوا ہے جلوہ گاہ
سبز جوں شمشاد اُٹھتی ہے مرے سینے سے آہ

ناز بے جا و لطف بے موقع دلبروں کی ادا ہے کیا کیا کچھ

کرے ہیں یہ ستمگر قتل بے تقصیر کیا کہیے
جو اُن نے ہاتھ یوں مرنا ہوا، تقدیر، کیا کہیے

سانورے سب ایک سے ہیں ظلم کرنے میں (بہار)
کم نہیں کچھ دل کے لے جانے میں کاکل چشم سے

(بہار) اُس گلبدن کا جو دوانا ہو تو کیا اچرج
فرشتے کا بھی من ایسے پری رو پر لبھاتا ہے

دیکھ کر کیونکر نہ ہووے دل رقیبوں کا کباب
کس ادا سیتی صنم دیتا ہے ساغر واچھرے

---

* (ق) دل کو ہو —

کوئی کس ساتھہ ایسی فصل گل میں دل کو پرچاوے
نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے ' نہ مطرب ہے ' نہ ہمدم ہے
ہمیں واعظ ڈراتا کیوں ہے دوزخ کے عذابوں سے
معاصی گو ہمارے بیش ہوں کچھہ مغفرت کم ہے

نتیجہ حسن خدمت کا اگر یہ بدنامی ہے
بجا ہے یہ جو کہتے ہیں کہ پھل پاوے ہے جو سووے
اگر مارا پڑا دل مات سے غمزے کے کیا غم ہے
سپاہی کی یہی معراج ہے رن بیچ سر دیوے

تڑپھتا ہے پڑا جیوں نیم بسمل خاک و خوں میں دل
عقوبت ہے جو کچھہ اس صید پر صیاد کیا جانے

نہیں معلوم کیا حکمت ہے شیخ اس آفرینش میں
ہمیں ایسا خراباتی کیا تجکوں مُلا جاتی

دلاور خاں " بیرنگ "

سخنش برجستہ و شعرش شستہ است از آنجا کہ شاگرد ' یک رنگ ' است تخلص خود ' بیرنگ ' قرار میداد آخر موقوف کرد ' ' بیرنگ ' بجا نہاد - صمصام ہستی او بجوہر سپہگری آراستہ و گلستان طبعش با گلہاے رنگا رنگ پیراستہ - گل بیرنگ مضمون را رنگ تازہ از شیریں گفتاری میدہد ' وصفیر حزین عندلیب سخن را از اشعار خوانی شور جگر گیر می بخشد - آرے قدم بنہایت دلاوری در معرکۂ الفاظ تازہ میدارد و شمشیر سخن را چنیں از نیام کام بروں می آرد۔

این اشعار از تذکرتین است —

خط مرا اُس نگار نے نہ پڑھا
کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا
میں تو لکھتا تھا اُس کتئیں*(بیرنگ)
اُس تغافل شعار نے نہ پڑھا

سدا بیدار رہ غفلت سے ہو ترش
مثل مشہور ہے " سویا سو چوکا "
نہیں مطلب مجھے کچھ باغباں اور
دوانا ہوں میں گل کے رنگ و بو کا

دل کو کچھ عشق میں قرار نہیں
اب تلک تجکو اعتبار نہیں

ہے ہات ترا خوں سے عاشق کے گر آلودہ
مہندی سے سجن مت کر بار دگر آلودہ
فرہاد کو محنت کی تلخی نہ کبھی ہوتی
شیریں کا جو ایک بوسہ ملتا شکر آلودہ
مفلس کی خبر کب ہے اے سیم بدن تجھ کو
افشاں سے ترا ماتھا رہتا ہے زر آلودہ

یار کا جب خیال آتا ہے ہوش میرا تمام جاتا ہے

محمد اسمعیل " بیتاب "

سحاب گوہر پاش سخن ' و دریاے مواج این فن است -

---

* (ن) کو خط —

خود را از تلامذهٔ مصطفی خان ' یکرنگ ' می پندارد' و تلاش هاے فراواں بالفاظ تازه و مضامین نو میدارد- گویند که روزے بملاقاتِ عزیزے میرفت' از اسپ فرود آمد' دست بشکست ' چندے بیمار مانده نقد جانے بمتقاضی اجل بداد - رتبهٔ فکر و الایش و مرتبهٔ ادراک آسماں پیمایش از اشعار او هویدا می شود - ایں دو بیت از هر دو تذکره است۔

تڑپ کر مرگئی بلبل قفس میں
پڑی تھی هاے کس ظالم کے بس میں
نه هوتا گر کسی سے آشنا دل
تو کیا آرام سے رهتا مرا دل

" بیدار "

شاعریست خوش گو بطرف هندوستان - میر تقی ' میر' در ترجمهٔ او بتذکرهٔ " نکات الشعراء " ایں دو بیت بنام او مینویسد —

صفا الماس و گوهر سے فزوں هے تیرے دنداں کو
کیا تجھه لب نے همرنگ خجالت لعل و مرجاں کو

" بینوا "

شخصے معنی آفریں بطرف هندوستان گذشته ' احوال او بوجه خوب تنقیح نه می پذیرد - ایں یک بیت از تذکرهٔ میر تقی ' میر ' نوشته می شود —

یه کیا ستم هے اے فلک هرزه نا بکار
مریخ پر جو تیز کی خنجر کی اپنے دهار

شرف الدین علی خان " پیام "

زاد گاهش اکبر آباد است۔ در ریختہ گوئی نسبتے تمام داشت، حقاکہ معنی تلاش را بجاے رسانیدہ کہ میتواں گفت: زلف عنبرین سخن را چین و تاب میدھد۔ میر تقی 'میر' و فتح علی خاں این اشعارش انتخاب نمودہ اند —

دلی کے کج کلاہ لڑکوں نے کام عاشق کا سب * تمام کیا
کوئی عاشق نہیں نظر آتا ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

بات منصور کی فضولی ہے ورنہ عاشق کو آہ سولی ہے

" بسمل "

سخن سنج خوش خیال بود و بناخن اندیشۂ رسا عقدہ ھاے دل میکشود۔ احوال مفصلاً در تفصیل شعراے ریختہ گو ندیدہ شد۔ بہر حال قابل مرد است، غزالان سخن را در مرغزار صفحہ چنیں بخرام می آرد۔ این ابیات صاحب تذکرتین میگویند —

لہو پی رہ گیا بسمل وگرنہ ملاتا اپنے تئیں وو خاک و خوں میں

ھاے اس دیوانے دل نے کام کیا بیجا کیا
آپ تو بد نام تھا ہی مجکو بھی رسوا کیا

صلاح الدین " پاکباز "

پسر سید کمال نبیرۂ سید جلال است، سخن را باصلاح

---

* (ن) عشاق کا —

مصطفی خان 'یکرنگ' می ربود و تلاش معانیء تازہ می نمود۔ خوش فکر و خوش ذهن داشت - شعرش خالی از اضافت است ' او چنیں می سراید 'این اشعار در تذکرتین تحریر اند —

جلوے تمهارے حسن کے نت هیں ' یہ هم کہاں
تم تو سجن همیشہ هو ' افسوس هم نہیں

———

قفس کے در کو باز *اے بلبل اب صیاد کرتا هے
خدا جانے کریگا ذبح یا آزاد کرتا هے

———

مجھے درد و الم رهتا هے نت گھیرے میاں صاحب
خبر لیتے نہیں کیسے هو تم میرے میاں صاحب

———

جو اب نہ مریے تو پھر انتظار میں مریے
خدا خزاں نہ دکھاوے بہار میں مریے
تمام عمر شرابیں پیا کیے ساقی
هزار حیف کہ آخر خمار میں مریے

———

خواجہ احسن اللہ " بیان "

از وجاهت صوری و حسن سیرت بهرۂ وافی برداشتہ بود و در معنی طرازی مزاج و آلایش علم اندیشۂ آسمان پیمائی داشت - مولدش خاک پاک اکبر آباد است و بموزوں مزاجی میرزا (مظہر) جانجاں استاد - مرتبۂ حسن خلقش در حوطۂ بیان نمی آید داود کلکش چنیں

---

* (ن) وا —

ترانۂ نشاط می سراید ۔ این اشعار از ہر دو تزکرہ تحریر می یابد —

بندے سے ثنا حضرت استاد کی کیا ہو
(مظہر) ہے خداوند کی وو شان اتم کا

عالم کو لعل و گوہر و تاج و لوا دیا
اے آسماں بتا تو مجھے تو نے کیا دیا

ایسے ہی میرے بخت جو ماتے تھے نیند کے
خواب عدم سو کاھیکو مجکو جگادیا

اسکا ادائے شکر (بیان) کہونکہ کر سکوں
جسنے اُٹھا کے خاک سے انساں بنا دیا

کب تلک اُسکی شکایت ہونہ اب سے آشنا
ایک ہوگا نہ ہے مجھہ سے اور سب سے آشنا

غیر کے کہنے پہ مت بیگا نہ ہو یکبار گی
دیکھہ تو اے شوخ میں تیرا ہوں کب سے آشنا

اُکر جونہی قاصد نے لیا نام کسی کا
اس بات کے سنتے ہی ہوا کام کسی کا

کیوں آج سماتا نہیں سینے میں خوشی سے
پہنچا ہے مگر دل! تجھے پیغام کسی کا

قفس میں میں رھائی کے لئیے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑ کتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئی پروا نہیں کرتا

یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق سے مجھہ کو
انہوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا

ھمدم نہ فکر کر کہ مرا کام ہو چکا
جو دل یہی ہے تو مجھے آرام ہو چکا
آتا ہے تجکو ننگ مرے نام سے عبث
اے شوخ اب تو شہر میں بدنام ہو چکا

جو تجھ سا کوئی دنیا میں مجھے اے ناز نہیں ملتا
تو وو نہی چھوڑ دیتا تجکو اور جاکر وہیں ملتا

'بیان' تمہرے کوچے سے چلتا رہے گا
مری جان تو ہات ملتا رہے گا

اگر ایک صبحدم آتا وہ اُتھ کر خواب شیریں سے
ہمارا کیا گر 'بیاں' ناصحونکا پیرھن پھٹتا

کیا دوکھ تھا 'بیاں' کو جو پاتا میں ہوش میں
پر خیر کی خدا نے کہ وو بے حواس تھا

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید ماتی * کی مورت ہوئی تو کیا

جکا یا مجھ کو کس کمبخت نے ہائے
مری آنکھوں کے آگے وو ابھی تھا۔

انو کہا سنگدل تو ھی نہیں ہے   ہمارا دل بھی پتھر سا کبھی تھا
ایں بیت کہ بالا مذکور شد دلیل خوبصورتی اوست —

گل کی حسرت سے مرے دل میں سدا خار رہا
میں تو بھر عمر قفس میں ہی گرفتار رہا

* (ن) مٹی —

یار نے جب سے اُٹھایا اپنے چہرے سے نقاب
طعن کرنے سے مرے ناصح کو آتا ہے حجاب
اپنی مخموری پہ اے واعظ نصیحت کی مجھے
واقعی ہے آج سمجھے بد ہے انجام شراب
کل تو آویگا ہی آخر غرّۂ ماہ صیام
آج تو پی لیجئے من مانتی ساقی شراب

مرتا ہوں' غم گساری جو اب نہیں تو پھر کب
اے یار مجھہ سے یاری جو اب نہیں تو پھر کب
برسے ہے ابر رحمت' ساقی کدھر ہے مینا ؟
ہنگام بادہ خواری جو اب نہیں تو پھر کب
جاتا ہے وہ کہ جس سے تھا لطف زندگانی
آتی اجل ہماری جو اب نہیں تو پھر کب

دل سا گُہر تو میرا گم اے ' بہار ' ہوا ہے
ہوئیے مجکو بے قراری جو اب نہیں تو پھر کب

تو تو ساقی جام ترسا کر پلاتا تھا مجھے
یار کی آنکھوں نے مجکو کر دیا یک بار مست
کیا کہوں کیا کیا امنگیں دل میں آتی ہیں' بہار'
جب نظر آتا ہے تنہا مجکو وہ میخوار مست

قید میں رکھا ہے کیوں اُس کو سلاطینوں کی طرح
کب دوانے نے فلک مانگا ہے تجھہ سے تاج و تخت

۱۲۳۰۶

پوچھتا کون ہے ڈرتا ہے تو اے یار عبث
قتل کرنے سے مرے ہے تجھے انکار عبث
کیا مری آنکھہ عدم بیچ لگی تھی اے چرخ
کیا اُس خواب سے تو نے مجھے بیدار عبث

مشت غبار کو مری وہاں ہوئے کیا پہنچ
جس کی گلی میں رکھتی نہ ہووے صبا پہنچ
کہتا نہیں میں عرش پر اے آہ جا پہنچ
کانوں تلک بتوں کے تو اے نارسا پہنچ
آتے ہیں ہے پاس مرگ کے پیغام ہجر میں
تو اے نوید وصل شتابی سے آ پہنچ
اے بیخبر بیاں کا عجب حال آج ہے
جاتا ہے اس کے پاس تو جلدی سے جا پہنچ

ہزار حیف یہ گلچیں رکھے ہے پا گستاخ
یہ وہ چمن ہے کہ جس میں نہیں صبا گستاخ
وو شوخ مجھہ سے ہی تنہا نہیں ہوا گستاخ
ہمیشہ عشق کی خدمت میں حسن تھا گستاخ
کہاں یہ ہات مرا اور کہاں وو دامن پاک
تمہارے لطف و کرم نے مجھے کیا گستاخ

گر شہید عشق کے مرنے کی لذت کا نشاں
خضر کو ملتا تو لگتا زندگی کا نام تلخ
جیوں گوارا ہو گزک کے سات مستوں کو شراب
سات بوسے کے نہیں لگتی تری دشنام تلخ

یہ آرزو ہے کہ وہ نامہ بر سے لے کاغذ
بلا سے پہاڑ کے پھر ہاتھہ میں ملے کاغذ
وہ کون دن ہے کہ غیروں کو خط نہیں لکھتا
قلم کے تن* کو لگے آگ اور جلے کاغذ
پیام بر مجھے ایسا کوئی نہیں ملتا
کہ حیلہ جو سے موے لے ہی گر ملے کاغذ

اس قدر تو ہے بھروسا مجھکو اپنی آہ پر
نہ فلک لوجے اُتھا یک نالۂ جانکاہ پر
عرش تک جاتی تھی یا لب تک بھی آسکتی نہیں
رحم آتا ہے 'یہاں' اب مجھکو اپنی آہ پر

نکلے ہے لالہ خاک کے نیچے سے سرخ سرخ
رنگیں ہوا شہیدوں کے خوں میں نہاں نہاں

صاف منہ پر میں نہیں کہتا کہ ہوگا اُس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں' دل ہے میرا جس کے پاس

کہنا تو صاف موں یہ مروت سے دور ہے
آوے کا ایک روز مرا جان کام خط

جیوں پتنگوں کے جلانے کا سبب ہوتی ہے شمع
توں اُنوں کے غم میں اپنا جان بھی کھوتی ہے شمع

جو نہ ہووے اُس شمع رو کے عشق کا سینے میں داغ
کون مجھہ بے کس کی تربت پر کرے روشن چراغ

(ن) * بن

جان کر معنی کسی کے شعر میں باندھے نہیں
صاحب خرمن کو کب ہے خوشہ چینی کا دماغ
عرض لیھتا ہم زبانوں کے سلیقے کا 'بیان'
اس دل ناداں کے شیون سے اگر پاتا فراغ

آتا ہے جی کو دیکھ کے جوش بہار حیف
اے عندلیب تو ہے قفس میں' ہزار حیف
یاں تک ہوں خستہ حال کہ دیکھے ہے جو مجھے
نکلے ہے اُس کے منہ ستی بے اختیار حیف
میں بس کہ خاک میں ترے کوچے کی مل گیا
تس پر بھی تیرے دل میں ہے مجھ سے غبار حیف

ہوئی آہ اب اس قدر نارسا
کہ سینے سے آتی نہیں لب تلک
نپٹ ہی 'بیاں' کا برا حال ہے
تغافل ارے بے خبر کب تلک
یہی دن ہے' ملنا ہے تو اس سے مل
کہ جیتا نہیں آج کی شب تلک

ادب سے یار کے دل میں نفس خوں ہوگیا میرا
یہ بلبل ناتواں آخر قفس میں ہی ہوا بسمل
تڑپنے کے تماشے کی ہوس باقی ہے قاتل کو
موا جاتا ہے کیوں اتنا تک ایک توں پر ہلا بسمل
نکل سکتا نہیں ہے شکر کے عہدے سے قاتل کے
'بیاں' کس مونہہ سے مانگے اُس سے اپنا خونبہا بسمل

میر عبدالوهاب "بیکل"

شاعر شکر مقال و طوطی خوش خیال است - اکثر گاه در دولت خانۂ حضرت میر صاحب قبلہ مد ظلہ العالی و بچنین بر تذکرۂ بے نظیر باشارۂ میر ترتیب می دارد - با راقم سطور اتفاق ملاقات می افتد' خیلے صاحب فطانت بنظر رسید - در شعر فارسی 'افتخار' و در مرثیہ 'ماتمی' تخلص می کند - مشاطۂ قلمش زلف سخن را چنیں تاب می دهد -

عکس رخسار یار گل رو سے   آئینہ چشمۂ گلاب هوا

فتح علی خاں در تذکرۂ خود ایں اشعار می نویسد -

مرا دل گلرخوں نے سات لے گئے
حنا کے رنگ هاتهوں هات لے گئے
تری زلفوں نے کئی کئی پیچ سکهلا
دل 'بیکل' کو راتوں رات لے گئے

سرو کو رتبہ ترے آگے نہیں اے سبز پوش
ایک تجهہ بازار خوبی کا هے وو سبزی فروش
نہیں سیں دل کا رتبہ هے بڑا تجهہ رو پرستی میں
کہ دل حافظ هے اس مصحف کا آنکهیں ناظرہ خواں هیں
تری آنکهوں کی کیفیت نے کهویا هوش عالم کا
دوانوں کو کہے کیا کوئی متوالے هیں متوالے

تہرے ابرو کی تیغ هے بازهیل   جس کو لگتی هے خوب لگتی هے

آخر یہ دل کسی کا گرفتار ہوئے گا
یارب لگے کسو تو سجے آشنا کے ہات

لاله جے کشن ' بےجان "

تخلص - طوطی شیریں زبان و بلبل هزار داستان است مشق سخن ریخته بخدمت شاه 'سراج' می نمود ' و گره کا ؟ معانی از شانهٔ فکر رسا میکشود - روزے شاه ' سراج ' فقیر نقل می کرد که " ' جے کشن ' متحمل سفر لشکر نواب صلابت جنگ بہادر ادام الله اقباله که قریب الجوار اورنگ‌آباد بود بر بست ' و از فقیر مستدعی رخصت شد' و ریخته که تا گفته بود بر خواند ' هر جا که حک و اصلاح بخاطر رسید نموده شد' مقطع آں ریخته ایں بود —

تری یاد کمر سے یوں عدم میں مل گیا ' بے جان '
کہ قالب بھی نپاوے گر کوئی اُس کا کفن کھولے

الحاصل رخصت گشت و برفت' و باز کسے نشانش نیافت انتهی مقاله - آرے ' بےجان ' بود بے قالب هم هد - از مطالعا ایں چند اشعار ' بے جان ' جانے تازه می آمد —

یار مہندی بھرے هاتھوں سے اگر هوئے طبیب
شاخ نبض دل بیمار یہ مرجاں هوئے
تھد میں عاشق اگر یاد کرے گل رو کو
وهاں کے زنجیر کے دانے سے گلستاں هوئے

نگہ کی جوت بجلی کی نین سیتی نمایاں ھے
اندھاری رات میں بجلی بھی چمکے ھے خدا حافظ

باغ میں کرے نرگس عرض حال اگر اپنا
آنکھہ کی اشارت سے تب جواب دیتا ھے

کیوں نہ حاصل ہوئے خوشی جگ میں
دل ' بے جاں ' میں جان آیا ھے

حیف کہ شعر بد شگون معاً اثر کرد و ایں شجر اصلاً ثمر مراد بر نیاورد —

پروانہ شاہ "پروانہ"

تخلص - مرید و تلمیذ شاہ 'سراج' است - فکر سخن ریختہ می‌کند - و تا حالت تحریر در 'احمد نگر' میگزراند —

میں روتا ہوں لب خاموش اے سبزان ھند اب لگ
جہاں برسات آیا لال کو تب ریز لازم ھے
تری سرمہ بھری آنکھوں سے' میری چشم گریاں سے
رکھے حق امن میں اِس طوطیا اور ایسے طوفاں سے

میر نوازش خان "بھید"

تخلص - ریختہ را ھموار می گوید و در اشعار فارسی عالی فکر می کند - شعرش شستہ ' و فکرش بر جستہ است - تا حالت تحریر در 'اورنگ‌آباد' تشریف می دارد —

دیکھی صبا نے شاید گلرو کا مسکرانا
سیکھی ھے اُن لباں سے گل رو کے' گل کھلانا

دیکھا ھے دل نے جب سے بادام اُس نین کا
ھر صبح و شام کرتا شکرانے کا دوگانا

از سر کوے تو جاناں! مجھے جانا مشکل
جاؤں تو خود سے، مگر جان پھر آنا مشکل

چڑھا کس مرتبہ پر جگ میں منصور
یہ ملک عشق کی سرداریاں ھیں

کڑکنا تم یہ بجلی کا نہ سمجھو
جنوں کے شوق کی گلکاریاں ھیں

تمامی عمر دل بیکل رہا ھے
بچارہ دکھوں میں ھی پل رہا ھے
مرے اس داغ دل کو دیکھ لالہ
دل اوپر داغ دے جل جل رہا ھے

میاں حکم الدین خان " پنچھی "

شاعر ریختہ گو و باشندۂ بلگرام است طبع نظم میدارد - پیشتر 'عاجز' تخلص می نمود، چون شہرۂ عارف الدین خان 'عاجز' شنید، موقوف کردہ 'پنچھی' قرار داد - الحال در حیدرآباد میگذراند - باراقم سطور ملاقات مستوفی رو نمود، خیلے محظوظ شد، و چند اوراق اشعار طبع زاد خود بہ فقیر ارزانی داشت- ایں چند بیت ازاں اوراق چیدہ نوشتہ میشود—

کفر و اسلام کی کچھ بات نہ پوچھو ھمسے
بت عیار کو ھم اپنا خدا کہتے ھیں

در بدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
پر کنھوں نے نہیں پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں

اس قدر ناداں نہیں ہوں میں کہ دل باتوں میں دوں
عمر گذری اے سجن تم ہی سے عیاروں کے بیچ

ابرو کماں چڑھاکے، کرتے ہو بات اکڑکے
جی تو لیا ہمارا، اب کیا کروگے لڑکے
شاید کہ آج آوے 'پنچھی' ترا تماشا
پھڑکے ہے آنکھ ہر دم دل کو لگے ہیں دھڑکے

صنم بتا تو خدائی کا تجکو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

کہاں آتا ہے رحم اُس کو ستم کا جو مزا جانے
مرے کوئی جئے، صیاد ظالم کی بلا جانے
چھپی نہیں ہے حقیقت داغ دل میرے کی گلشن میں
وہ لالہ جانتا ہے باغباں جانے صبا جانے
بتنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا
قفس میں کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے

قیامت ہے ترا گھونگٹ کے اوٹوں میں اٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ہنسکر مٹک جانا
نہیں! تم سے چلی ہے ناز کی یہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکی نہ ملنا اور تھٹک جانا

محمد پناہ "پناہ"

تخلص - فکر شعر فارسی و ریختہ بہ تفنن می کند و گاھے از ملاقات سرور افزاے خاطر حزین می شود —

تری دو زلف سیہ کی قسم ھے اے دلبر
علاج جلد مرا کر اڑا ھے کالا ناگ

حسن کے دریا میں تیرے حلقۂ در کی قسم
ماھی دل کو مرے یہ زلف جالا ھوگیا

میر محمد میر "بندہ"

تخلص - مرد خوب است - اکثر مثنوی ھا بزبان ریختہ در مدائح ارباب دول تصنیف ساختہ، با فقیر ربط اخلاص می دارد - پیشتر تخلص خود 'میر' قرار دادہ بود، گفتم کہ میر محمد تقی 'میر' و میر محمد 'میر' ھمنام شما در ھندوستان اند، اشتراک تخلص خوب نیست، چہ جاے اشتراک نام و تخلص - آخر سخن بندہ قبول کردہ 'بندہ' تخلص خود مقرر ساخت، ازوست —

سرو شمشاد ھوگئے حیران
جب چمن میں ترا خرام ھوا

محمد حسین "بیخود" راست

ترا کیفی ھوں صہبا کی قسم ھے
جگر پُر خوں ھے مینا کی قسم ھے

محمد "برہان" راست

چہرۂ کبج کو جب بندھا' دے بل
ملک دل بیچ پڑگئی کھل بل
اپنے 'برہان' کی طرف پیارے
لطف سیں مہر سیں کرم سیں چل

"بیچارہ" راست

میر محمد تقی 'میر' می نویسد -

پی سے جدا ہونا نہ تھا' چاہا خدا کا یوں ہوا
جز صبر کچھ چارا نہیں 'بیچارہ' ہو رہنا پڑا

میر یوسف خان "بسمل"

تخلص - ہمراہ مبارز خاں بود' یار صحبت دلاور خاں نصرت است - ودیعت حیات نمود از اولاد واقربائے او در قلعۂ فرخ نگر بہ تقریب خدمت قلعہ داری آنجا اقامت دارند فکر شعر میکرد ازوست (هندی شعر درج نہیں ہے 'تحفۃالشعراء') —

باب الجیم

خان زادہ شیرافگن خاں- میاں'' جُگّن ''

مذاق سخن گوئی خوب می دارد - زاد گاهش خطهٔ هندوستان جنت نشان است - میر محمد تقی 'میر' در نکات الشعراء می نویسد—

اس دل مریض عشق کو آزار هی بهلا
چنگا هو تو ستم هے یه بیمار هی بهلا

میر شیر علی " جرأت "

بلبل هزار داستان سخن وری است - فتح علی خان می گوید که " 'جرأت' دل بستهٔ سهی قدان و زندانیِ حسن نیکو طلعتان بود - تحصیل کتب متداوله نموده ' شعر را کم می گفت و اگرمی گفت کم ترمی خواند' چه مطمح نظرش اکثر این بود که شعر می باید آمدنی باشد نه آوردنی - به فقیر اکثر ملاقات می کرد " - انتهی - الحاصل خوش گوے است - و شعر خوبے دارد ' این چند ابیات فتح علی خان می طرازد —

سنگ طفلاں دیکھکر کهاتے هسیں بولا یه قیس
یه دوانا کس طرح کهاتا هے پتھر واچهر ے

کیا اُس کے بیاباں کو اس ابر کی پروا ہے
گریہ سٹی مجنوں کے تر دامن صحرا ہے

نہ اپنے چھوٹنے کی کس طرح تدبیر میں رہئے
بہار آئی ہے کیونکر خانۂ زنجیر میں رہئے

دماغ گل پریشاں ان ترے نالوں سے ہوتا ہے
نہ کراتنا بھی اے بلبل تو فریاد و فغاں، چپ رہ

جعفر " زٹلی "

مردے دریدہ دھن و شوخ مزاج بودہ است، چنانچہ انداز شوخیش از کلامش ہویدا می شود - و پایۂ مزاج عالیش در اسم او پیدا می گردد - اشعارش عالم گیرو مستغنی از تحریر است ، مضامین صاف روز مرۂ او اکثر بہم مہر سند - محمد اعظم شاہ بادشاہ می گفت کہ اگر ' جعفر ' را ' زٹل' نبودے' ملک‌الشعرا بودے . حاشا کہ طرز روز مرۂ او طرز علیحدہ می دارد وچہ جولانی می نماید خود را بجاے از اسم ' زٹلی ' یاد کردہ مي گوید —

کشتی ' جعفر زٹلی! در بھنور افتادہ است
ڈبکو ڈبکو می کند از یک توجہ پار کن

در ' زٹلی‌نامۂ ' خود می گوید کہ —

رھی دھاک اورنگ‌شاہ ولی   در اقلیم دکھن پڑی کھلبلی
دریں پیر سالي و ضعف بدن   مچا ھی دیا چوکڑی در دکھن

در حق شهر بیجاپور می فرماید —

عجب روپ این شہر بیجا پر است
که هر برج او مثل بهیدسا سر است
عجب قلعهٔ دیده شد بے لگاؤ
که انگشت را نیست بروے تکاؤ

می گویند که هر گاه ' جعفر ' را چیزے درکار میشد بنام هر امیرے که می خواست دوبیت تعریف نوشته می فرستاد۔ اگر او عمل برآن فرموده چیزے عنایت کرد خیر ' ورنه در هجو او دفاتر سیاه می نمود - متصدیان و اهل خدمات چه بلکه ظل سبحانی از آتش زبانی او مثل بید میلرزیدند (نقلست) که روزے درخانهٔ امیرے رفت وفرد احوال خود نوشته گذرانید' او چندان ملتفت نشد' بلکه باستکراه فرد را واپس داد - جعفر آن فرد روبروے آن امیر پاره کرده بیرون آمد - حضار مجلس امیر را ازحال 'جعفر' آگاه کردند و از مزاج او اطلاع دادند- امیر رابعداصغاے این کلمات بدلے هولے پیدا شد' وجعفر راز اثناے راه طلبیداشت و معذرت نمود که هیهات قدر او نشنا ختم - ' جعفر' در جواب گفت چه مضایقه' تقصیر ملازمان سامی نیست من پیشی بدادم حضرت پس بدادند من چاک نمودم - الحا صل امیر باین کلمهٔ مزید اکتفا غنیمت پنداشته بوجه معقول رخصت نمود - نیز میگویند که ' مها سنگ' نام محررے بجهة حظ دنیوی وتحریص در کار 'جعفر' قصور کرد و خواهان تحریر خود شد ' جعفر بر پشت نوشته فرستاد —

مہا سنگ جی تم بڑے ڈھینگ ھو
کرو پنکھیا بھول کے سینگ ھو
وایں چوک جیوں فوک رکھتے رھو
ککوڑوں مکوڑوں کو چکھتے رھو
نظر مت کرو سات اور پانچ پر
مبادا کہ زور آپڑے کانچ پر

روزے سجع محمد اشرف نام باین طریق گفته برد کہ؛ ع

محمد اشرف پیغمبران است

میگویند کہ محمد اشرف مزکور التفات نکرد و تحسین بشعر جعفر نہ نمود ، جعفر رنجیدہ این مصراع بداھۃً گفت؛ ع

نہ این اشرف کہ مردود زمان است

در حق خود می گوید و حرف حق بزبان می آرد — رباعی

جعفر زٹلی از لب تو ...ت بہتر است
در آبداری سلطنت موت بہتر است
در حق بندگان خدا انچہ گفتۂ
لاحول می‌کنم کہ زتو بھوت بہتر است

وقائع و رقعاتش مشہور آفاق است ، این یک بیت بنا بر ضابطہ بقلم می آید -

زرداری و یک پیسہ دھی در رہ مولی
از حضرت حق اجر بہ پھسلوہ نباشد

باب الدال

محمد فقیه "درد مند"

از تلامذۂ میرزا 'مظهر' سلمه‌الله تعالیٰ' در سخن رتبۂ بلند و پایه ارجمند میدارد- اشعار فارسیش بین‌الجمهور مشهور است- میر صاحب 'آزاد' مد ظله الله تعالی در ترجمۂ 'درد مند' می طرازد" که مولد فقیه صاحب اودگیر از توابع محمد آباد بیدر است' در صغر سن همراه والد خود مطابق سنة ست و ثلثین و مائة و الف از دکن بدارالخلافة شاهجهاں آباد رسید و در ظل عاطفت شاه ولی الله نبیرۂ شاه‌گل متخلص به"وحدت" سر هندي قدس‌الله اسرارهما جا گرفت' و به تهذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید' بعد چندے والد او رخت زندگانی بربست' میرزا جان جاں 'مظهر' سلمه‌الله تعالیٰ او را در سایۂ شفقت خود گرفت و به همین عنایت و تربیت ایشاں مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایسته بهم رسانید- و میرزا در حق او گوید -

'مظهر' مباش غافل از احوال 'درد مند'

لعلے ست این که در گره روزگار نیست

انتهی- ساقی نامۂ او طرفه صفاے و نمکے می دارد' این چند بیت ازو در خور حوصلۂ خود انتخاب داده التقاط یافت -

ارے ساقی اے جان فصل بہار
یہی تھا ہمارا و تیرا قرار
ہماری بِسرنیں* کی یہ فصل ہے
فراموش کرنے کی یہ فصل ہے
کہ میں جاں بلب ہوں پیالے کی طرح
لگی ہے مجھے آگ لالے کی طرح
ادا سے اٹھکنے کی تجکو قسم
نشے سے بھٹکنے کی تجکو قسم
تجھے وعدہ کر بھول جانے کی سوں
تجھے اپنے سوگند کھانے کی سوں
جو تو نے کیا مے کو مجھہ پر حرام
تو اتنا کر اے ظالموں کے امام
کہ اس سرکشی سیں نہ کر پائمال
مرے خوں کو مے کی طرح کر حلال
تری جان کی سوں خدمت ہوں میں
سلیقوں میں پیارے قیامت ہوں میں
مرا عقل میں کوئی انباز ہے
ارسطو مرا اک دوا ساز ہے
نظر کو کرو ٹک چمن کی طرف
شگوفے کو مستی سے آیا ہے کف

---

* بِسرنے

چمن میں بھرا ہے نشہ یہاں تلک
کہ نرگس کی جاتی ہے گردن ڈھلک
ہوا گرم جوشی کا از بس رواج
دل اس طرح پگھلا ہے پھولوں کا آج
کہ سکتے ہیں دھو داغ لالے تئیں
جیسے گرد تھوے کی پیالے تئیں
عزیزاں! تغافل کا ہے کام نہیں
مگر تم کو گل سات کچھہ کام نہیں
یہ دن کچھہ غنیمت نہیں جانتے
مری عرض یارو نہیں مانتے
ارے ظالمو! مفت ہے یہ بہار
کہاں یہ نشہ پھر کہاں یہ خمار
فرصت نفس بر آب ہے یہ جہاں
تک یک آن میں ہم کہاں، تم کہاں
اسیری کے ایام کیا خوب تھے
خصوصاً مرے دل کو مرغوب تھے

مصرعۂ اجزاے این بیت خلاف روز مرۂ ہندوستان است و از جدا خواندن این بیت درین ولا خود ثابت می شود -

ارے زاہدو مکروں کے امام
ارے آب انگور تجھہ پر حرام
کہاں جانتا ہے تو اسرار مے
فکر بیوقوفی سے . انکار مے

یہ وو آب هے جس سے آتش ڈرے
هزار الاماں جس سے دوزخ کرے
جو کوئی شخص پانی سے بیزار هے
یقیں هے کہ آگ اُس کو درکار هے
یہ محشر کے دن تیرے شانے سے رہیں
بلا ے سیہ هو کے آوے گی پیش
جلاویں گے روز قیامت کے تئیں
یہ مسواک ہے تیرے قامت کے تئیں
ستانا ترا ان سے کیا دور هے
کہ سب طرح سے مست مغرور هے
ارے مطرب اے دردمندوں کی جان!
کبھوں تو کہا بےنواؤں کا مان
تغافل کے هاتھوں سے طنبور وار
گریباں کو میرے نہ کر تار تار
لگی هے مجھے پیاس اب آگ کی
گلو گیر هے تشنگی راگ کی
نہ چھوڑ اس طرح پیاس کے حال میں
ڈبو دے مجھے راگ کے تال میں
پڑا آج کی رات یوں اتفاق کہ سب هوگئے جمع اهل نفاق
شب خوں کو لشکر کہ خواب پر
سبھی جا کے بیٹھے لب آب پر
مرا جی گیا ڈوب مہتاب دیکھہ
جیسے مرگی والے کا جی آب دیکھہ

عداوت کی کب چاند سیں تھی اُمید
و لیکن ہوا مجھکو معلوم بھید
کہ واقع ہوے ہم سیں از بس گناہ
کئے نامہ کی طرح چہرے سیاہ
ہوے سب طرح مستحق عقاب
تو لازم ہوئی اب نزول عذاب
و لیکن خدا بھیجتا تھا سدا
مناسب ہر یک قوم کے یک بلا
نبی کی ہوئی بسکہ حرمت ضرور
ہوا تس کی امت پہ طوفان نور

اشعار ریختۂ او بجز این دوسہ بیت کہ در تذکرۂ فتح‌علی خان ثبت بود، بنظر نرسید - این است — (رباعی)

کہسار سیں جا گر اھے ناحق کے تئیں
پرویز سے جا بھڑا ھے ناحق کے تئیں
کوئی تکڑّ پہاڑ سے لیتا ھے
فرھاد کا سر پھرا ھے ناحق کے تئیں

ھے غم سے رقیبوں کے مرا دل نا شاد
اِس دھڑکےسے جاتے ھیں سبھی عیش‌بباد
پرویز کے شیشہ خانۂ عشرت پر
سنگ آیا، ولیک سخت آیا فرھاد

فضل علی " دانا "

ریزہ چین مائدۂ شیخ شرف‌الدین ' مضمون' است ' و طبع بلندش موزون - این ابیات از هر دو تذکرہ می آرد :—

نہ چاٹے خون کو جس روز مہرے' اُس کو فاقہ ہے
رگ گردن سے میری اُس کے خنجر کو علاقہ ہے

دل میں ہر ایک کے سودا ہے خریداری کا
یوسف مصر مگر تو ہی ہے اے یار عزیز

پھر صورت خدا کو دیکھنا عنوان ہے میرا
یہی تو حید میں مصرع سر دیوان ہے میرا

خواجہ میر " درد "

تخلص - سخن اش درد آمیز ' و شعرش شور انگیز است - میر محمد تقی ' میر ' در ' نکات‌الشعرا ' احوالش بہ طمطراق می نویسد - شاہ عبدالحکیم ' حاکم' تخلص سلمہ اللہ تعالیٰ در تذکرۂ ' مردم دیدہ ' بترجمۂ خواجہ میر ' درد' می طرازد و عبارت سراج‌الدین علی خان 'آرزو' کہ در تذکرۂ 'مجمع النفائس' تالیف خود نوشتہ تحریر ساختہ. فقیر ہم ہر دو ترجمہ را در این‌جا الحاق می نماید - خان' آرزو ' گوید کہ " خواجہ میر ' درد ' تخلص پسر جناب عرفان مآب خواجہ محمد ' ناصر ' است - سلمہ ر بہ سلسلۂ آبائے او بلا شبہہ بحضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس سرہ ' میرسد - از بزرگی و کمال او چہ توان نوشت ' علی الخصوص والد بزرگوار او خواجہ محمد ' ناصر' کہ امروز شمس فلک ہدایت است - الغرض خواجہ میر 'درد' جوانے است خیلے

صاحب فهم وذکا ، با شعر ربط بسیار دارد ، سیّما ازریختۂکه الحال‌در هندوستان رواج دارد - فارسي هم‌خوب می گوید ، چه بسیار بمذاق آشنا است ، بالقوه اش انچه در یافته می‌شود اگر بفعل آید ، انشاء الله‌تعالی از جملۂ آنها می شود که در فن تصوف نامند بزبان فارسی-رباعی اکثرمی‌گوید و خوب می گوید- و باین عاجز ربط خاص‌دارد و خیلے شفقت براحوال این‌عاجز می نماید ،، - انتہی کلامہ - شاہ عبدالحکیم ' حاکم ' می گوید که ,, این 'عزیز بزرگ عالی دود مان را فقیر مکرر بخانۂخان 'آرزو' روز مراختہ یعنے صحبت ریختہ گویان هندی که در پانزدهم هر ماهی مقرر بود' دیده ام - بسیار خلیق و متواضع ' صاحب معنی به نظر درآمد' و بروزن مثنوی رباعیہاے مودانه خوب خوب می‌گوید 'واشعار فارسیش که‌خان 'آرزو ' نوشته خالی‌ازتلاش معانی نیست ،، -بطرت میر صاحب'آزاد 'سلمہ‌الله‌تعالی شنیده که 'میر 'درد' سال‌گزشته‌درهرماهوار*رسیده‌باراده(شعائرحج)برخواست 'لاکن فقیر آن بزرگ را در جهاز و هم در کعبه شریف ندیده ' شاید برسال آینده موقوف داشته باشد ' هر جا که باشد سلامت باشد ،، - انتہی - خدا کندکه خواجه‌میر 'درد ' راگذر برین شهر افته ' و ازین احقر ملاقات‌رو دهد که ملاقات مثل این کسان ازجملۂ عبادات است - الحاصل خواجه میر ' درد' صاحب تلاش مضامین رنگین است ' این چند اشعار آبدار که در هر دو تذکره تحریر اند ' دل نظارگیان را درد ے می بخشند —

* غالباً صحیح "در برهان پور" ہوگا —

مژگاں تر ہوں یا رگ تاک بریدہ ہوں
جو کچھہ کہو سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

شعرائے خجستہ بنیاد این مصراع آخری را مسخ نمودہ چنین قرار دادہ اند (ع) :

القصہ ہوں سو ہوں غرض الفت رسیدہ ہوں

و بعضے موروثان* آن تمام مصرع را بحال داشتہ بجاے 'آفت' 'الفت' اصلاح دادہ اند —

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا
ہے کیمیا سے بہتر دل کا گداز کرنا
ہم جانتے نہیں ہیں اے 'درد' کیا ہے کعبہ
جیدھر پھریں وو ابرو اودھر نماز کرنا

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے ہو گئے بدن خالی
جس طرف تونے آنکھہ بھر دیکھا
نالہ، فریاد، آہ اور زاری
آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا

---

* مراد مصحفی

دیکھئے غم سے اب کے جیو مرا
نہ بچے گا، بچے گا کیا ہوگا
دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں
کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا
قتل میرے سے وہ جو باز رہا
کسی بدخواہ نے کہا ہوگا
دل بھی اے 'درد' قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

کبھو خوش بھی کیا ہے جیو کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا
بجھے شعلے بھی کتنے، کتنی ہی موجیں مٹیں یارب
کبھو دل کی بھی ہوگا کام آخر اضطرابی کا
شرار و برق کی سی بھی نہیں یہاں فرصت ہستی
دیا ہم کو فلک نے* کام جو کچھ تھا شتابی کا
زمانے کی نہ دیکھی جرعہ ریزی 'درد' کچھ تونے
ملایا مثل مینا خاک میں خوں ہر شرابی کا

عاشق بیدل ترا یہاں تک تو جیو سے سیر تھا
زندگی کا اُس کو جو دم تھا دم شمشیر تھا
کی تو تھی تاثیر آہ آتشیں نے اُس کو بھی
جب تلک پہنچے ہی پہنچے خاک کا یہاں ڈھیر تھا

---

* (ن) فلک نے ہم کو سونپا

حرص کرواتی ھے روبہ بازیاں سب، ورنہ یہاں
اپنے اپنے بوریے پر جو گدا تھا، شیر تھا
شیخ کعبہ ھوکے پہنچا ھم کنشت دل میں ھو
'درد' منزل ایک تھی تک راہ کا ھی پھیر تھا

اگر یوں ھی یہ دل ستاتا رھے گا
تو یک دن مرا جیو ھی جاتا رھے گا
میں جاتا ھوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھکو دلاتا رھے گا
خفا ھوکے اے 'درد' مر تو چلا تو
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رھے گا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاھوں اور کو تو یہ مجھہ سے نہ ھو سکا
گو نالہ نارسا ھو، نہ ھو آہ میں اثر
میں نے تو در گذر نہ کی، جو مجھہ سے ھو سکا
جوں شمع روتے روتے ھی گذری تمام عمر
تو بھی تو 'درد' داغ دل اپنا نہ دھو سکا

انداز وو ھی سمجھے مرے دل کی آہ کا
زخمی جو کوئی ھوا ھو کسی کی نگاہ کا
دل! اُس مژہ سے رکھیو نہ تو چشم راستی
اے بے خبر برا ھے یہ فرقہ سپاہ کا
ھر چند فسق میں ھیں ھزاروں ھی لذتیں
لیکن عجب مزہ ھے فقط جیو کی چاہ کا

شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں
نہ تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا
تو ہی نہ اگر ملا کرے گا
عاشق پھر جیو کے کیا کرے گا
اپنی آنکھوں میں اُس کے تئیں دیکھوں
ایسا بھی کبھی خدا کرے گا

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
اُفتادہ ہوں پہ سایۂ قد کشیدہ ہوں
ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں
یہ چاہتی ہے اب طپش دل کہ بعد مرگ
کنج مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں
اے 'درد' جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غم زدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

نہ ملئیے یار سے تو دل کو کب آرام ہوتا ہے
وگر ملئیے تو مشکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا ہے
یہ حسن و عشق مل سمجھیں گے یا آپس میں خوں ہوگا
پر ان دونوں کے اُلجھیڑے میں میرا کام ہوتا ہے

نے خانۂ خدا ہے' نہ ہے یہ بتاں کا گھر
رہتا ہے کون اس دل خانہ خراب میں
میں اور مجھ سے ' درد ' خریداری بتاں
ہے ایک دل بساط میں سو کس حساب میں

ہم کس ہوس کی آنکھ سے فلک جست وجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں
مٹ جائیں ایک دم میں یہ کثرت نمائیاں
گر آئینے کے سامنے ہم آ کے ہو کریں
تر دامنی پہ شیخ ! ہماری نجا، ابھی
دامن نچوڑئے تو فرشتے وضو کریں
ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدان شہر
اے 'درد' آ کے بیعت دست سبو کریں

اُن نے کہا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ہوں تب سے میں اپنی خبر کہیں
آ جائے ایسے جینے سے اپنا تو جی بتنگ
جیتا رہیگا کب تلک اے خضر مر کہیں
مدت تلک جہان میں ہنستے پھرا کئے
جی ہو میں ہے خوب روئیے اب بیٹھ کر کہیں
پھرتے تو ہو بنا کے سج اپنی جدھر تدھر
لگ جاوے دیکھیو نہ کسی کی نظر کہیں
دل تھا تو سو وو بھی ہو ہی چکا صرف داغ سب
بہتا پھرے ہے خوں میں کہیں کا جگر کہیں
پوچھا میں 'درد' سے کہ بتا تو سہی مجھے
اے خانماں خراب ترا بھی ہے گھر کہیں
کہنے لگا مکان معین فقیر کو
لازم ہے کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو ہر کہیں

" درویش هر کبھا کہ شب آمد سرائے اوست"
تو نے سنا نہیں ہے یہ مصرع مگر کہیں

مست ہوں پیرمغاں کیا مجکو فرماتا ہے تو
پاے بوس خم کروں ' یا دست بوسی سبو
ٹال دینا اُس کو نت ہر طرح جیوں قبلہ‌نما
پھر مجھے پھر پھر کے آ رہنا اُسی کے روبرو

اپنے بندوں پہ جو کچھہ چاہو سو بیداد کرو
یہ نہ آ جاے کہیں جی میں کہ آزاد کرو

ربط ہے ناز بتاں کو تو مری جان کے ساتھہ
جی ہے وابستہ مرا اُن کی ہر ایک آن کے ساتھہ
اپنے ہاتھوں ہی سے میں زور کا دیوانہ ہوں
رات دن کُشتی ہی رہتی ہے گریبان کے ساتھہ
گر مسیحا نفسی ہے بھی مطرب توخیر
جی ہی جاتے ہیں چلے تیری ہرایک تان کے ساتھہ

جی کی جی میں رہی کچھہ بات نہ‌ہونے پائی
ایک بھی اُس سے ملاقات نہ ہونے پائی
دید و وادید تو ہوئی دور سے میری اُس کی
پر جو میں چاہوں تھا وو بات نہ ہونے پائی
اُٹھہ چلے شیخ جی تم مجلس رنداں سےشتاب
ہم سے کچھہ خوب مدا رات نہ ہو نے پائی
جی میں مرکوز جو تھی آپ کی خدمت گاری
سو تو اے قبلۂ حاجات نہ ہو نے پائی

فرصت زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے
دین و دنیا میں توہی ظاہر ہے
دونوں عالم کا ایک عالم ہے
اپنے نزدیک باغ میں تجھہ بن
ہر شجر ہے سو نخل ماتم ہے
'درد' کا حال کچھہ نہ پوچھو تم
وو ہی رونا ہے نت ' وہی غم ہے

یارب سپہر اتنی تو اب در گزر کرے
کوئی خانماں خراب کسو دل میں گھر کرے

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے
زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے
تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے ' اگر آرزو ہے
غنیمت ہے یہ دید و وادید یاراں
جہاں آنکھہ مندگئی نہ میں ہوں نہ تو ہے

روندے ہے نقش پاکی طرح خلق یہاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے
اے گل تو رخت باندھہ اُٹھاؤں میں آشیاں
گل چیں تجھے نہ دیکھہ سکے ' باغباں مجھے
پتھر تلے کا ہات ہے غفلت کے ہات دل
سنگ گراں ہوئی ہے یہ خواب گراں مجھے

آنکھوں کی راہ ہردم اب خون ہی رواں ہے
جو کچھ ہے دل میں میرے منہ پر مرے عیاں ہے
آہوں کی کش مکش میں کہیں دیکھیو نہ ٹوٹے
تارِ نفس سے اے دل وابستہ میری جاں ہے
یہ راہ خاکساری سر سیں میں قطع کی ہے
نقش جبیں ہے میرا ، ہر نقشِ پا جہاں ہے
مت موت کی تمنا اے ' درد ' ہر گھڑی کر
دنیا کو دیکھ تو سہی ' تُو تو ابھی جواں ہے

کب ترا دیوانہ آوے قید میں تدبیر سے
جیوں صدا نکلا ہی چاہے خانۂ زنجیر سے

' درد ' اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے
فرسودگی ہے رشتۂ تسبیح کا حصول
دل میں کسو کے آہ کوئی راہ کیا کرے
دل دے چکا ہوں اُس بت کافر کے ہات میں
اب میرے حق میں دیکھئے اللہ کیا کرے

گر خاک مری سرمۂ ابصار نہ ہووے
تو کوئی نظر قابل دیدار نہ ہووے
گذرے نہ ترے سامنے سے کوئی کہ وہ بھی
شیشے کی طرح دل کے نگہ پار نہ ہووے
ہاں ویسے مجھ کو ہے اظہار مدعا
ایسا نہیں جو دیکھو اظہار نہ ہووے

دل! ویسے ستمگار سے اظہار محبت
ایسا کہیں پھر دیکھیو زنہار نہ ہووے

دیکھ لوں گا میں اُسے دیکھتے مرتے مرتے
یا نکل جاے گا جی نالے ہی کرتے کرتے
لا گلابی دے مجھے ساقی کہ یہاں مجلس ہی
خالی ہوئی جاے ہے پیمانہ ہی بھرتے بھرتے
'درد' جیوں نقش قدم تھا سر رہ پر اس کی
مت گیا اوروں کے ہی پاؤں کے دھرتے دھرتے

وحدت میں ہر طرف ترے جلوے دکھادیے
پردے تعیّنات کے جو تھے اُٹھا دیے
یارب تھے کیا خرام وہ' جن نے ایک آن میں
کتنے ہی مُردے حشر سے آگے جلا دیے
سیلاب اشک گرم نے اعضا مرے تمام
اے 'درد' کچھ بہا دیے اور کچھ جلادیے

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

فلک پر کون کہتا ہے گذر آہ سحر کرنا
جہاں جی چاہے وہاں جا' پر کسو دل میں اثر کرنا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا
رات محفل میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے مونھ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

محتسب! سنگ جفا سے ترے میخانے میں
کون سا دل تھا کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا
باوجودیکہ پر و بال نہیں آدم کے
وہاں تو پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا
یار نے 'درد' سے ملنے کا برا کیوں مانا
اُس کو کچھ اور بجز دید کے منظور نہ تھا

اے نور نظر ترا تصور — تھا پیش قدم جدھر گئے ہم

کوہ کن سے نہ بول اے پرویز — اُس کے تیشے کی یہاں زبان ہے تیز
ساقی! اب سب پکارتے ہوں گے — تیرے ہاتھوں ستی بریز بریز

ہے غلط گر گمان میں کچھ ہے — تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ہے
دل تو تیرا ہی رنگ سکھا ہے — آن میں کچھ ہے، آن میں کچھ ہے

نزع میں ہوں پہ وہی نالے کیے جاتا ہوں
مرتے مرتے بھی ترے غم کو لئے جاتا ہوں

'درد' اس جہاں کی دید کو مفت نظر سمجھ
پھر دیکھنے کا نہیں تو اس عالم کو خواب میں

کوئی دم جو چپ رہا تھا، میں جانا کہ مرگیا
اے وائے 'درد' تو نے پھر اب نالہ سر کیا
ساقی! ہوائے ابر میں رو رو کے تجھ بغیر
ایسا ہوا کبھی نہ کہ دامن نتھر گیا

کرم اللہ خان ''درد''

بلبلے است ہزار داستان، و طوطیے ست رطب البیان
مشہور زادۂ امیر خان 'انجام' می شود، این اشعار از ہر ا

تذکرہ می نویسد :—

مرے سینے میں ہر یک سانس ہوکر پھانس کسکی ہے
خلش دل کا نکل جاوے تو کیا آرام ہوجاوے

عشق کی آگ لگی ہے مرے اب جان کے بیچ
شمع سا جل کے بجھوں گا ابھی ایک آن کے بیچ
میں دوانا ہوں ترا، مجھ کو نہ مار اے ظالم
قتل مجنوں کا پڑھا ہے، کہیں قرآن کے بیچ
عقل اور ہوش گیا دیکھ کے غمزے کی فوج
ایک دل آڑ کے رہا عشق کے میدان کے بیچ
یے وو آنکھیں ہیں جو دریا ستی لیتی تھیں خراج
اب تو نم بھی نہیں اِن دیدۂ گریان کے بیچ
سامنے ہوتے ہی پھر نعش نہ پائی دل کی
بٹ گیا نوک سناں پر صف مژگان کے بیچ
زخم دل ہونے دے ناسور، نہ کر اُس کا علاج
'درد' میں جو کہ مزا ہے نہیں درمان کے بیچ

میرزا داؤد "داؤد"

تخلص - شاعریست ادا بند و موجد خیالات ارجمند - شکر بیانی از سخنش پیدا، و خوش المعانی از نامش ہویدا است - در ریختہ اکثر تتبع 'ولی' می نماید و می گوید :-

سند ہو بس ہے تجھے مصرع 'ولی' 'داود'
کہ تجھ کو شور تہامعں سے ہے نہار کیا

و نیز جاے می نویسد :-

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر
تجھ طبع میں 'داؤد' 'ولی' کا اثر آیا

بزبانی مرزا جمال الله "عشق" تخلص ' که حلف الصدق او می شود' معلوم شد که ' میرزاداود ' در سنۃ سبع و خمسین و مائۃوالف وفات یافت - راقم سطور می گوید ' تاریخ ' :—

باہل گلزار معنی طوطی رنگین بیان
از قم آباد جہان بگذشت چون تیر از کمان
مصرع تاریخ فوتش گفت از من ہاتفے
که " برفته میرزا ' داؤد ' از فانی جہان"

دیوانش قریب پانصد بیت بنظر در آمد - این چند ابیات از و انتخاب یافت : —

عزیزاں! خواب میں دیکھاہوں آج اُس سروقامت کو
ہوا معلوم وقت آیا ہے میری سر فرازی کا

مسند ہے اہل دل کو بساط زمیں کا فرش
ہے بے رہا کو بوئے رہا نقش بوریا

مجھے طومار لکھنا ہے وو زلف عنبریں مو کا
قلم کیوں نا کروں اے باغباں اب شاخ شبو کا

قانون شفا نطق میں ہے یار کے موجود
اے دل نہ ہو محتاج طبیباں کی دوا کا

ہوا ہے ابر گریاں دیکھ میری چشم گریاں کو
پڑا ہے شور دریا میں مرے اس اشک جاری کا

لالہ رو کو دیکھ کر لالہ کا پھول　　داغ دل لے ہات دکھلانے لگا
عاقبت اُس سنگ دل کے جور سوں　　دل کا مینا ... کذہ .... لگا
ہجر میں ابرو کے ابر چشم آج　　اشک کا برسات برسانے لگا
تجھ ابروے کج راہ کے پیچ میں　　............. آج بل کھانے لگا

مجھ بزم میں رقیب! عبث سرکشی نہ کر
شعلہ بڑا ہے شمع پہ مجھ سوز آہ کا

جس بوستاں میں وو گل رخسار ہوئے گا
بلبل بہار گل ستی بیزار ہوئے گا

سرمہ لگا نین میں کہتا ہے یوں وو دلبر
عشاق بے خطا پر اب زور وار ہو گا (۹)

بجھائے محتسب کے سر اُپر آج　　مجھے اب پھوڑنا بھرے کا مٹکا

اس صنم کے خیال ابرو نے　　نا تواں مجکو جیوں ہلال کیا

یہ جام چشم مست جسے تم دکھاؤ گے
تا حشر اس کو ہوش سے اس کے بھلاؤ گے
دانہ دکھا کے خال کا جس کو دئے ہوچات
آخر کو دام زلف میں اُس کو پھنساؤ گے

خط سبز رنگ نہیں رخ پہ صنم کے آغاز
مور نے ملک سلیمان کو تسخیر کیا

دیکھ تجھ جام چشم کا ایک دور
دل کے تئیں نشۂ شراب ہوا

لکھتا ہوں جب سے تجھ لب شیریں کے وصف کوں
مجھ ہات میں تدھاں سیں قلم نیشکر ہوا
آیا ہے بزم میں جب ستیں وو صندلی قبا
'داود' تب سوں رفع مرا درد سر ہوا

نیں سہلا کے داغ ترے مکھ پر اے صنم
آئینہ تجھ جمال کا جوہر نما ہوا

دیکھ کر خط سبز کو تیرے   تھا شرابی سو سبزہ نوش ہوا

کاش ہم بھی خوں میں ہوتے غرق   جب حسین علی شہید ہوا

جب سوں کیا لباس وو گل پھرہن ہرا
یکبار گی دکھا کے چھب عاشق کا من ہرا

آتش عشق سوں ترے جل جل   دل ہوا دل ہوا کباب کباب

رنگ کاغذ ہوا ہے فاختئی   جب لکھوں سرو قد کے تئیں مکتوب

دیکھ تیرے لبوں کا رنگ مسی   چشمۂ خضر پر پڑا ظلمات
دل پر خوں مرا بر نگ حنا   لے گیا گلبدن نے ہاتھوں ہات
دست رنگیں کو دیکھ کر تیرے   رنگ مہندی چھپا ہے پانوں بات

ہر جا ہے برگ گل سوں کفن اُس کو ہو نصیب
جو کوئی ہوا شہید وہ گلگوں (قبا او) پر
کہتے ہیں عاشقاں تو مرا حال دیکھ کر
شاید ....

کیونکہ سیر چاندنی کرنے کو نکلے وو صنم
دیکھنے مہ کا تماشا آفتاب آتا نہیں

مجھ پر سوں بوسے مے اگر آوے عجب نہیں
اُس چشم پُر خمار کو دیکھا ہوں خواب میں

لے گیا دل کو دلربائی سوں   مہر زائی نے مہر زائی سوں
کیوں نگہ کا قدم رہے بر جا   مکھ پہ تیرے صنم صفائی سوں

کرو مت وعدۂ کل، جان من! عشاق بیکل ہیں
جو آپی کل سوں بیکل ہے اُسے کیا کام ہے کل سیں

مرا احوال چشم یار سے پوچھ   حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ
مرے حال پریشاں کی حقیقت   صنم کے زلف کے ہر تار سے پوچھ
مری ہر یک صدائے آہ کا پیچ   سجن کے چہرۂ بلدار سے پوچھ

تیمم اُس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ہے
کیا ہے جس نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

محمد مصطفیٰ کی یاد سیتی   مرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

روز دیتا ہے تاؤ سونے کو   شوخ زرگر پسر میں کیا فن ہے

ہوا ہوں چارچشم اب عاشقی میں   مجھے اُس چار ابرو کی قسم ہے

اے زاہداں! اُٹھاؤ جبیں کو زمین سے
جو سر نوشت ہے اُسے کاں لگ مٹاؤ گے

گل بدن، ہنستا ہے مجھ رونے کو دیکھ   خندۂ گل گریۂ شبنم ہوا

آباد کیوں نہ یاد علی میں رہوں مدام
روز ازل سیں دل ہے مرا مرتضیٰ نگر

شاہ خیبر کشا کی یاد ستی   دل مرا کرم سیں (؟) ہوا یارو

یاد کرنے سے گلرخاں کے سدا گلشن آباد دل ہوا میرا

اُسی کے نام سے ....

عجب طرح سے چڑھے جیوں کمان ملتانی

ہے شراب و کباب و فصل بہار کوی اس وقت موں پیا لا دو

زرگرا! اب مجھہ سے زرگری مت کر بھاؤ بڑا شتاب سونے کا

این بیت میرتقی ' میر ' و ' فتح علی خان ' بنامش میکرد :-

زلف دلبر سے مجکو سودا ہے لوگ کہتے ہیں تجکو سودا ہے

میر دولت علی ' " دولت "

تخلص - ذهن رسا و فکر آسمان پیما می دارد - مظہر علی شاہ خطاب ' بخشیدۂ مرشد اوست. نہال هستیش در چمنستان ' آسیر ' زیب طراوت پذیرفته ' درین ولا بمقتضاے آب و خورد وارد این شہر گردیدہ بود ' فقیر دولت خدا داد را غنیمت پنداشته ' بملاقات فائز شدہ ' ربط تمام پیدا کرد - و ' دولت ' هم چند مرتبه غریب خانه را دولت خانۂ خود دانسته از راہ بندہ نوازی تشریف ارزانی فرمود ' و اکثر ریختہہاے فقیر را تتبع نمود - چنانچه جائے می گوید :—

نقش ہے دل پہ مرے مصرع ' صاحب ' ' دولت '

کہا ہوا بات ہماری جو نہ مانے بہزار

وقتیکه از فقیر رخصت شدہ ' عازم بطرف ' برہان پور ' شد ' این مصرع بدا ہۃً گفت :- (مصراع)

" دولت کو دل سے اپنے ' صاحب ' نہ بھول جانا "

حق سبحانه صحیح و سلامت ایشان را بمکان خود رسانیدہ

باز ملاقات بخوشی و بفرحت کناد - این چند اشعار آبدار از نتائج افکار اوست :—

ہر آن گریہ کرنا، ہر دم میں آہ بھرنا
گر صبح ہے تو یہ ہے، اور شام ہے تو یہ ہے
سب بلبلوں سے اول ہم کو تو ذبح کرنا
صیاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہ ہے

یارو قسم ہے تم کو کہیں جست وجو کرو
قاتل مرے کو مجھ سے ذرا رو برو کرو
چاہو نماز حضرت گُل کی کرو ادا
اے بلبلو! تم اشک سے اول وضو کرو
اُس چشم مے پرست کا مارا گیا ہے جو
لازم ہے اس کی خاک سے خم یا سبو کرو
ہم کو ہمارے یار کے جلوے سے کام ہے
اے زاہدو بہشت کی تم آرزو کرو

لب و رخسار اور قد و قامت دیکھ سب غنچے مسکراتے ہیں

مجلس سیں نہ جا پیارے! تجھ رخ کی تجلّی سے
ہوئیں گی شمع پانی، جل جاے گا پروانہ
اسلام سے نہیں مقصد اور کفر سے نہیں مطلب
منظور مرے دل کو ہے جلوۂ جانانہ

سوتا تھا مست ناز اُسے کوئی جگا دیا
کیا عالم بہار خدا نے دکھا دیا

خوف ہے مجکو مبادا کہ دوانی ہوئے
صورت اُس کی نہ زلیخا کو دکھا دے بہزاد
جاے نامے کے میں اُس یار کے تئیں بھیجوں گا
کھینچ تصویر کو 'دولت' کی لے آئا بہزاد

اس غم کی کس مکھ میں روتے ہی عمر گذری
کیا یاد میں کروں گا خوبی سے اس جہاں کو

لاله فہال کرن " داغ "

تخلص - ریختہ را ہموار می گوید و مضامین تازہ بقیہ نظم می آرد - محرر این کلمات بواسطۂ 'میر ایوب' کہ احوالش مفصلاً تحریر یافتہ' بملا قات او پیوست ' صحبت خوب بر آمد - رنگین مزاج و کنایہ فہم بنظر رسید - گاہ گاہ بغریب خانہ می‌آمد و اشعار خود می خوا ند - حق سبحانہ سلامت دارد - قبل از ین' رفعت' تخلص خود می نمود ' چون مخلص والا گو(ہر) 'لاله' است:گفتم بجہت 'لاله' تخلص 'رفعت' مطبوع نمی دانم؛ اگر 'مشفق' یا 'داغ' تخلص قرار دهند اولیٰ است - زیرا کہ تخلص ' مشفق ' بتخلص احقر کہ ' صاحب ' است و لاله می پیوندد و تخلص ' داغ ' هم بجہة لاله مناسب بنظر می آید- از انجا کہ درین زمان لفظ مشفق اصطلاحے در رندان پیدا گشتہ' قبول نکرد و تخلص ' داغ ' با شارۂ فقیر بر گزید —

لاله را نازم کہ او با داغ مے روید زخاک
خاک بادا بر سر عشقے کہ مادر زاد نیست

نازک خیالان سخن‌را از رنگین بیانی خود داغ بدل می‌دهد:۔

دور تے دور تے تجھہ رہ میں مرے متوا لیے!
دانۂ تاک سے پاؤں میں پڑے ھیں چھا لے
انتظاری سے تری اے گل پر کیفیت
دیدۂ نرگس فتّان میں بھرے ھیں جا لے

اگر بجاے 'پرکیفیت' 'نسرین رخسار' می گفت خوب است۔

ھات مت ڈال میاں بالوں میں اپنے سر کے
ناگ بیٹھے ھیں پٹاری میں زھر کے پالے
دیکھہ کر داغ سیہ دست حنائی میں سجن!
لالہ رویوں کے جہاں بیچ ھوے دل کالے

دل آج درد سر سے پژمردہ جیوں کلی ھے
شاید سجن کے سر پر دستار صندلی ھے

پیش مصراع چنین بخاطر میر سد : (ع)—

دل کو یہ درد سر سے جیوں یار بیکلی ھے

باب الہا

ہدایت اللہ "ہدایت"

از شاہجہان آباد است ، مذاق سخن گوئی درست می دارد و مشق سخن از 'خواجہ میر درد' می کند - این اشعار درہر دو تذکرہ مندرج اند:—

بھلا بتا تو مری جان! کچھ 'ہدایت' نے
تمھارے جور سے شکوہ کبھو کیا ہو گا
مگر یہی نہ کہ بے اختیار ہو کے کبھو
کچھ اور بس نہ چلا ہو گا رو دیا ہو گا

———

حیرت میں ہوں کہ تیرے تئیں اے شب فراق
ظاہر میں دیکھتا ہوں کہ عالم ہے خواب کا

———

تیری زلفوں کی کچھ چلی تھی بات
روتے ہی گذری ساری رات

———

یاد آتے ہی زلف کی' ہے قہر
پھر گئی جیو پہ سانپ کی سی لہر

———

تجھ بن اے خونخوار یہاں ہردم شمشیر ہے
سانس جب پلٹے ہے گویا بازگشتی تیر ہے

———

شہید تیغ ابرو ہے، اسیر دام گیسو ہے
'ہدایت' بھی تو کوئی زور ہی شہدا شکستہ ہے

عبدالہادی " ہادی "

تخلص - از تلامذۂ شاہ ' سامی ' است ' قدرت سخن گفتن نمی دارد.' و شاید شاہ 'سامی ' ریختہ‌ہا بنامش گفتہ می دہد' زیرا کہ چون بحسب تقدیر ملاقات او از فقیر بہ‌حیدرآباد اتفاق افتاد ' صحبت باو خانگی دست داد - کمال او ہمہ معاینہ شد' زیرا کہ محک زرانسان کثرت ملاقات است- بارہا ریختہ طرح گر دم' مصرعے ازو سر نزد - الحاصل بافقیر ارتباط گرم میداشت - قبل ازین او را چندے جمال فاخر ہم می بود' چنانچہ اکثر یاران صورت پرست دل را بزنجیر زلفش بستہ بودند- ترجمۂ اوکہ درین جریدہ بتحریر آمد' محض بپاس خاطر عاطر حاجی میر علی اکبر رمال ' ورنہ فقیر دماغ تحریر نمی داشت - دیوان او قریب پانصد بیت بنظر در آمد' این چند اشعار حوالۂ قلم شد' در مدح شاہ 'سامی' می گوید : —

مجھے ہے ورد زباں بسکہ نام ' سامی ' کا
رہوں میں کیوں نہ ثناخواں مدام ' سامی' کا
مسیح وقت اگر میں کہوں تو ہے برجا
جو روح بخش سخن ہے کلام 'سامی' کا
مرے سرو کے کہا ہے زباں کو اہل سخن
نہیں یہ کام کسی کا ' ہے کام ' سامی ' کا

شرف ہے مجھکو جہاں کے سخن وروں پہ تمام
ہوا ہوں جب سے میں 'ہادی' غلام سامی کا

در حق حاجی میر علی اکبر می گوید : —

جگ میں ہے دلچسپ ازبس حاجی اکبر کا سخن
سن کے اُس سے شعر' ہیں گلشن میں سب بلبل خموش
نقد دل لیتا ہے میرا ایک میٹھی بات سے
یہ دھن تیرا اے ظالم کیوں نہ ہو حلوا فروش
کیوں نہ ہو آنکھوں کو تیری میرے دل سے دوستی
دل مرا ہے شیشہ گر ' انکھیاں تری ہیں بادہ نوش

این اشعار از دیوان اوست :—

یقیں سیں تم بتادوں جی کو ہرگز بوجھتا نہیں ہوں
حبیب اپنا ' شفیق اپنا ' نگار دلربا اپنا
جہاں فانی مطلق ہے ' عبث دل بستگی اس میں
نہ یہ اپنا ' نہ وہ اپنا ' رہے آخر خدا اپنا

یار تجھہ پر مہرباں ہووے گا سمع ہو بے قرار
' ہادی ' کامل سے مجکو یہ بشارا ہو گیا

دلدار پر مرے ہے عجب کچھہ بہار آج
ہے آفتاب حشر مگر آشکار آج

غم کی آتش بیچ جل گئی یہ ہمارے دل کے' دیکھہ
ہات جل جاویگا ' ڈرتا رہ انگاروں کو نہ چھیڑ
سن یہ قائل ! ' ہادی' کامل کی یہ گفتار ہے
ایک کا مائل ہو بلبل ' گل ہزاروں کو نہ چھیڑ

ھے سرنگوں چمن میں اور زرد رنگ غم سے
نرگس کو جب سے تم نے آنکھیاں بتائیاں ہیں

ہمارے عشق کی بے تابیاں توں کہیں عاشق ہوا ہوئے تو سمجھے

غلام امام الدین علی "ھوش"

'تخلص' - ولد خواجه غلام مصطفیٰ' ابن خواجه رحمت الله' ابن خواجه کمال - صاحب ذهن وقاد (و مالک طبع) نقاد است. بمغز سخن چنان می رسد که می شاید' و گرہ مضامین ... می کشاید معنی یا بیست بالاتفاق و سخن سنجے است سراپا اشفاق - سخن پاکیزۂ او کار سحر می نماید' و معنی بر جستہ اش هوش سامعان می رباید - حضرت خواجه کمال جد کلان مشارالیه صاحب تصرفات فراوان بوده' و اکثر رؤساء دکن جبین نیاز بر سدۂ مبارک آن عالی شان می سوده - مولد 'ھوش' گُل زمین احمد نگر است وطبع نکته رس او معنی پرور - با راقم سطور محبت دلی می دارد و اکثر اوقات بغریب خانه تشریف می آرد - این چند اشعار آبدار نتائج افکار سحر کار اوست :—

رکھو دل مست یاد نرگس ساقی' مدام اپنا
اے بد مستو! کرو لبریز تم اس مے سے جام اپنا
نپایا دل کی وحشت نے جہاں میں کہیں مکاں اپنا
رم آھو کے سایے میں ھے باندھ ھے آشیاں اپنا
اے دل جاکہہ پیچ و تاب کا ان خوش دماغوں کو
لکھو موج نسیم نکہت گل پر بیاں اپنا

منتشر نہیں زلف پُر چیں چہرۂ دلدار پر
زنگ کے لشکر نے دیکھو روم پر شبخوں کیا

جوش سودا دیکھ مجھ میں نازنیں فصاد نے
نشتر مژگاں سے جاری نبض دل کا خوں کیا

شربتی کاغذ پہ و صف داغ چھچک جب لکھوں
تب بنے ہر حرف میرا تخم ریحاں کی مثال

شعلہ رو کے خال مشکیں کے سوا ہم آج تک
آگ پر ٹھہرا ہوا اسپند کہیں دیکھا نہیں

یک گھڑی کہیں بیٹھ کر روئے تھے چشم تر سے ہم
خلق میں مشہور ہے جو نوح کا طوفاں ہوا

پری رویوں نے نازک دل ہمارے حیف توڑے ہیں
یہ شیشے قیمتی سنگیں دلوں نے مفت پھوڑے ہیں
ہوی ہے گردش چشم صنم سے بسکہ آزادی
لحاف پانچ تہ عیسیٰ تپ و لرزہ میں اوڑھے ہیں

تمامی رنگ و بو اُٹھ اُس کے استقبال کو دوڑیں
چمن میں گر وہ باغ دلبری کا نو نہال آوے

کفر و دیں سے مختلط نہیں نسبت پیوند عشق
سبحۂ و زنار کے رشتوں میں نہیں تار جنوں
ہوں خیال کاکل جادو کا میں سودا زدہ
موج زن ہے موبمو میرے سے آثار جنوں
رہ پرے ' جل جائیگا دیوانہ ہو ناحق ہما!
شعلہ زن ہے استخواں میرے ستی نار جنوں
گر مروں ' گاڑورم آھو کے سایے میں مجھے
وحشت چشم پریرو سے ہوں بیمار جنوں

اُس آهن دل کوں مقناطیس مهری خاکساری هوی
دیا هے کهربا کو کهینچ کاه نا تواں میرا
جاهوں کے پر ترے شعلے کے بهڑکے سے' هما تڑ یو
بهرا هے عشق کی آتش سے هر هر استخواں میرا

اگر نام ختن لاوے زباں اوپر وو شیریں لب
خطا نهیں نافۂ آهوے چهن سے انگبیں ٹپکے

رووُں جب یاد کر اُس شوخ کے دریا بهانے کو
بنے تب آنکهه میری آنسووں سے کان گوهر کی

ترے کوچے میں دل تن سے نکل یوں شاد هوتا هے
که فصل گل میں جیوں مرغ قفس آزاد هوتا هے
ملا تها اُس حنائی پاؤں پر یک روز آنکهوں کو
چمن هر اشک رنگیں سے مرے ایجاد هوتا هے
نپٹ هے جوش خون گرم سودا نبض میں میرے
بشکل مومیائی نشتر فصاد هوتا هے

وو قاتل هم سیه روزوں کے مشهد سے اگر گذرے
هماری خاک سے جیوں شام رنگ خون پیدا هو

گره دل میں هوا هے عشق کس کی دلربائی کا
که ٹپکے جاے آنسو گوهر یک دانه مژگان سے

بهروں گر شعله رو کو یاد کر گلشن میں آه سرد
تپ و لرزه گلوں کے تن میں رنگ و بو سے پیدا هو

پھر نظر خورشید نے دیکھا ہے مہ کی چشم مست
لعل احمر سے شراب تاک کھینچا چاہئے
دیکھہ چشم مست ساقی' خواب میں بیخود ہوا
میری آنکھوں سے شراب ناب کھینچا چاہئے

"ہاشم دکھنی"

طوطی شکر مقال دکن است' چون مقرر است که در عربستان مرد عاشق زن است' اکثر اشعار در زبان مرد نسبت زن موزون می کند' مثل لیلی و سلمی و سعاد- و در ایران و توران عاشق مرد مرد است' چنانچه از اشعار ایشان معلوم می شود و قصهٔ "ایاز' و 'محمود' دال است برین معنی- و در هندوستان زن عاشق مرد است' چنانچه این رمز از خواندن اشعار هندی یعنی کبت و دوهرا و دیگر تصانیف هندی واضح می گردد و طرفه‌تر آنکه در کلام مجید قصهٔ عاشقی زن بر مرد واقع شده' یعنی قصهٔ یوسف علیه السلام - امیر خسرو می گوید :-

خسروا در عشق بازی کم ز هندو زن مباش
کز برای مرده می سوزند جان خویش را

و همین مضمون را در دوها می بندد:—

خسرو ایسی پیت کر جیسے ہندو جوے
پوت پرائے کارنے جل جل کوئلا ہوے

لهذا 'هاشم' در اشعار خود بموجب ضابطهٔ هندی اظهار عشق از طرف زن می نماید - از وست :-

رضا گر مجھہ کو دیتے هیں کروں گی گھر میں جا دارو
اگر مجھہ هووےگی فرصت، صبح پھر آؤں گی، چھوڑو

اگر کوئی آ کے دیکھےگا، تو دل میں کیا کہے گا جی
مجھے بد نام کی کرتے، کہیں نہیں جاؤں گی، چھوڑو

"ھاتفی"

میر محمد تقی میر می نویسد :—

تیري انکھاں اور زلف سے کافر هوا سارا جہاں
اسلام اور تقویٰ کہاں، زھد اور مسلمانی کدھر

باب الواو

محمد ولی ''ولی''

تخلص - شاعر والا اقتدار و سخن سنج شیرین گفتار است۔ رتبۂ سخن ریختہ در زمانش باوج کمال رسیدہ، و بازار این زبان آمیختہ در دور او گرم گردیدہ - اگرچہ در ازمنۂ ماضیہ موزونان این جا شعر را بزبان ریختہ گفتہ اند، اما صاحب دیوانے باین متانت و فصاحت از کتم عدم سر نکشید - و شعرائے سلف چند، طوطی شکر مقال بوستان سخندانی اند، لیکن چنین بلبل هزار داستان بگوش نہ رسید - آرے والی ولایت نازک خیالی، و شہنشاہ قلمرو خوش مقالی است - چنانچہ می گوید :-

اس شعر کی یو طرح نکالا ھے جب 'ولی'
یوں اختراع دیکھہ رھے دل میں سب عجب

و نیز می گوید :-

دکھنی زبان میں شعر سب لوگاں کھیں ھیں اے 'ولی'
لیکن نھیں بولا ھے کوئی ایک شعر خوش تر زیں نمط

مولد او خاک پاک 'اورنگ آباد' ست، چون اکثر بگجرات در درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین قدس سرہ کسب علم کردہ و در نیلی گنبد متصل گذ مدفون گشتہ مردمان نسبت (او بگجرات) کردہ غلط محض - قصیدۂ سیزدہ اشعار کہ در اشتیاق گجرات گفتہ، بدیوان او در نظر رسید، مطلعش این ست :-

گجرات کے فراق سے ہے خار خار دل
بیتاب ہے سینے ملیں آتش بہار دل

مردمان نقل می کنند که در سورت آمده بود ، و چندے رحل اقامت افگنده ، احرام بیت اللہ بر بست وزیارت حرمین شرفین نمود - مثنوی او در تعریف بندر مبارک سورت قریب یک صد بیت بملاحظه افتاد در انجا می گوید :—

بھری ہے سیرت و صورت سے ' سورت ' ہر اک صورت ہے وہاں انمول مورت
ختم ہے امردان پر رو صفائی ولے ہے بیشتر حسن نسائی
سبھا اندر کی ہے ہر یک قدم میں چھپا اندر سبھا کو لے عدم میں

شخصے معتبر با فقیر نقل میکرد که روزے یکے از شعراے دکن که صیت سخنش در اطراف عالم حالا بلند است ' بر کنار آبے نشسته باده پیمائی می نمود - و دیگر ارکان مجلس هم بقدر مرتبۂ خود داشت - درشب مهتاب مائل تماشا بودند ' خصوصاً فقیر در گوشۂ تنها استاده نظاره میکرد که ناگاه شاعر سر خیل در حالت سکر باده پیمائی آغاز نهاد و کلمات پوچ از زبانش سر زدن گرفت تابایں حد رسید که ' ولی ' چه طفل بود و چه یاوه گوئی نموده که مردمان بدو تحسین میکنند - من چنین معانی نازک و الفاظ دلچسپ در شعر خود درج کرده ام ' اما قدردان کو - اگر دریں زمان ' ولی ' می بود از طپانچه رخسارش سیاه میکردم ' تادعوی رنگین بیانی نکند - هاں بیارید دیوانش را تا از آب فرو شویم - چنانچه خادم او بموجب امر دیوان ' ولی ' را بیاورد و او تمام ورق ورق را در آب شنا نمود - قصه کوتاه چون صبح شد ' و آن خمار نشه از سر بیرون رفت ' دیوان راطلبید که دیوانے تصنیف خود

که با خط خوب و جدول طلائی تحریر کنانیده بود، بشب از غلطی بشوئیدن آمد و دیوان 'ولی' همچنان محفوظ ماند - لاچار از وقوع این امر عرق خجلت بر آمد و سخن را بلب آشنا ننمود و به تنهائی سرا لصاح بدرگاہ کریم کارساز که شکنندۂ غرور هر متنفسے است 'فرود در آمد - اما آنانکه اهل مجلس او بودند' واقف این رمزاند - راست و دروغ بر گردن راوی - محرر سطور بموجب اقرار راوی به بیاض رسانده' والله اعلم - کلیاتش دو هزار و سی صد ابیات بنظر رسید؛ اگرچه اشعارش عالمگیر است لیکن بنا بر التزام این جریده چند اشعار آبدار بموجب فکر ناقص خود انتخاب زده الحاق نمود —

دیکھ اے اهل نظر سبزۂ خط میں لب لعل
رنگ یاقوت چھپا ہے خط ریحان میں آ

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا صورت انسان میں آ

شیخ یہاں بات تری پیش نجاوے ہرگز
عقل کو چھوڑ کے مت مجلس رندان میں آ

بسکہ مجھ حال سوں ہمسر ہے پریشانی میں
درد کہتی ہے مرا' زلف ترے کان میں آ

جگ کے ادا شناساں' ہے جن کی فکر عالی
تجھ قد کو دیکھ بولے یو ناز ہے سراپا

مدت سے 'ولی' جھانجھ میں ہے ہات سے دل کے
توں بھی اے جگر آہ کی نوبت کو بجا جا

اس رات اندھاری میں مت بھول پڑوں تجھ سوں
ٹک پاؤں کے جھانجے کی آواز سناتی جا

حرف بیجا بجا ہے گر بولوں   دشمن ہوش ہے پیا کی ادا

مرے دل کی تجلی کیوں رہے پوشیدہ مجلس میں
ضعیفی سوں ہوا ہے پردۂ فانوس تن میرا

اس مکھ کا رنگ اُڑ کر قوس قزح کو پہنچا
دیکھا جو تجھ بھواں کی ترروار کا تماشا

روز سیاہ اُس کے مو مو سے جلوہ گر ہے
تجھ زلف میں جو دیکھا دیجور کا تماشا

ہرگز 'ولی' کسی کن شاکی ترا نہ ہوتا
گر تجھ میں اے ہٹیلے ہوتا نہ طور ہٹ کا

بلبل و پروانہ کرنا دل کے تئیں   کام ہے تجھ چہرۂ گلنار کا

آرسی کے ہات سے ڈرتا ہے خط   چور کو ہے خوف چوکی دار کا
آئینہ تجسین ہو کے ہم زانو   غیرت افزا ہوا ہے گلشن کا

بدخشان میں پڑا ہے شور تیرے لعل رنگیں کا
ہوا ہے چین میں شہرا تری اس زلف پر چیں کا

ہوا ہے دل مرا مشتاق تجھ چشم شرابی کا
خراباتی اوپر آیا ہے شاید دن خرابی کا
کیا مد ہوش مجھ دل کو انکھڑی نین ساقی نے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا

مت جا چمن میں لالن! بلبل پہ مت ستم کر
گرمی سوں تجھ نگہ کی گُل گل گلاب ہووےگا
مت آئینہ کو دکھلا اپنا جمال روشن
تجھ مکھ کی تاب دیکھے آئینہ آب ہووےگا

وو بھواں کہوں نہ ہم سوں ہو ہیں بانکی
ماہ نو نے جسے سلام کیا

سیر صحرا کی توں نہ نکر ہرگز دل کے صحرا میں گر خدا پایا

بھو کے ہوتے نہ کر تو مہ کی ثنا معتبر نہیں ہے حسن دور نما

اعجاز حسن دیکھ کہ وہ روے با عرق
پیدا کیا ہے چشمۂ آتش سوں آب آج
کیا بے خبر ہوا ہے معلم صنم کو دیکھ
مکتب میں اُس کے بھول گیا ہے کتاب آج

نکلا ہے بے حجاب ہو بازار کی طرف
ہر بوالہوس کی گرم ہوئی ہے دکان آج
شعلے کو دل کے سہل ہے جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں آہ سوں میں نرد بان آج

کہہ آپس کی نرگس بیمار کو عاشقاں کے خون سوں پرھیز کر

تجھہ ابروے خمدار سوں ھرگز نہ پھرے دل
کیوں جاے سپاھی دم شمشیر سوں ٹل کر

نجانوں خط ترا کس بےخطا پر چلیا ھے آج فوج شام لے کر

ھوں گرچہ خاکسار ولے از رہ ادب
دامن کو تجھ ھات لگایا نہیں ھنوز

گر پڑے انکھیاں میں مری اُس کی صورت کی شعاع
موند لوں انکھیاں کے تئیں تا کوئی نہاوے اطلاع

لب پہ دل بر کے جلوہ گر ھے جو خال
حوض کوثر اوپر کھڑا ھے بلال

راہ مضمون تازہ بند نہیں تا قیامت کھلا ھے باب سخن

آرزو دل میں یہی ھے وقت مرنے کے 'ولی'
سرو قد کو دیکھہ سر عالم بالا کروں

لیا ھے گھیر تجھہ زلفاں نے تیرے کان کا موتی
مگر یو ھند کا لشکر لگا ھے آ ستارے کو

اے زھرہ جبین گلشن ترے مکھہ کی کلی دیکھہ
گاتا ھے ھر یک صبح میں اُٹھہ رام کلی کو

اگر بجاے " گاتا ھے " " کہتا ھے " می گفت ' این شعر درست میشد و از زبان حرف گیران نجات می یافت —

ھر یک مہرو کے ملنے کا نہیں ذوق سخن کے آشنا کا آشنا ھوں

تصویر تری جان مصفا پہ لکھا ہوں   یو نقش پری پردۂ مینا پہ لکھا ہوں

اے دل شتاب چل کہ تماشے کی بات ہے
بیٹھا ہے آفتاب نکل ماہتاب میں

خوب رو خوب کام کرتے ہیں   یک نگہ میں غلام کرتے ہیں

نہ دیو آزار میرے دل کو اے آرام جان سمجھو
یو خوبی کچھ سدا رہتی نہیں اے مہرباں سمجھو

گر تجکو ہے عزم سیر گلشن   دروازۂ آرسی کھلا ہے

گذر اُس سرو قامت کا ہوا ہے جب سوں مسجد میں
موذن کی زبان اوپر ہمیشہ لفظ قامت ہے

آسمان اوپر نہ بوجھو چادر ابر سفید
جا نماز زاہد عزلت نشیں برباد ہے

سرو کی وارستگی اوپر نظر کر اے 'ولی'
باوجود خود نمائی کس قدر آزاد ہے
آفتاب آتا ہے محرم ہو کے تجھہ کوچے طرف
صبح صادق اُس کے بر میں جامۂ احرام ہے
اے 'ولی' کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج
یاد اُس انکھیاں کی تجکو روغن بادام ہے

فوقیت لے گیا ہوں بلبل سے   گرچہ مذہب میں وہ ہزاری ہے

گئے رات معراج کی' عرش اوپر بلغ العلیٰ بکمالہ
کھلے پردے بھید کے سربسر کشف الدجیٰ بجمالہ

ھوی حق کی اُن پہ جب سو نظر حسنمت جمیع خصالہ
ھوا حکم حق محبان اوپر صلوا علیہ و آلہ

مجھے اچرج ھی آوے ھے سجن کے پان کھانے کا
نجانوں کیا سبب یاقوت اصلی کے رنگانے کا

کیتا ھوں جانسپاری کتھئی ھوں ھات جس کے
کرنے کو دل کا چونا آتا ھے پان کھا کے

نجانوں وو ھلال ابرو کس اوپر چلا ھے باندہ تیغ مغربی کو

از بسکہ شکستہ دل ھوں غم سوں لکھتا ھوں شکستہ خط موں نامہ

میر تقی ' میر ' و ' فتح علی خان ' این اشعار انتخاب می نمایند :—

نہ پوچھو عشق میں جوش و خروش دل کی ماھیت
برنگ ابر دریا بار ھے رومال عاشق کا

اس کے قدم کی خاک میں صد حشر ھے نجات
عشاق کے کفن میں رکھو اس عبیر کو

غرور حسن نے تجکو کیا ھے اس قدر سرکش
کہ خاطر میں نہ لاوے توں اگر تجھہ گھر 'ولی' آوے

خبرداری سے اُس معشوق کے کوچے میں جا اے دل
کہ اطراف حرم میں ھے ھمیشہ ڈر حرامی کا

می گویند ' ولی ' وقتیکہ در مکہ رفت و کیسہ بُر کیسۂ او برید ' این بیت کہ مذکور شد ' گفت —

اے غنچہ نہ کر تو فخر ' پہ دل تکمہ ھے سجن کی بکتری کا

دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے　　زخمی ہو شکار کھو نکہ جاوے

دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی　　ہوش عاشق رم غزال ہوا

کیا غم ہے اُس کو گرمیء خورشید حشر سے
بخت سیاہ جس کے سر اوپر ہے سائبان

مت راہ دے رقیب سیہ رو کو ایکبار
ڈریے ہزار بار بلائے مہیب سے

دشمن دین کا ' دین دشمن ہے　　راہ زن کا چراغ روشن ہے

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے اُس کو
کرتی ہے نگہ جس قد نازک پہ گرانی

کہاں ہے آج یارب جلوۂ مستانۂ ساقی
کہ دل سے تاب ' جیو سے صبر ' سر سے ہوش لے جاوے

عالم میں ترے ہوش کی تعریف میں ئی ہے
ایسا تو نکر کام کہ مجھ پر سخن آوے

سن ' ولی ' رہنے کو دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ زلف ہے ' یا گوشۂ تنہائی ہے

جلد چل تک عشق کی رہ میں کہ تا پہنچے کہیں
کاہلی کو رہ ندے سالک کہ منزل دور ہے

پہنچتا ہے دلوں کو ہر جاگہ　　غم ترا روزی مقدر ہے

عجب کچھ لطف رکھتا ہے شب خلوت میں گلرو سے
سوال آہستہ آہستہ ' جواب آہستہ آہستہ

کیونکہ پری ہو حسن سے تیرے دھوپ کھانے سے پیٹ بھرتا نہیں

اے جان ، ولی ' وعدۂ دیدار کو اپنے
ڈرتا ہوں مبادا کہ فراموش کرے تو

یک دل نہیں آرزو سے خالی ہرجا ہے ' محال گر خلا ہے

گناہوں کے سیہ نامہ سے کیا غم اُس پریشاں کو
جسے وو زلف دستاویز ہو روز قیامت میں

" وفا * "

شاعریست خوش گو ' غنچۂ فکرش باین رنگ می شگفد :—

خال و خط نے پیو کے مجھ دل سوں نکالا ہے دھواں
تخم ریحاں کا کرو شربت دوا کے واسطے

میاں نورالعین " واقف "

تخلص - واقف مضامین بر جستہ و عارت معانی شستہ است - شعر فارسیش باج از نبات گرفتہ '

---

* آقا امین ایلچپوری تخلص 'وفا' پدرش حکیم محمد نقی خان در عمل صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علیخان بمرتبۂ امارت رسیدہ بعالم بقا رفت۔بعد فوت پدرش تلاش منصب و جاگیر نکردہ ' در بلدۂ ایلچپور صوبۂ'برار'... یافت وجہ یومیہ حکام آنجا قانع و خورسند است - بعلم عربی و حدیث و فقہ آشنا سمت طبع نظم و نثر دارد۔ در بلدۂ ایلچپور روضۂ منورہ کہ حضرت شاہ عبدالرحمن با علوشان است۔ہرسال در عرس ایشان خلایق بسیار جمع می آیند روشنا ئے چراغان بہ تکلف تمام می نمایند در تعریف چراغان فقرات نثر و ابیات نظم خوب گفتہ - (تحفۃ الشعراء)

بت رنگینش با طراف عالم رفته - احوالش مفصلاً در تذکرۂ
مع النفائس ، سراج الدین علی خان ، آرزو ، و شاہ
الحکیم ، حاکم ، وغیر ذالک مسطور - مشق سخن ریختہ بیشتر
نمود ، الحال بغزل گوئی سر گرم است - با راقم سطور اخلاص
دارد - چنانچه تذکرۂ " مردم دیده " شاه عبدالحکیم حاکم که
هزار بیت کسرے زیاد است از دستخط خود رقم نموده براقم
ور عنایت فرمود - این چند ابیات که بیشتر گفته در خزانۂ
ظه موجود بود و بتکلیف این احقر بر خوانده تحریر می یابد: —

آتی ہے بوئے خوں مجھے اِس لالہ زار سوں
اے باغباں یہ کس کے شہیدوں کا کھیت ہے

عزیزوں سے نشاں کوئی نہیں دیتا ہے یوسف کا
پتنگ آیا هوں یارو کیا کروں کوے * میں گرتا هوں

تجھے دماغ نہیں گر مجھے بلانے کا
کسو سے پوچھ کہ کیا حال ہے فلانے کا
بہار دیکھی ہے اُس باغ کی ، خزاں دیکھی
کوئی بھی ایک قراری نہیں زمانے کا
قفس میں دھوم مچا خوب سی کہ مرغ اسیر!
کہ تجکو فکر نہیں کچھ بھی آب دانے کا

---

* کدوانی —

میر جعفر الله " واحد "

تخلص - ولد میر نجیب الله بن میر عبدالله ' سید صحیح النسب و عمدۂ روزگار است - جد بزرگوارش در عهد حضرت خلد مکان بمنصب پانصد امتیاز داشت ' و بعلوے مرتبت و سموے فطرت علم یکتائی می افراشت - ' واحد ' هم تا حالت تحریر بمعاش پاکیزه بسر می برد و گاه گاه بنابر موزونیت فکر شعر می کند - با راقم سطور اخلاص می دارد و اکثر اوقات به غریب خانه تشریف می آرد - شعرش مملو از نمکینی و ملاحت بے اندازه است —

رونق بزم نہیں شمع رخ ساقی بن گرچه اسباب طرب ہم کو مہیا سب ہے

آرسی کو دیکھ مہرو نے درخشاں کردیا
ذرۂ بے قدر کو خورشید تاباں کردیا

میر عبدالحی " وقار "

تخلص - خلف الصدق نواب شاه نواز خان بہادر سلمہ الله تعالی بخدمت دیوانی جاگیرات و دیوانی بادشاهی سرکار دولت مدار محالات صوبه برار سر فراز است - از وفور کاردانی و معامله فهمی مجراے نیکو خدمتے بظهور آورده بمنصب دو هزاری و هزار سوار بعطاے طوغ سر بلندی یافت با آنکه سن عمرش از پایۂ عشرین گذشته ' امابتائید افضال حضرت پروردگار بحسب عقل و تمیز در تمکین و ' وقار ' پسندیده اطوار ' مانند پدر بزرگوار ' خود است بحدت فهم و جودت طبع اشعار فارسی و هندی طبع درست دارد ' از وست :—

(بقیه بر صفحۂ آئنده)

نامۂ درد جدائی جب لکھا دلدار کو
خون کے شنگرف سے آنکھوں نے افشاں کر دیا

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

نہیں رکھتا ہوں دستاویز اپنی خون ناحق کی
مگر قطرہ لہو کا دامن جلاد کوں پہنچے
اسیروں کو قفس کے کس کے تئیں پروا ہے مرنے کی
ہماری کس طرح فریاد اب صیاد کو پہنچے

چمن کے صحن میں ہم بھی نہال ہوجاتے
جو تیرے پاؤں تلے پائمال ہوجاتے

مجھے گر جاں کنی کا حکم وو شیریں دہاں کرتا
کہا اُس کا خدا کی سوں ارے یارو بجاں کرتا
فلک گرتا، زمیں پھٹتی، چمن سے رنگ و رو جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اے ظالم بیاں کرتا
بجھانے میں جلے دل کے شرر جو سخت دھیما ہے
گلے میں جس ستمگر کے وو دیکھو لال نیما ہے
بتو! خوان محبت پر ہمارے پھر نظر دیکھو
دل صد پارہ آخر کیا مزے کا گوشت قیما ہے
گلستاں محبت کا مجھے لالہ بنایا ہے
سراپا غرق خوں ہو داغ دل تس پر 'ضمیما' ہے
دیکھنے کوں غنچہ و گل کے جب آتی ہے بہار
تم بنا گلشن میں اپنا خون کھاتی ہے بہار

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

آفتاب طبع ' واحد ' نے زمین شعر کو
معنیء رنگیں کے لعلوں سے بدخشاں کردیا

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

سجن ! تجھہ زلف میں ھل مل رہا ھے
ھمارے ھات میں کب دل رہا ھے
نہیں کھلتا بہار و باغ سوں دل یہی عقدہ مجھے مشکل رہا ھے

رباعیات

اس شوخ سوں میں کہا کہ مجھہ سیں بولو
اس عاشق گریاں طرف آنکھیں کھولو
کہا بیش بہا ھیں آنسووں کے موتی کہتا ھے وو ھنس کے مجھہ سے رولو رولو

میں مدت کے بعد ایک دم جو سویا
دیکھوں تو مجھہ کنے ھے ظالم گویا
ایک آن میں حیف کھل گئیں یہ آنکھیں
پھر موند پلک میں وو نہ دیکھا ' رویا

از بسکہ تم اب عشق کی سیکھے گھا تیں
سب بھول گئے وہ سادگی کی با تیں
نکلا جو خط سیاہ گورے منہہ پر
اس وجہ سیں شاید کہ پھریں دن راتیں

کیونکر گُل باج دن بھریگی بلبل
آخر اس غم ستی مریگی بلبل
آئی ھے بہار اب تو' ھنستے ھیں پھول
ھو ویگی خزاں تو کیا کرے گی بلبل
(تحفةالشعراء)

باب الزاء

جعفر علی خاں " زکی "

'زکی' بالطبع و الخلق است' گوهر آبدار اشعارش بد مرتبۂ کمال غلطان میشود' و زلال شکرین کلامش بدرجۂ غایت میگرد۔ و این چند ابیات آز انست :—

دل میں آوے سو کرو اب تو گرفتار ہوا
میں تو تحقیق محبت کا گنہ گار ہوا

مصرعۂ اولی خلاف محاورۂ نکتہ چینان است' اگر چنین می گفت خوب بود :—

ع :- دل میں کیا ہے سو کہو اب تو گرفتار ہوا

دیکھو یارو! وو منصور کی سولی کیا تھی
مجکو ہر نوک پلک شوخ صنم دار ہوا

سیر گلشن سے نہیں مجکو تسلی ممکن
جب سے میں بلبل نالاں گل رخسار ہوا

اے 'زکی' اب تو ترا عرش میں پہنچا ہے دماغ
خوش قدوں میں ترا شاید کوئی غم خوار ہوا

این ابیات از ہر دو تذکرہ فرا گرفتہ شد :—

اے گل و بلبل بہار آئی ہے تک دل کھول لو
چار دن صحبت غنیمت جان کر ہنس بول لو

مصر سے یوسف چلا بکنے کو اے گلعذارو!
تم میں کیا قدرت نہیں اتنی کہ اس کو مول لو

عشق میں صبر و قناعت گرچہ کچھہ مشکل نہیں
لیک اُن کو ھی کہ جن کو دل ھے' میرے دل نہیں

نہ لے جا نقد دل کا اے اناڑی عشق کے پھڑ میں
کبھی جیتے پھرے دیکھا ھے وھاں کے جان ھاروں کو

سن کر احوال مرا ناصح مشفق نے ' زکی '
ھات سے ھات ملا درد سے سینہ کوٹا

' فتح علی خان ' نوشتہ کہ "بعضے گویند این شعر از ' ولی ' دکھنی است" - ' صاحب ' میگوید دیوان ' ولی ' بنظر در آمد' این بیت درو داخل نیست - تحقیق کہ از ' زکی ' است —

سجن کے دیس کیا پہنچی ھے بیہوشی نہایت کو
دے آیا بھول کر قاصد کتابت جا تہایت کو

اے منکر حقیقت تک سیر کفر لازم
اس اوپری جگت میں کوی آشنا دسے ھے

بعد مرگ کوھکن شیریں اگر جیتی رھی
دیکھہ کر یہ جوے شیر اپنا لہو پیتی رھی
چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو
تا قیامت سوزن تدبیر اگر سیتی رھی
خاکساری پر نہ کر موذی کے ھرگز اعتماد
جونک ماتی میں ملی' تو بھی لہو پیتی رھی

در منقبت حضرت شاہ نجف گفتہ :—

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھہ نبی کی آل کی بارہ دری دیکھہ
نبی کی آل اوپر وار جانا اِسی بارہ پلی سے پار جانا

در تعریف عشق و آبلۂ پا گوید :—

برہ کی راہ کے گوہر پھپولے کہ کانٹے بات میں جاتے ھیں تولے

پیرخان "زانی"

تخلص - متوطن خجستہ بنیاد است' از چندے' برھان پور ' بسر می برد - می گویند کہ آزادانہ می زیست ' و شعر ھزل بطور خود می گفت ' و بسیار مردمان بزرگ را ھجو نمودہ - و ازدست خود دیوان جمع نکرد' مگر یاران مجلس او درین جہد کردند' قریب دو ھزار بیت دیوانے فراھم آمد - چنانچہ بوقت تحریر این تالیف بنظر رسید' دل نخواست کہ بمطالعۂ او گراید و ازان اشعار چیدہ انتخاب نماید - ناچار بھمین یک بیت بنابر التزام اکتفا نمود : —

وصف تو قل ھو اللہ احد و صمد ھے ' تور، ھی
تجھہ کوولد نہ والد' قائم' قدیم' اکیلا

باب الحاء

میر محمد باقر " حزین "

شعرش رنگین و سخنش شیرین - است ' فتح علی خان ' می طرازد که سالے چند ازین پیش جہان آباد خلد بنیاد را وداع گفته در گلشن بنگاله بسان بلبل هزار داستان نغمه سرائی می کرد - دریں ولا از میرزا ' مظہر ' مسموع شد که لشکر عشق رعنا جوانے بر شهرستان دلش تاراج آورده متاع صبر و شکیب را تبالاں* برده در همیں ستیز و آویز ودیعت حیات را بمقتضائے اجل سپرد - انتہی - اگرچه محرر سطور را بر احوال کماینبغی میر ' حزین ' اطلاع دست نداد ' اما این قدر معلوم که از تلمیذ میرزا ' مظہر ' سلمه الله تعالیٰ است ' چنانچه می گوید :—

اے 'حزیں' شکر کہ ہے مصحف ارباب جنوں
فیض سے حضرت 'مظہر' کے یہ دیوان مرا

اشعار سوز انگیز و مضامین دلچسپ بسیار می دارد ' این ابیات آبدار از آنست :—

فصل گل تو ہوچکی کہا دیکھہ ہونگے شاد ہم
کچھہ کرا ے صیاد نہیں ہونے کے اب آزاد ہم

---

* تذکرۂ فتح علی خاں اور اس تذکرے کی اصل میں یونہیں لکھا ہے ' غالباً " بیپایاں " ہوگا—

رحم آتا ہے مجھے اس مشت خاک اپنی پہ ہائے
خوبرو یاں کی ہوا میں یوں گئے برباد ہم
زندگانی تلخ ہو جاتی ہے ہم پر کیا کریں
حسرتوں کو اپنی جب کرتے ہیں جی میں یاد ہم
کچھ نہ آخر چل سکا ہائے ان زبر دستوں ستی
لے گئے دل کے تئیں کرتے رہے فریاد ہم
کیوں نہ ہووے شاد ہم سے حضرت مجنوں کی روح
عشق کے صحرا کو رکھتے ہیں 'حزیں' آباد ہم

این ابیات انتخاب میر محمد تقی (میر) و فتح علی خان است:—

غم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا ابر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب بوجھا ہے مزا عشق میں رسوائی کا
معتقد جی سے ہوں اس دل کی میں دانائی کا
دلبروں میں سے لیا ڈھونڈ سجن ! تجھ سے کو
میں دوانا ہوں ان انکھیوں کی شناسائی کا

کیوں نہووے دل ہمارا ہائے خون اس رشک سوں
ان لبوں سے برگ پاں یوں ہمزباں اب ہو گیا

بہار آئی ہے جب سے ' یاد کر کر گلستاں اپنا
قفس میں ہائے بلبل کسطرح دیتی ہے جاں اپنا
یہ کہکر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت
لکھا یوں تھا کہ فصل گل میں چھوڑیں آشیاں اپنا
کبھو کوئی جو بلبل دیکھہ گل کو جی سا پاتی ہے
مجھے بے اختیار اُس وقت یاد آتا ہے جاں اپنا

خفا ہوتا ہوں میں از بس نہیں تعبیر کرسکتا
مجھے لگتا ہے جس جس طرح سے پیارا سجن میرا

بسکہ این بیت قباحت دارد و جاے انگشت حرف گیران است :-

فرش ہوجاتا ہوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

فتح علی خان می نویسد کہ "بے ہوشی حضرت موسیٰ از ظہور تجلی بود نہ از مشاہدۂ طور، شرح و بسط این قصہ از فرط شیوع، درین نسخہ کہ خیلے بایجاز و اقتصار کوشیدہ شدہ مناسب نہ اُفتاد "و من ادعیٰ فعلیہ البینۃ"- سید عبدالولی (عزلت) سلمہ اللہ تعالیٰ بر حاشیہ مرقوم نمودہ اند کہ بعد از ظہور تجلی بر طور حضرت موسیٰ ہر گاہ بر طور می رفتند، بآداب تمام پا می گذاشتند- چنانچہ مفصل این امر مفسران و شارحان حدیث بیان کردہ اند، و 'حزین' ادب حضرت موسیٰ را تمثیلے کردہ است، نہ کہ بے ہوشی اوشان- پس اعتراض مصنف بے جا است، و ناشی از سوء تامل است- راقم سطور می گوید کہ بے ہوشی حضرت موسیٰ از ظہور تجلی نوشتہ واقعی است، چنانچہ ملک العلام در کلام ذوالاحترام می فرماید "فلما تجلیٰ ربہ للجبل جعلہ دکًّا و خرّ موسیٰ صعقا" یعنی ہر گاہ تجلی کرد خداے او بر کوہ ساخت او را پارہ پارہ و افتاد موسیٰ بے ہوش - لیکن از بیت مذکور معنی بے ہوشی استخراج نمی شود، مگر معنی "فرش شدن" معنی "بے ہوشی" قرار یابد، در صورت این معنی ربط مصرع با مصرع نمی شود و چسپان مطلق نمی گردد و جوابے کہ سید 'عزلت' سلمہ ربّہ، نوشتہ بجا؛ زیرا کہ فرش شدن را چرا

بمعنی بے هوشی باید گرفت - یعنی معنی قرب صاف از ادب استخراج چرا نه باید کرد تا چسپانی مصرعین شود و معنی درست معلوم گردد - چنانچه در قرآن مجید واقع شده "فلما اتها نودی یا موسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طویٰ" - یعنی هنگامے که آمد زمان آتش آواز داده شد اے موسیٰ ! بدرستی که من پروردگار توام پس بیرون کُن نعلین خود را بدرستی که تو در وادی پاکیزۂ که طویٰ نام اوست - ناچار حقیر 'صاحب' دو مصراع بے نظیر بر یک مصرع موزون نمود تا حاوی بجواب و معنی هر دو صاحبان باشد' اینست :-

فرش هوجاتا هوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
برهمن ڈنڈوت جیوں کرتا هے بت خانه کے تئیں

ازین مصرع معنی فرش شدن بقول فتح علی خان اثبات می یابد - مخفی نماند که ڈنڈوت حرف هندی است' سجده را می گویند که بمجرد دیدن بت یا بت خانه پیش او نگون شده دیدار کننده سجده می کنند - دوم :-

خال کے اسود حجر کا یوں ادب کرتا هوں میں
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

'شاه سامی' که احوال ایشان بقلم می آید' این اوراق را مطالعه کردند و گفتند که فرش را استعاره بر وجود ... ادب کرده است' اگر چنین می گفت مضمون جناب ادا می شد :-

یوں ادب کرتا هوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

سر نواویں گر تواضع سوں بتاں کچھ عیب نہیں
شاخ گل ہے اس نزاکت سات سر تا پا ادب
برق سوں جیوں آنکھ مند جاوے، کرے ہوں اس طرح
دیکھ کر حق کی تجلی مردم بینا ادب

یہ آہو رام تھے مجنوں کے سب لیلی کی خاطر سے
وگرنہ ان پریزادوں کو دیوانے سے کیا نسبت
ہوا ہے تو 'حزیں' دیوانہ ان شہری غزالوں کا
تجھے صحرا سے اب کیا کام، ویرانے سے کیا نسبت

ہم کمر یار کی سنتے ہی رہے ہوں لیکن
ہرگز اس بات کا ہوتا نہیں ہم پر اثبات

مری رنگیں کلامی کا ہے وو گل پیرہن باعث
کہ ہوے ہے بلبلوں کی خوش صفیری کا چمن باعث
کوئی ہوتا ہے سنگ سہلہ خسرو سے رقیبوں کا
ہوا ناحق ہلاک اپنے کا آپ ہی کوہ کن باعث
جو ہوتا ہے کسو سے اُنس سب سے وحشت آتی ہے
مری صحرا نشینی کا ہے میرا من ہرن باعث
'حزیں' ان شعلہ رخساروں سے جی کو مت لگا ہرگز
ہوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی لگن باعث

اُس پر نہیں ہوا ہے یہ دل مبتلا عبث
ناصح تک اُس کو دیکھ مجھے مت ستا عبث

وہ نگاہ مست ہے ان چشم گریاں کا علاج
مَی سے ہوتا ہے خمار مَی پرستاں علاج

سج بنا کر پھرتے ہیں یہ جامہ زیباں کس طرح
ان سے جا لپٹے نہ میرا رشتۂ جاں کس طرح
دیکھنے میں اس کے کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھ کر تجھ کو نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح
کیا قیامت ہے جو لے اپنے کو بیگا نہ چھٹا
صبر کر بیٹھے ' حزیں ' وو پیر کنعاں کس طرح

گئیں یوں محنتیں سب اس کی بر باد
موا کس بیکسی سے ہائے فرہاد
کریں کیو نکر نہ ہم مجنوں کا ماتم
کہاں ملتے ہیں اپنے فن کے استاد

عشق کے فن میں تجھے ناقص کہیں گے اہل درد
کوئی ہوتا ہے ' حزیں ' غم سے ہراساں العیاذ

کوہکن کی محنتیں آخر ٹھکا نے لگ گئیں
دل میں کی شیریں کے جا آخر کے تئیں سر چیر کر

نہیں رہنے کے خوباں تجھ سے آخر آشنا ہرگز
انہوں پر بھول کر اے دل نہو مجھ سے جدا ہرگز
نہ ہو اے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز
سزا پائی نہ آخر چاہنے کی ' ہم نہ کہتے تھے
کہ ان خوباں سے اے دل جی تو اپنا مت لگا ہرگز
ہمارے واسطے کس کس طرح کے رنج کھینچے ہیں
حقوق اس دل کے مجھ سے ہو نہیں سکتے ادا ہرگز

دل کو کئی فصلوں سے تھی باغوں میں جانے کی ہوس
حیف اب کے بھی نہ نکلی اس دوانے کی ہوس
خوبرو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو اُن کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

جس قدر چاہے سجن! اپنی جفا میں کر عروج
مجھ ستی ہرگز نہ ہووے گا وفا میں انحطاط

گوارا ہوگیا دل پر ہمارے جور یار آخر
ہمیں درد و الم سے آگئی صحبت برار آخر

اپنی جدا خبر لے ' اُس کی جدا خبر لے
یہ ایک دل دوانا کس کس کی جا خبر لے

بےخبر رہتے ہیں جو کوئی عشق کی لذت ستی
وہ نہیں رکھتے مزے سے زندگی کے اطلاع
کیونکہ ہو مجکو تسلی جان! وعدوں سے ترے
خوب رکھتا ہے مرا دل ' دل سے تیرے اطلاع

عشق کی گرمی سے ضعف آتا ہے مجکو ان دنوں
ہو گیا یہ دود دل آخر مرا دود دماغ

ایک ہم سے بات نہیں سکتی نکل آنسو بغیر
دل ہمارا ہو گیا ہے غم سے اب یہاں تک رقیق

دل دے کے ' اپنا کہوں عبث افسوس اب کھاتا ہے دل
جاتا رہا جب ہات سے پھر پاس کب آتا ہے دل
نہ جانے کس طرف جاتا رہا خوباں ستی مل کر
نہیں ملتا ہے مجکو مدّتوں سیتی سراغ دل

آتے ہی نو بہار دھڑکتا ہے جی' مرا •
پھر شور و شر کریگا یہ خانہ خراب دل
غم نے لیا ہے گھیر مجھے یہاں تلک کہ اب
دیتا ہے سات دینے سے مجکو جواب دل
ملنے کے دن جو اشک نکلتے ہیں کچھہ نہ پوچھہ
نکلے ہے دیکھنے کو ترے ہو کے آب دل
آثار دیکھہ کر کے خزاں کے چمن کے بیچ
کیونکر کرے نہ ہائے 'حزیں' اضطراب دل

گیا سن ہوش مجنوں کا مرے دیوانہ پن کے تئیں
بجز سر پھوڑنا اور کچھہ نہ سوجھا کوہکن کے تئیں
میں دیکھوں کیونکر اُس دریاے خوبی کے دہن کے تئیں
گیا جی ڈوب میرا دیکھہ اُس چاہ ذقن کے تئیں
'حزیں' سب دکھہ مرے جی پر گوارا ہو گئے لیکن
نہیں جاتا ہے دیکھا پاس غیروں کے سجن کے تئیں

کس کس طرح کی ایذا پہنچی ہے مجکو تجھہ سے
میں مرگیا ہوں اے دل تیرے دیوان پن میں
ناصح! نہ اس طرح کی باتیں مجھے سناوے
دیکھے اگر سجن کو آکر مرے نین میں

ویراں ہوا خزاں سے چمن یہاں تلک کہ ہم
چاہیں کہ جل مریں تو کہیں خار و خس نہیں

کچھہ کہا شاید اُنؔ نے قاصد سے
دل پہ میرے وو اضطراب نہیں

---

* (ن) کہ ہائے

یہ لوگ بے سمجھ تجھے کیا کہا کہیں گے جان !
اتنی بھی مہر سے جور پہ باندھ اب کمر نہیں

ان بتاں کے دیکھنے کا جو کوئی مائل نہیں
زندگانی کا اسے واللہ کچھ حاصل نہیں
شوق میں شیریں کے آخر جی کو اپنے دے چکا
عشق کے فن میں کوئی فرہاد سا کامل نہیں
بیوفائی دیکھ کر ان خوش نگاہوں کی 'حزیں'
اب کسو سے اس طرح ملنے کا میرا دل نہیں

یاد اب کیوں کر نہ آوے مجکو اپنا گلستاں
ایک دن سکھ سے نہ گذرا جب سے چھوڑا آشیاں
اے 'حزیں' بلبل کے دل پر باغباں کے جور سے
کیا گزرتی ہوگی' جس ساعت جلا ہے آشیاں

تدبیر سوز عشق میں جاتی نہیں ہے پیش
مرنے بغیر کچھ نہ بنا کوہ کن ستی
آتی ہے نوبہار ' نجانوں کرے گا کیا
ڈرتا ہوں اپنے دل کے میں دیوان پن ستی

آرزوئیں عشق کی ہوتے نہ دیکھیں سر براہ
کوہ کن بھی سر پٹک کر مر رہا آخر وہیں

لوگ کہتے ہیں ہمیں اس دل کے سمجھانے کے تئیں
کیونکہ سمجھا ویں کہو تم ایسے دیوانے کے تئیں
ہو رہا ہے درد و غم سے عشق کے از بس خفا
مستعد بیٹھا ہے ہو کر جی نکل جانے کے تئیں

آرے نہ کھونکہ رشک مجھے برگ پان ستی
لیتا ہے کیا مزہ وو سجن کے لباں ستی

دیا تلخی سے جی فرہاد نے یوں کہہ کے یا قسمت
لکھا یوں تھا کہ شیریں سے ملوں نے ہم قیامت کو

بیطرح دیوانگی پر عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے اب زندگی میری کا کیا اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ
اس طرح سے اُس کو مت کہیو کہ وو محجوب ہو

نام پر ان خوبرویاں کے فدا کرتا ہے جان
کیوں نہ ان طرحوں سے مجکو دل مرا محبوب ہو

کیوں کہ خاطر خواہ دل کے درد کی تقریر ہو
کب یہ معنی لفظ میں آتے ہیں' کیا تحریر ہو

بیطرح ہم مبتلا پاتے ہیں خوباں کا اسے
دیکھئے اب اس دوا نے دل کی کیا تدبیر ہو

زندگی اور موت لگ جاوے ٹھکانے سب 'حزیں'
عشق میں رعنا جوانوں کے مروں گر پیر ہو

اس طرح سیتی جو دکھلا یا ہمیں روز سیاہ
کیا کیا تھا سانوروں کا ہاے ہم ایسا گناہ

اشک رنگیں کیوں رواں ہوتے مری آنکھوں ستی
گرنہ پڑتی گلرخوں کی اے 'حزیں' مجھپر نگاہ

نہ آئی اُس کے مرنے پر بھی شیریں جوے شیر اپر
یہ حسرت جی میں اپنے اب تلک فرہاد رکھتا ہے

کچھ گئے ہجر میں' کچھ وصل میں گریاں گذرے
کیا مری عمر کے اوقات پریشان گذرے

شان مجنوں کی ' کسو کی نہ رہی نظروں میں
خیال آہو میں جو ہم چاک گریباں گذرے

خوباں کے درد و غم نے کیا نا تواں مجھے
یہاں تک کہ مو بھی تن پہ ہوے ہیں گراں مجھے
ان دلبروں کا دیکھہ دل ایسا گیا کہ ہاے
ملتا نہیں ہے اُس کا کہیں * اب نشان مجھے
یوں تو نے مجکو جان! یکا یک بھلا دیا
تیری وفا پہ ہاے نہ تھا یہ گماں مجھے

ہر نصیحت میں تری مانوں کا اے ناصح ' پر ایک
دلبروں کے دیکھنے میں جی مرا نا چار ہے
یہاں تلک ان خوبرویوں نے ستایا ہے کہ اب
زندگانی سیتی اپنی ' جی مرا بیزار ہے

دیوانگی کو اپنے مرنے تلک نبھا دیا
ملتے کہاں ہیں کامل مجنوں سے فن کے اپنے
نہیں چھوڑتا ہے یہ دل خوبوں ستی مروڑیں
مارے ہوے ہیں ہم تو اس بانکپن کے اپنے

میں ان خوبوں کے ملنے میں جواتنے رنج کھینچوں ہوں
نہیں تقصیر کچھہ ان کی' مجھے یہ دل ستاتا ہے
نہیں کچھہ جانتے خورشید رو قدر اس دوانے کی
انہوں پر ہاے دل کس کس طرح سے جی جلاتا ہے

---

* کہوں = کہیں —

نہ کی کچھہ فکر تم نے اپنے وعدوں کی وفاؤں کی
بھلی تم نے خبر لی ' جان ! اپنے آشناؤں کی

میں چاھتا ھوں عشق چھپاؤں' یہ کہا کروں
رسوا کرے ھے خلق میں یہ چشم تر مجھے
سب آرزوئیں دل کی تھکا نے لگیں ' حزیں '
گر قتل کر چکیے وہ سپاھی پسر مجھے

نہ پائے ھم نے خوباں ' دوست اپنے آشناؤں کے
عبث ھم عمر کھوئی عشق میں ان بیوفاؤں کے
یہ لڑ کے ناز نیں کیونکر جلاویں جی ھر اک جی پر
کہ ھوتے ھیں نپٹ نازک مزاج ان میرزاؤں کے
نہیں کہتا کوئی سمجھا کے ھاے ان خوبرویوں سے
یہ کیوں ھوتے ھیں دشمن ناحق اپنے مبتلاؤں کے

دام الفت کی رھائی خوش نہیں آتی مجھے
ایک دم اس سے جدائی خوش نہیں آتی مجھے
روز باراں کیوں نہ اے زاھد کہوں مے کو حلال
اس قدر بھی پارسائی خوش نہیں آتی مجھے

بجا ھے درمیاں ان کے تجھے دعوی خدائی کا
سجن! واللہ بندے ھیں بتاں خوش کمر تیرے
پسیجا بھی نہ گرمی سے تری' پتھر سا دل اُس کا
نہ کر شور اس قدر اے آہ بس دیکھے اثر تیرے

وفا میرا اگر جور و جفا تجکو نہ سکھلاتا
تو کیا آرام سے یہ زندگانی ھاے کٹ جاتی

یہ خسرو کو ھکن سے سہ چرخ ھے کو کھو نکہ ترساتا
اگر شیریں تک ایک بھی امتحاں کو کام فرماتی

'حزیں' ! میں درد دل کا کس طرح ظاھر کروں تجھہ سے
مجھے کہتا ھے "تیری بات مجکو خوش نہیں آتی"

راحت میں دل کے ھاتھہ نہ پاؤں کا ایک دم
جب تک کہ میرے ساتھہ یہ خانہ خراب ھے

مجھے کہتا ھے تیرا دل کہاں ھے قیامت شوخ میرا بد گماں ھے
خزاں آتے ھی اب دیکھے کا آخر نہ بلبل ھے 'نہ گل' نے آشیاں ھے

نہیت شورش سے آتی ھے بہار اب خبر لے اپنی تو اے دل دوانے
جو کچھہ سلوک کہ کرتا ھے اب گریباں سے
نہ تھا یہ ھات مرا اِس قدر کبھو گستاخ

نو بہار آئی 'حزیں' ! کیا کیجئے اب دل کی فکر
بے طرح مجکو نظر آتی ھے دیوانے کی طرح

کون دیگا دیکھہ اس موں کو دل محزوں کی داد
لی نہیں جانے کی محشر میں بھی اُس کے خوں کی داد
کوہ و صحرا میں پڑے' فرہاد کر کر مر گئے
کچھہ نہ دی اس چرخ نے فرہاد اور مجنوں کی داد

مہر و بے مہری تمہاری ہم سمجھتے ہیں سجن!
جی میں جنگ اور مدہ پہ یہ صلح نمایاں العیاذ

ایک دن دریا نے دیکھا تھا مرے رونے کا جوش
روز و شب ھوتا ھے غیرت سے تہ و بالا ھنوز

گر پڑے نظروں ستی فرہاد اور مجنوں کی شان
دیں محبت میں اگر ہم اپنے غم کھانے کی عرض

جس طرح ہوتا ہے بے رونق چراغ ماہتاب
زرد رو مجلس میں خوباں کی نظر آتی ہے شمع

بجھہ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی الفت کا چراغ
داغ نے میرے کیا روشن محبت کا چراغ

متّصل فرہاد کو کب کر سکے ہے سر براہ
کوہ ہو سکتا نہیں دلہا ے نالاں کا حریف

خورد سالوں میں قیامت ہے لٹک جیوں شاخ گل
کیوں نہ جاوے جی کی آنکھوں میں کھٹک جیوں شاخ گل
ہات اُس کا پسکہ نازک ہے ' نہیں لاتا ہے تاب
توڑنے میں گل کے جاتا ہے لچک جیوں شاخ گل

قرض لیویگی قضا لو ہو شہیدوں سے ترے
تب کریگی حشر میں رنگیں قیامت کا چمن

دیکھہ کر گلشن میں تجھکو جان! گڑ جاتا ہے سرو
یہ لٹک قد کی ترے پیارے کہاں پاتا ہے سرو
کچھہ نہیں اُس کو رعایت شان معشوقی کی ہاے
اس قدر * کیوں قمریوں کو سر پہ بٹھلاتا ہے سرو

کچھہ محبت میں نہیں عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب ان دکھہ کے ماروں کا گناہ

شیخ محمد حاتم " حاتم "

تخلص . عمدۂ نکتہ پردازان ' و علامۂ سخن طرازان است . نکات رنگینش تازگی بخش دلہاے محزون ' و خیالات

* (ن) اس طرح —

دل نشینش از نزاکت معانی مشحون - اشعار دل آویزش گلدستهٔ انجمن، و بهارستان طبعش رشک افزاے چمن است - مثنوی حقه که به جعفر علی خان 'زکی' محمد شاه بادشاه فرمائش نمودہ بود، ازو دو شعر موزون شدہ دیگر سر انجام نیافت، شیخ محمد 'حاتم' با تمام رسانیدہ بنظر امعان در آمد، جمله سی بیت است، در آن جا میگوید: —

کہا نیچے نے یہ سب کی خبر رکھہ تو اپنے دل جاوں اوپر نظر رکھہ
پیا، ہو مہرباں جس دم بلایا کرم کر لے کے نیچا مونہہ لگایا
لگا منہ نال تب حق حق پکارا گویا منصور پھر آیا دوبارا
نہ حقہ میں صداے سرسری ہے کلہوا ہات گویا بانسری ہے
نہ نے پرسالوی برهان پوری ہے کہ جوں کالے پہ کالی کیچری ہے

بوقت تحریر این چند ابیات دیوانے ضخیم ازو بدست آمد، اما فرصت انتخابش نشد - لاچار این چند گلہاے تازہ بنا بر جلدی از گلستانش چیدہ حوالۂ قلم میشود: —

کہتا ہوں سب ستی جو ہو منصف سو دیکھہ لے
سب طرح کا مذاق ہے میرے سخن کے بیچ
'حاتم' کا شور تیس برس سے ہے ہند میں
صاحب قراں ہے ریختہ گوئی کے فن کے بیچ

اس ابر سے ہوا میں، یوں آوتا ہے دل میں
پی پی شراب ہو ویں بے اختیار ہم تم

خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جی دھڑکتا ہے
خدا جانے کہ اُس کا اب مجھے پیغام کیا ہوگا

بول اے داور عیّار! کہاں جاتا ہے؟
کھول اب لعل شکر بار! کہاں جاتا ہے؟
پہن کر برمہں نپٹ تنگ بسنتی جامہ
ملک کیسر کے زمیندار کہاں جاتا ہے

این بیت جاے دیگر هم چنیں شنیده شد لیکن نام شاعر تصریح نگشت ظاهرا کسے راتوارد شده باشد:—

زرد چہرے سے نپٹ دل کو مرے بھاتے ہو
ملک کیسر کے زمیندار کہاں جاتے ہو

نہ گھٹتے ایک رتی وزن میں اِلّا ماشا
گر مرے من کو جو سو من کے برابر تولے
وو دھرے عشق کے میداں میں قدم کو، حاتم،
ہات اپنے کو جو کوئی خون جگر سے دھولے

چشم و زلف و خال و خط چاروں ہیں دشمن دین کے
حق رکھے ایماں سلامت ایسے کفرستاں کے بیچ
اہل معنی جز نہ پاوے گا کوئی اس رمز کو
ہم نے پایا ہے خدا کو صورت انساں کے بیچ

کروں قربان جیو کو اس گھڑی، اسوقت، اس پل کے
کہ جس دم ناز سے دلدار آوے پاس مجھہ چل کے
جہاں کے خوب صورت دیکھہ تجھہ صورت کو حیرت سے
ہوے خاموش مجلس میں گویا پتلے تھے سب گِل کے
نہ آوے خواب راحت کیونکہ مجکو بستر غم پر
کف پا کا تصور جس کے، گُل تکیے تھے مخمل کے

تری هر آن پر ' حاتم ' سجن ! قربان جاتا هے
ترے سج کے ' اکڑ کے ' چال کے ' اور زلف کے بل کے

خیال چشم ترا آبسا هے آنکھوں میں
شراب کا سا همارا نشا هے آنکھوں میں
نگہ میں تونے کیا مردماں کا خانہ خراب
سیاہ چشم تری کیا بلا هے آنکھوں میں
کوئی مرے ' کوئی جیوے ' تو آنکھ اُتوا کے نہ دیکھ
میاں ! جو شرم سے تیری حیا هے آنکھوں میں
نظرمیں بند کرے هے مجھے بتا کے ' تری
فسوں هے ' سحر هے ' جادو هے ' کیا هے آنکھوں میں
کہیں نہ بیٹھ اگر چاهتا هے ' حاتم ' کو
کہ نور چشم هے تو ' تیری جا هے آنکھوں میں

کس ستمگر کا گنہ گار هوں اللہ اللہ
کس کے تیروں سے دل افگار هوں اللہ اللہ
اس کے هاتوں سے نہ جیتا هوں نہ میں مرتا هوں
کس مصیبت میں گرفتار هوں اللہ اللہ
نمکیں حسن سے اُس لب کے مزے لوٹوں هوں
کس نمکداں کا نمک خوار هوں اللہ اللہ
نرگس ! اب هم سے نہ کر دعوی هم چشمی تو
کس کی نرگس کا میں بیمار هوں اللہ اللہ

خضر اب دور کر آنگے سے مرے آب حیات
کس کے بوسے کا طلبگار ہوں اللہ اللہ

کیوں نہ آنکھوں میں رکھے مجکو زلیخا بھی عزیز
کیسے یوسف کا خریدار ہوں اللہ اللہ

خواب میں یار نے آ مجکو جگایا 'حاتم'
کس قدر طالع بیدار ہوں اللہ اللہ

تجھہ بِدا جان نہیں جان! مری جان کے بیچ
اب تو پھر آ' کہ جلا یا ہے مجھے آن کے بیچ *

ہوئی زباں لال ترے ہاتوں سے کھاتے بیڑا
کیا فسوں پڑ کے کھلا یا تھا مجھے پان کے بیچ

آج عاشق کے تئیں کیوں نہ کہے توں ڈُر ڈُر
واسطہ یہہ ہے کہ موتی ہے ترے کان کے بیچ

آج 'حاتم' سے سجن! تو نے بورا † کیوں مانا
کیا خلل اُس نے کیا آ کے تری شان کے بیچ

اے دل نکر تو فکر' پڑیگا بلا کے ہات
آئینہ ہو کے جا کے لگے' دلربا کے ہات

دینا نہیں ہے شیشۂ دل سنگدل کے تئیں
دیجیے اگرچہ دل تو کسی میرزا کے ہات

'حاتم' امید حق سے نہ رکھے تو کیا کرے
موقوف ہے ملاپ سجن کا خدا کے ہات

---

* دیوان میں نہیں ہے — † بُرا - ناگوار —

کافر! اتنا کیوں کرے ہے ہم سے ہو کر رام رام
حال میرا دیکھ لے، کر ظلم اے خود کام کم
کیا ہوا گر پوچھ کہا کہا دل میں رکھتا ہے گرہ
تاب کیا تجھ زلف آگے جو نکالے دام دم
جو صدا آتی ہے باتوں کی تری مجھ کان میں
جانتے ہیں اس سخن تورے کے تئیں الہام ہم
جیوں کہا قاصد نے چل 'حاتم' بلایا ہے تجھے
دل ستی جاتا رہا سنتے ترا پیغام غم

کاتب الحروف دریں زمین 'ریختہ' دارد اینست:- (ریختہ)

آج مجھ سے ہو گیا ہے من و عن آرام رم
اب تو کچھ جور و جفا کرائے بت خود کام کم
سبزۂ خط، ابرو و مژگان و وہ زلف سیاہ
ایک لب کا شہد ہے اور ہے کئی اقسام سم
کیا کہوں قاصد سے حال اپنا کہ آنسو سے مرے
ہو گیا کاغذ مرا لکھتے ہی تیرا نام نم
ایک دل تھا وو تو جو بیٹھا ہے گلرو کے کنار
اب تو بھیجا بے وسیلے جان کر پیغام غم
جو خماری چشم ساقی میں ہے 'صاحب' کیفیت
خواب میں دیکھا نہ ہوگا اس طرح کا جام جم

مت پریرو یاں! ہمارے دل کو دیوانا کرو
درد مندوں کے جگر کی آہ تک جانا * کرو

* مانا -

زلف خوباں میں جو چاھو' ھو نگہ کی دسترس
پنجۂ مژگاں کے تئیں اپنے بنا شانا کرو
شمع رویاں کی لگن میں جل کے خاکستر ھوا
عشق کے کشور کا میرے نام پروانا کرو
دوستوں کے حق میں ھرگز دشمنوں کی بات کو
تم سچی کہتا ھے ' حاتم ' سن کے مت مانا کرو

جو چمن میں جا کے تجھہ قامت کا میں چرچا کروں
کیا عجب ھے گر قیامت سر و پر برپا کروں
اُوس لب نازک کو لازم ھے کہ وقت مے کشی
غنچۂ و گل کوں چمن کے ساغر و مینا کروں
وصف لکھنے میں تمھاری چشم کا اے فتنہ خو
مجکو واجب ھے قلم گر نرگس شہلا کروں
یاد کر کر تیغ ابرو کو ترے اے خوش نین
نیم بسمل کی طرح کبھہ کب تلک تڑپا کروں
موسم برسات اگر بھاوے تمھیں * اے نو بہار
ابر کے مانند آنکھوں سے سدا برسا کروں
شوخ بے پروا کی واقف ھوں سیہ چشمی ستی
یک نظر دیکھے نہیں' تن پیس کر سرما کروں
غم سے رو رو کر مثال رعد نالاں ھوں رقیب
کوچۂ اُس برق سیما میں دسے گر جا کروں
جس حسیں کو دیکھہ ' حاتم ' صبح ھوتی ھے نثار
ماہ کو کس طور اس پہ مہر کا ھمتا کروں

---

* تمھیں —

دیکھہ کر بلبل لب و رخسار خوباں کی طرف
مدہ پھرا کر بیٹھہ کر بیٹھے گلستاں کی طرف
یاد کر کر جامہ زیبوں کے چنے دامن کا گھیر
ہات دوڑاتا ہوں وحشت سے گریباں کی طرف
خال زلف اس کا اگر ہوتا جو مجھہ وحشی کے پاس
کون آتا ہاے تو مجھہ سے پریشاں کی طرف
انتظاری میں تو اے بے مہر! سارا دن گیا
شام ہوتی ہے ارے آجا غریباں کی طرف

چاند سے تارے کا ہوتا ہے کبھی جوں اتفاق
کس قدر پیارے ترے مکھہ پر چمکتا ہے بلاق
یا کماں، یا ماہ نو کہنا بجا ابرو کے تئیں
یہ تعجب ہے کہ عالم جفت کو کہتا ہے طاق

مت عاشقوں پہ جور و ستم اس قدر کرو
عالم کا ڈر نہیں تو خدا کا تو ڈر کرو
دل کے نگیں پہ اسم تمہارے کا نقش ہے
نام اپنے کے سبب تم اسے نامور کرو
دل لے گئے ہو تس پہ جفا چھوڑتے نہیں
ہم سے جلوں کی آہ سحر سے حذر کرو
آساں نہیں ہے شوخ ستمگر کو دیکھنا
دل کو نذر کرو تب اس اوپر نظر کرو
'حاتم' کہے ہے تم کو سجن! ایک جا تو رہ
آنکھوں میں آبسو' یا مرے دل میں گھر کرو

جلوہ گر فانوس تن میں ہے ہمارا من چراغ
بے بتی* اور تیل ہے گا یہ سدا روشن چراغ

کیوں نہو سیر چمن بلبل کے حق میں شب برات
روشن گل سیں ہوا ہے ہر گل گلشن چراغ

ڈر نہیں مجنوں کو پھرنے کا شب ہجراں کے بیچ
حق میں اس کے دیدۂ آہو ہوے بن بن چراغ

میری طرف اگر وو پری رو گذر کرے
شیشے میں دل کے بند کروں جو نظر کرے

رو رو ہوا ہوں خشک یہاں تک سجن کے باج
آنسو بھی نہیں رہا جو مری چشم تر کرے

دعوی کیا ہے شیخ نے 'حاتم' سے عشق میں
دونوں میں دیکھئے یہ مہم کون سر کرے

سب ترے مشتاق ہیں آ اس قدر مت کر درنگ
بن ترے شب رنگ ہے اے شمع رو مجلس کا رنگ

سانورے رخسار اوپر کھول کر زلفوں کے تئیں
ہند میں کافر نے آ دکھلادیا ہم کو فرنگ

سچ اگر مجنوں تو ہے' لڑکوں کے پتھروں سے نہ ڈر
گر گرا کر ترے اوپر گر گریں جانو نہ سنگ†

---

* بلا تشدید۔

† دیوان میں یہ شعر نہیں۔

مرے سینے میں کیا گلزار پھولا ھے نظر کر لے
کہ گل ھے داغ دل کا اور غنچہ ھے دل اے بلبل
خدا کے واسطے اس دم نکہ اس کی سے مل جانا
نظر آوے چمن میں گر ھمارا قاتل اے بلبل
تو اور گل ھمکنار' اور مجھ سے گلرو دور' یا قسمت!
تجھے ھے عیش' پر مجھکو پڑی ھے مشکل اے بلبل
دوانے! اس زمانے شور و غل کرنے سے کیا حاصل
اگر چاھے ھے سوز دل تو ' حاتم' سے مل اے بلبل

دیکھہ رخسار ترے گل نے گریباں پھاڑا
اور کلی لب کو ترے دیکھہ کے کمھلائی ھے

این انتخاب میر محمد تقی ' میر ' و فتح علی خان است:—

دیکھہ طور اس دور کا ' حاتم ' نے چھوڑی ھے شراب
یاد کر کر سبز رویاں کو وو اب پیتا ھے بھنگ

لفظ ' سبز رویاں ' کہ درین مصرع خلاف محاورہ افتادہ '
در خاطر فاتر فقیر بتغیر میرسد (مصراع)
یاد کر کر خط کی سبزی کو وو اب پیتا ھے بھنگ —

نظر آیا تھا بکری سا ' کیا پر ذبح شیروں کو
نہ جانے تھا کہ یہ قصاب کا رکھتا ھے دل گردا

گر عدو میری بدی کرتا ھے خاص و عام میں
میں اسے رسوا کروں گا باندہ کر دیواں کے بیچ

سجن نے یاد کر نامہ لکھا اور ہم رہے غافل
بجا ہے معذرت لکھنا ہمیں کاغذ خطائی پر

آزاد کو بھلا ہے رہنا جہاں میں ننگا
ہیگا لباسیوں میں جن نے لباس رنگا

نال کی سی طرح چاہے تھا کہ بالا دے مجھے
مدّعی آخر کو اپنے زور میں آپ ہی گرا

آب حیات جاکے کسو نے پیا تو کیا مانند خضر جگ میں اکیلا جیا تو کیا

ہجر میں زندگی سے موت بھلی کہ کہوں سب جہاں 'وصال ہوا
ہائے بیدرد سے ملا کیوں تھا آگیے آیا مرے' کیا میرا

میر محمد تقی 'میر' در ترجمۂ 'حاتم' پیش مصراع چنین بہم رسانید :—

مبتلا آتشک میں ہوں اب میں آگیے آیا مرے ' کیا میرا

اگرچہ مضمونش اعلیٰ است' لیکن کلمۂ بد را باخود نسبت دادن از آئین عقل بعید می نماید و طرفہ ترایں کہ فتح علی خان در تذکرۂ خود مصرع میر تقی 'میر' را بنام 'حاتم' نوشتہ و اصلاً اشارہ بطرف میر ننمودہ —

لیا اُس گلبدن کا ہم نے بوسہ تو کیا چوما رقیبوں نے ہمارا

ان دنوں میں دیکھ کر مجکو اپھرتے ہیں رقیب
یوں ہے ان کا بھرا کل پرسوں مرتے ہیں رقیب

خاصی سجن کا ملنا تن سکھ ہے عاشقوں کا *
گاڑھے † رقیب سارے مرتے ہیں ہات ململ

* (ن) کو —
† (ں) ''یہ کیوں'' دیوان کے دو نسخوں میں ہے —

مارا ہے سنگدل نے دکھا مجکو رنگ سرخ
تعویذ مجھہ مزار کا لازم ہے سنگ سرخ

پاؤں مت دھر بوالہوس بحر عمیق عشق میں
جان کر ڈوبا ہے یہاں انجان جو آ کر تِرا

تو نہیں تو کنج تنہائی میں ہے بوریا کا نقش ہم پہلو مرا
ہر قدم پر سرو پانی ہو بہے جو چلے وو قامت دلجو مرا
'حاتم' بیکس کا تجھہ بن کون ہے کون ہوگا جو نہ ہوگا تو مرا

شاید عمل کیا ہے رقیبوں کی بات پر
تب تو دلوں کا چور پھرے ہے چھپا ہوا

وصف آنکھوں کا لکھا ہم نے گُل بادام پر
کر کے نرگس کی قلم اور چشم آہو کی دوات

مے بلا راہ سے کھویا ہے رقیبوں نے اُسے
آوے 'حاتم' کی طرف جب کہ کبھو مست آوے

چھین لیتے ہیں مرے دل کو نگاہوں کے بیچ
حسن رہزن ہے یہ پنجاب کی راہوں کے بیچ

کوئی دیتا نہیں ہے داد بیداد کوئی سنتا نہیں فریاد فریاد

آج نرگس کی قلم کرکے سجن! لکھتا ہوں میں
وصف آنکھوں کا ترے کاغذ بادامی پر

جب سے تیری نظر پڑی ہے جھلک
تب سوں لگتی نہیں پلک سوں پلک

دلوں کی راہ میں خطرے پڑے ہیں کہا یارو!
کہ چند روز سے موقوف ہے پیام و سلام

محمد علی حشمت " حشمت "

مبارز میدان سخندانی و چابک خرام قلمرو معانی است - شمشیر وجودش از مصقلۀ تربیت غنی بیگ ' قبول ' بجوهر کمال رسید ' و آن سحاب فیض بار گلشن جاوید بہار سخنش را از آبشاری خود طراوت فراوان بخشیدہ - ' میر ' نویسد که " همراہ قطب الدین خان فوجدار مرادآباد در جنگ رهیله متوجه عالم باقی شد "- نقش سخن باین طور می بندد :—

خط نے ترا حسن سب اُڑایا یہ سبز قدم کہاں سے آیا

جب آ خزاں چمن میں ہوئی آشنائے گل
تب عندلیب رو کے پکاری کہ ھائے گل

سید محتشم علی خان ' حشمت '

از شعرای هندوستان است - احوالش از خارج بسمع نه رسیدہ ' مگر میر محمد تقی ' میر ' او را بخوبی یاد می کند که " سید صحیح النسب بود ' سپاهی عمدہ رزگار ' شاعر خوب فارسی و ریختہ ' فہمیدہ و سنجیدہ ' با همه کس بعجز و انکسار پیش می آمد - جنسے بود که در دل همه جاے او خالی است - از خاک پاک دهلی در مغل پورہ سکونت داشت - برادر کلان او که میر ولایت الله خان باشد ' مغتنمات روزگار است - دیراست ترک روزگار کردہ ' خانه نشین است - گاهے شعر هم می کند " - انتهی ' این دو بیت او از تذکرۀ " نکات الشعراء " بدست آمد ' در این جا التقاط یافت :—

نکہت گل نے جگایا کسی زندان کے بیچ
پھر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ

بہار آئی دوانے کی خبر لو اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

قبل از اطلاع این بیت فقیر را در "مرأت حسن" که دریں ولا سوزگداز عشق خود چار صد ابیات بموجب اعداد نام خود که لچھمی نارایں است گفته شد - بیتے قریب مضمون این بیت بخاطر آمده ' این است :—

بہار آئی مجھے زنجیر کرنا و گرنہ اور کچھہ تدبیر کرنا

میر محمد حسن "حسن"

تخلص - از تلامیذ میرزا رفیع ' سودا ' است - می گویند که مردے مہذب و مؤدب بود ' و گذران خود در شاہ جہان‌آباد می نمود - این ابیات را صاحبان ہر دو تذکرہ نوشته اند :—

لگتا ہے مجھکو آج یہ سارا جہاں خراب
شاید کہ مرگیا ہے کوئی خانماں خراب

این بیت که مذکور شدہ خلاف روز مرۂ ہندوستان است ' ہر که رمز دان است می فہمد —

قاتل اگر کہے کہ سسکتا ہی چھوڑیو
خنجر! تو ایک دم کے لئے منہ نہ موڑیو

محمد حسیب "حسیب"

تخلص - از شعرائے مشہور حیدرآباد است - اشعارش بر السنۂ مردم آنجا بحدے جاری که حاجت اظہار نماندہ و نیست - غرض شاعر والا اقتدار بود - و تلاش مضامین عالی می نمود -

این چند ابیات او فرا گرفته شد :—

نہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر
رہ گئی یار کی الفت کی نشانی آخر
ھنس پڑا باغ میں بے تابی بلبل کو دیکھہ
کھل گئی یار کی سب غنچہ دھانی آخر
موند کر آنکھہ کو، کیا ذوق سے سویا تھا حسیب،!
نہ سنی حیف مری ہم کہانی آخر

دل بے دل کی یک تسلی کو کچھہ تو اپنا نشان دیو جاناں!

این دو بیت فتح علی خان بنامش می کرد :—

قواعد کیا ھے کھڑو راست جیوں تھو اے کماں ابرو!
کشش کر زور سے دل کھینچ پھر کیوں چھوڑ دیتے ھو
گلبدن! پھول کی مت توڑ تو ڈالی آرے
دیکھہ ابھی شور کریں بلبل و مالی، آرے

حاجی میر علی اکبر رمّال "حاجی"

تخلص - در علم رمل مہارت خوب میدارد و این فن را به نیکو ترین وجه می پندارد - رمالے در دکن (...) نیامد که باو خود دو چار شده باشد - آرے شہسوار این فن، و در لطیفه گوئي زیب انجمن است - از لاهور که مولد اوست، در عمر بست و یک سالگی محمل سفر بسمت بیت الله بر بست ، و در شاه جہان آباد سه ماه بمقتضاے قضا و قدر با کابران آنجا مثل مرزا مظہر جان جانان ، و عبدالحی تابان ، و مرزا رفیع سودا در خورد و بعده از اکبر آباد به گوالیر بر آمده به سر و نج رسید -

وهشت ماه در انجا تمکن گزیده ' بدارالسرور چندے محمل انداخت ۔
و از انجا عزم بیت‌الله بر خود مصمم کرده بسورت وارد گشت ۔
و چهار ماه دران گل زمین بسر برده آخر بجهاز سوارشده در
سه ماه بجده احرام بیت‌الله بربست و دو نیم سال درمکهٔ معظمه
و شش ماه در مدینهٔ منوره سعادت حاصل کرده عازم این
طرف گر دیده ' دست بیعت بدامن خلاصهٔ اولیاے دکن
حضرت شاه یسین نذر یاری نورالله مرقده آویخت ۔ تاریخ‌وفات
آن بزرگوار حضرت میر غلام علی ' آزاد ' چنین یافته اند ۔
(تاریخ) : —

شیخ عالی قدر' صاحب معرفت رحلتش آورد دلها رابدرد
گفت تاریخ وصال او خرد شاه یسین یگا نه فوت کرد

و نیز عبدالقادر المتخلص به ' مهر بان ' که احوالش نوشته
خواهد شد' چنین گفته و هفت اعداد زائدرا بحسن تعمیه برآورده۔
(تاریخ) : —

شاه یسین آیت روشن ز آیات اله
کرد رو از عالم فانی بفردوس برین
هاتفی از چشم خود سیارها افشاندو گفت
سال تاریخ آیهٔ یسین را تا مرسلین

بعده در خجسته بنیاد رسیده بکمال کامل بماند و از شاه
' سامی ' ملاقات کرده شوق ریختدگوئی پیدا کرد' چنانچه میگوید : —

میں هر سخن میں ' حاجی ' اب کیوں نہ درفشاں هوں
استاد مجکو ' سامی ' صاحب کمال بس هے

عالمے راز علم رمل و دیگر فوائد کثیرهٔ متوا فره بفیض

رسانید، پس ازان در برهان پور به سید معزالدین خان شحنهٔ آنجا سلمه الله العزیز که مرد خیلے قابل و قابل دوست است، در خورد و دو سال در آنجا بگذرانید- خان مذکور خدمت شایان بظهور آورد - و از آنجا مراجعت بطرف خجسته بنیاد نموده، چندے اقامت کرده، متوجه حیدرآباد گشت که در اثناے راه باراقم سطور ملاقات دست داد، فقیر هم که ذله برمائدهٔ فصاحت قابل دیده خود را در سلک تلامذه کشید و در علم رمل ماهر شد، و علم قیافه و اسرار قاسمی، در عجائبات و غرائبات هم اخذ نمود- مرا از راه کرم فرمائی چند کتب متداولهٔ رمل مثل سرخاب، و زبدة الرمل، و لب لباب، و مفتاح مفاتیح، و رضوان الرمل، و هدایت الرمل از دستخط خاص نوشته به فقیر عنایت ساخت - و تقویم عمر راقم به علم اعجاز در دائرهٔ ابدخ قلمی نمود - ''جزاک الله فی الدارین خیرا'' - القصه مرد رنگین مزاج و پاکیزه گفتار است - حق تعالی دیر گاه سلامت دارد، و خیال خام لاهور از داش بر دارد - باغبان قلمش چنین نخل می نشاند :-

بھٹکتے باغ میں پھرتے ہو کہوں اے عندلیبو! تم
چمن میں گل ہزاروں ہیں ولے اس گل کو آ دیکھو

رکھتا ہے آج قتل کا دل میں خیال توں
فصے کی تیرے ہم نے یہ نظریں پچھانیاں

رہتی ہیں رات دن ترے بس انتظار میں
روئیں نہیں تو کیا کریں آنکھیں نمانیاں

تن ھوا جل خاک مھرا، دیکھہ کر رنگین لباس
آتش اب دل کو لگی ھے جامۂ گلنار کی

مجھہ سے بولا دیکھہ کر دل نے دبستان کی بہار
مکتبوں میں ھند کے ھے یوسفستاں کی بہار

بعضے مردمان معنی ناشناس، بیگانہ از سخن فہمی، اعتراض بر لفظ یوسفستان می آرند، محض باطل است۔ مرزا صاحب در قصیدہ می فرمایند :-

یوسفستان شد ز گل پیرا ھنا بازارھا
شد زلیخاے کہن سال جہان از سر جوان

ھمین مصرع را شاہ 'سامی' در مقطع ریختہ تضمین می نماید:

مصر میں 'سامی' نجا سن 'حاجی اکبر' کا سخن
مکتبوں میں ھند کے ھے یوسفستاں کی بہار

فقیر ھم، درین زمین، ریختہ بسلک نظم کشیدہ، و این مصرع را تضمین چنین نمودہ - (ریختہ): -

ھے نظر میں میرے اس گل کے دبستاں کی بہار
جس طرح بلبل کو یاد آتی ھے بستاں کی بہار

طفل آنسو کو مرے یک پل نہیں دل بیچ چین
کب خوش آتی ھے اُسے تجھہ بن گلستاں کی بہار

ھے سطر ھر ایک میری رشک زلف گل رخاں
کب برابر اُس کے ھے گی سنبلستاں کی بہار

چاہ کنعاں کی مبث، 'صاحب' سخن 'حاجی' کا سن
"مکتبوں میں ھند کے ھے یوسفستاں کی بہار"

این اشعار طبع زاد حاجی صاحب اند :-

چشم شہلا دیکھہ اُس کی ہوگیا مخمور دل
کھونکہ بھولے مجھہ سے ایسے نرگسستاں کی بہار
اُس کے دام زلف میں 'حاجی' ہوا پابند آج
ہے پریشاں جس کے آگے سنبلستاں کی بہار

کس کو طاقت ہے جو دم مارے تری چشموں سے اب
ایک آنکھیں سرمہ زا اور دوسرا سرمہ دیا
کوہ کن سا سہل سمجھا تلخی جاں کندنی
تجھہ لب کوثر کا جس نے شربت شیریں پیا

جب ستی جا کر ملے ہو صحبت خندوں میں جان !
کس طرح سے ہوگئے ہو 'شوخ' ابتر' الحفیظ

کل تو پیارے گھر میں تم آؤگے یا نہیں
اپنا جمال ہم کو دکھاؤگے یا نہیں
جلتا ہوں جیوں سپند تمھارے فراق میں
آتش نو دل کی جان ! بجھاؤگے یا نہیں

نہ بوجھو اور کچھہ مجکو' مگر بوجھو تو یہ بوجھو
اے شہنشاہ ملک خوبروئی! تم گدا اپنا

درین جا بخاطر می رسد کہ یک زائچۂ ضمیر کہ دال بر کمال ما نیست نمایم تا اگر رمالی را ہم برین عبور افتد و علم آن مجموع کمالات در یابد بتاریخ ششم ماہ صیام سنۃ خمس و سبعین و مائۃ و الف ساعت مشتری قمر در برج خود یعنی در سرطان و آفتاب در حمل - فقیر سوال کرد کہ ضمیر

فقیر را از هر چهار دائره باید نوشت تا مطابق آید- ایشان زانچه کشیده‌اند' امهات این بود ایمان و نقی‌الحدود و قبض الداخل —

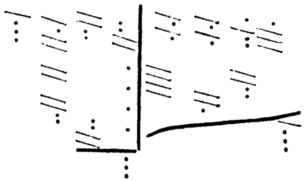

ضمیر اصح عدد کبیر کبطام نوزده بود بر دوازده تقسیم کردیم' باقی هفت ماند' بخانهٔ هفتم رفتم باقی هفت ماند' بخانهٔ هفتم رفتم دران مقام مطروس بود'عددضمیر او دو بودند بر سهم مثلثه ایثار کردیم'بخانهٔهشتم رسید در انجا قائم قائمه بود- معلوم شد که سوال سائل از خانهٔ هشتم است و هشتم بهفت 'چیز' تعلق دارد' چنانچه اول حیات و ممات' دوم خوف و خطر' سوم مال و معاش' چهارم مال دعوی' پنجم مال میراث' ششم قرض' هفتم تلف' دوازدهها ضمیر بیرون باید بر آورد' حکم برلسان الامر کردم یعنی طالع ضاحک را با جلیده که در آنیةالرمل است ضرب کردم مطروس برآمد آنرا با مستولی که امطروس است ضرب کردم کو سبسج صامت بر آمدو عدد کبیر او شانزده بود آنرا بطرح هفت هفت بخشیدم باقی از طرح دو ماند و دوم محل خوف و خطر است که بصدر تحریر یافته' معلوم شد که سوال از خوف و خطر است که بهصد تحریر یافته معلوم شد که سوال از خوف و خطر اعداد واضد اد دارد حکم—

نقی شکل زنست که بدائرهٔ اصح صاحب خانه هفتم است در خانهٔ دوم نشسته انرا با طالع ضرب کردم بضرب الداخل

برآمد و تکرار او در خانهٔ ششم و نهم و دوازدهم و سیزدهم در دو خانهٔ سعد و در دو خانه نحس که در ششم و دوازدهم است ' لیکن در انجا خط دارند که در مزاج و عدد خود اند و بدائرهٔ ابدخ نیز بخانهٔ خود نشسته که دوازدهم است باید که از دشمنین بے وسواس نباید بود که درکمین آند ؛ ایشان را حقیر نتوان شمرد و چهار کس تخم عداوت در زراعت وکینه کاشته اند و از مخذولان هیچ مضرت بسائل نخواهد رسید چرا که شکل سعد ازین تولد شده که در خانهٔ نهم است و بخانهٔ هشتم عتبهالداخل و شواهد مثلثهٔ او نصرت الداخل هر دو سعد آمد و شکل دشمن عتبه الخارج است ' درین زائچه حاضر نیست ' و شکل طالع که لیحان است بخانهٔ خود و در خانهٔ طاق نشسته سائل را قوت بیشتر باشد و عاقبت آن دشمنان پریشان شده در سلک دوستی در آیند . مخفی نماند که نامهاے اشکال که درپرده واقع شده تصریح کردن ضرور یعنی کیطام و ضاحک لیحان را می نامید و امطروس قهر را می گویند وقائمه عتبة الداخل را می نویسد و جلیده نصرت المخارج را و کوسج ساقط جماعت را نام نهاده اند و آئینهٔ رمل نام خانهٔ چهاردهم است —

ضمیر بدائرهٔ برذح در طالع لیحان بود و مطلوب خود را که هفتم او انکنیس است ظاهرا در رمل موجود نیست و او صاحب خانهٔ هشتم است پس معلوم شد که سوال سائل از طرف خوف و خطر ضد غائب است . حکم . لیحان که

بر طالع سائل آمد مطلوب خود را که هفتم او انکیس مان در ظاهر وباطن رمل نیافته خوب بخانهٔ هفتم رفتم آنجا حمره بود او مطلوب خود را که عتبة الخارج است می خواهد آن هم در ظاهر و باطن نیست معلوم شد که هیچ کس مخالفت نکند واغلب باشد که باهم صلح رو دهد —

ضمیر بدائرهٔ سکن لیحان برطالع سائل آمده او شکل مفرد است نقاط هفت میدارد بر خانهٔ هفتم رقم در انجا حمره که صاحب خانهٔ هشتم است نشسته ضمیر از ضد و خصم بر آمد - حکم - اشکال سعد و نحس هر دو شمار کرد یم برا بر رسیدند' همه حکم صادر شد - ضمیر بدائره ابدخ که این را مشرق الرمل می نامند و ضمیر و حکم از سیر نقطهٔ بیان می کنند. اکثر استادان بدین عمل نموده اند و درین فن کتابها مثل رسالهٔ شمس الدین حضری ' و هدایت رامل ' و شجرهٔ ثمرهٔ شیرین است که مثل ندارد و ضمیر و حکم از خانهٔ پانزدهم می گویند - چون در زائچه اصل میزان الرمل ابق بود آن زائچه را انقلاب و تدالوتد کردم امهات این شد نقبه عقله مرر

نقطه باوقبض الداخل دریا نزدهم حرکت کرده بسیزدهم
آمد و از سیزدهم بدهم رسید بخانهٔ چهارم منتهی شد

و مطلوب خود را که با وطریق است در هشتم بقران یافته که خانهٔ خوف و دوستان است وباز از چهارم حرکت نموده در پنجم که عتبة الخارج است منتهی شد و مطلوب خود را که قبض الداخل است در پانزدهم یافته بنظر تسدیس که نیم دوشبی است معلوم شد که سائل خوف و خطر از طرف دوستان غائب میدارد.

حکم نقطهٔ خاک از پانزدهم حرکت کرده بخانهٔ چهاردهم و از چهاردهم بخانهٔ یازدهم و از یازدهم نشسته منتهی شو با آنکه و مطلوب خود را در دوم رمل یافت باز حرکت کرده بعقله پیوست داد- مطلوب خود را که درچهارم یافته باز حرکت کرده در هشتم بطریق منتهی شد واو مطلوب خود که انکیس است در ششم یافته گاهے قوی و گاهے ضعیف - برای آنکه نقطهٔ خاک در خانهٔ باد چندان قوت ندارد و مطلوبات شکل هفتم که اعداد و اضداد است گاهے یافته و گاهے نیافته اغلب که بچندے نوع احوال سائل و مسؤل شود و یک نوع قرار بپذیرد ' گاهے صلح و گاهے جنگ پیدا شود - اما عاقبت صاحب طالع بخیر است - بر رمزدانان این فن مستحجب نیست که رمل در لغت بمعنی ریگ آمده است یعنی چونکه ریگ را شمار نتوان کرد این علم را هم بحیطهٔ نتوان آورد و تسکین در علم کامله ساکن شدن شکلے را گویند که در مرتبهٔ از مرتب خود پس مهر ترتیبی که اشکال شانزده را که ترتیب دهند و هر شکلے را در خانه از خانهائی شانزده ساکن گردانیده آنرا تسکین خوانند- و تساکین درین علم بسیار است چنانچه مقابل هر نقطه از نقاط افراد و ازواج اشکال شانزده گانه رمل که نود وشش است نود شش هزار تساکین واقع است و ما فوق دران متصور نیست و تمام دائره زمین عالم نیز نود و شش هزار فرسنگ است ازان جمله هفتاد و دو هزار فرسنگ آب دارد ' و بست و چهار هزار فرسنگ خشکی است ' و تساکین نیز موافق فراسخ زمین است - در ان جمله تساکین چند تسائین که انوی اند اکثر

صاحب کتابان درج کرده ' آن هشت تسکین است - یکے بیوت ' ' دوم ابدخ ' سوم مزاج ' چهارم شرف ' ' پنجم اصح ' ششم ' حروف ' هفتم ' بزدح ' هشتم ایقع - از انچه درین ز انچه هر چهار علم که حکم کرده اختصار میکنم و ماهیت هر چهار میطرازم -

اصح - این تسکین را هیچ قانونے نیست ' و قاعدهٔ کلی این است که شکل سعد در خانهٔ سعد ' و در خانهٔ نحس شکل نحس واقع است تا غائب منور بود و بسمع کس نرسیده و بسیار خاص استاد ' حاجی حسن تبلی ' رحمه‌الله تعالی ظاهر نموده این را جنوب الرمل گویند —

تسکین بزدح این را تسکین عدد هم میگویند و این تسکین مشهور است ' بادریس و لقمان و پسر او ' درین تسکین نقطهٔ آتش را دو عدد گرفته اند و نقطهٔ باد را هفت و نقطهٔ آب را چهار و نقطهٔ خاک را هشت ' چنانکه لفظ بزدح پدید می آمد این را معرب الرمل می نامند تسکین سکن این را دائرهٔ بیوت نیز میگویند که اول وضع شده دائرهٔ سکن است و این تسکین را حد آخری و تسکین آدم علیه‌السلام نیز می خوانند و این تسکین مشهور است بدائرهٔ بیوت اختیار کردهٔ امام محمد بن عثمان زما نیست که بدین تسکین عمل می نمود و این تسکین را هیچ قاعده و قانونے نیست - صاحب " مرأت الغیوب " نوشته که این تسکین را از منازل بهشت وهشتگانهٔ قمر برداشته اند و هر شکل از اشکال این تسکین در خانهٔ خود پنج قوت دارد ' اول ' عزت ' دوم ' قدرت ' سوم ' تهوّر ' چهارم ' امر ' پنجم ' نهی - ایں را شمال الرمل میگویند —

تسکین ابدع پیدائش آن این که چون مرتبهٔ عقل را بعد از نورالله تعالی گرفته اند و نور او سبحانه تعالی یکے ۔ پس مرتبهٔ آتش نسبت بعناصر دیگر اول باشد و عدد یکے است که چون مرتبهٔ عقل کل که بعد از مرتبهٔ نورالله تعالی است و او دوم است عدد او دو باشد و ضعف نار نیز دو باشد ازین جهت عنصر باد را دو گرفته اند ۔ پس عدد او دو باشد و او بعد از عقل کل عناصر اربعه است و او در مرتبهٔ سوم واقع است پس عدد او چهار باشد و دلیل دیگر آنکه عنصر آب در مرتبهٔ بعد از باد واقع ضعف باد نیز چهار باشد و پس عدد آب چهار باشد و بعد از عناصر اربعه کیفیات اوست که نفس کل است یعنی مراد از نفس کیفیات هنگامهٔ عناصر اربعه است که از شکل جماعت است و او در مرتبهٔ چهارم واقع است پس عدد او هشت باشد، بدانکه مراد از عقل نفس کل و کل درایں مقام از شکل طریق و جماعت است ۔ ازین مراتب حرف ابدع بیرون می آید و قاعدهٔ این تسکین آنکه هر عدد عنصری که کشوده است عدد خانه است ـــ

"حسن" راست

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ہوں
پی بھوگ تے آنا کریں یا مجکو لیں بلوائے کر

باب الطا

میر شمس الدین "طالع"

جوانے بود خوش منظر، پاکیزہ گفتار، شعر را بہ نہایت متانت می گفت، روز حیاتش در عین عنفوان جوانی مبدل بشام حجاب شد۔ آفتاب سخنہاے او چنین طالع می شود۔ در تذکرۂ فتح علی خان :-

جفاے یار کو ہم التفات یار کہتے ہیں
شفا و عاقبت اپنی کو ہم آزار کہتے ہیں
ز بس معمور ہے سینہ گلوں سے داغ الفت کے
شگاف دل کو اپنے ہم در گلزار کہتے ہیں

عرصے میں ہے اے زاہد اس دور میں پیمانہ
مسجد کے تئیں جاویں کیوں چھوڑ کے میخانہ

آباد کر اے طالع تو چل کے بیاباں کو
مرنے ستی مجنوں کے ویراں ہے یہ ویرانہ

نجا ناصح کی باتوں پر وو تیرا درد کیا جانے
رہی کر تو ارے دل جس میں کچھ اپنا بھلا جانے

میرزا محمد اکبر "طپش"

تخلص۔ وطن آباء او بدخشان است، ہمراہ شاہ رخ میرزا

بادشاہ زادہ آن دیار وارد هند شدہ و تا زمان فتح یاب خان شہید کہ از مشاهیر امرا و اولاد شاہ رخ میرزا بود بخدمت بخشی گری آنہا پرداختہ بسر برد - الحال از چند مدت توطن قصبۂ ندر بار گزیدند بارادت حضرت شاہ یسین قدس سرہ گردیدند —

'طپش' از مدت چہل سال مشق شعر را اختیار کردہ' پایۂ سخن بہ تکمّل رسانیدہ' دیوان فارسی قریب شش هزار بیت جمع نمودہ و شعر ریختہ هم بہ مضبوطی تمام می گوید' و در فن کبت و علوم هندیہ قدرت کامل دارد' و با این همہ کمالات بفروتنی و عجز و انکسار کہ لازمۂ کمال است' یگانۂ روزگار و بحدت فہم و ذکاے ذهن' و صواب راے' یکتاے عصر است - با میر 'مہربان' کہ احوالش نوشتہ خواهد شد' کمال اخلاص و خصوصیت دارد' و میر 'مہربان' هم زیادہ از حد تعظیم و توقیر او می پردازد - با فقیر هم یک ملاقات دست دادہ' جوان قابل بہ نظر نرسیدہ - این قسم احوال و این قدر اشعارش بموجب فرمودۂ میر مہربان بقلم آمد "صداے دل طپیدنہاے او چنین اثر دارد"

سرمہ ریز آہ حسرت هیں مری دل ریشہاں
سی لیا هوں یوں کی پلکوں سے کتا کر خویشہاں
کس گلی میں نہیں تمہاری زلف کا زنار کفر
تم بلا کس سے بنی آتی هیں یہ کافر کیشہاں

نہیں مرهون' بسکہ میں کسو' اوروں کی سیتلی کا
مرا داغ جگر اب سوں هوا هے ایک پتلی کا

باب الیا

انعام الله خان "یقین"

شہنشاہ قلمرو سخندانی و یوسف کنعان معانی است - طوطی شکر مقال از گلستان هند بر نخواسته که بآن عندلیب هزار داستان سخن به تشابه گراید' و شهسوارے چابک خرام از رایضان دکن پیدا نه شده که قصب السبق ازان فارس میدان خوش تلاشی بر باید - بسیارے از شکر مقالان متین خیال پرهٔ هم صفیری او برداشتند' آخر پشت دست بزمین نارسائی بگذاشتند - و اکثر از نازک خیالان شیرین مقالی بمقابلهٔ او برخاستند' آخر از قصور بگوش مالی خود پرداختند - ازوست :-

'یقین' تائید حق سوں شعر کے میداں کا رستم ھے
مقابل آج اُس کے کون آسکتا ھے کیا قدرت

آرے عندلیب کلکش دم از عصاے هم دمی عیسوی می زند' و مزاج عالیش معانی نازک می گزیند - هر قطرهٔ که از سحاب خامه اش بچکید' لآلی گران بها شد - و هر سطرے که از و سر زد' فرحت عطا کُن جانهاست - معنی آفرینان این زمان از نام تضمین کلامش گرم بازاری می دارند' و خوش تلاشان این عصر از اصغای نام نامیش دست بگوش میگذارند - چنانچه می گوید :—

حق کو ' یقیں ' کے یارو! برباد مت دو آخر
تم نے سخن کی طرزیں اُس سے اُڑائیاں ہیں

عزیزے می گوید :—

" رباعی "

جس طرح سے لاتے ہیں مضامین متیں
اشعار میں ریختہ کے ' سودا ' و ' یقیں '
ایسا کوئی نہیں ہند میں ' ہر چند کہ ہیں
' سجاد ' و ' کلیم ' و ' میر ' و ' درد ' و ' تمکین '

اگرچہ یقین است کہ میرزا ' سودا ' در ' غزل ' و ' رباعی ' و ' مخمس ' و ' مثنوی ' و ' قصیدہ ' و ' قطعہ بند ' وغیرہ ؛ اشعار ریختہ رتبۂ رفیع میدارد ' و عالی تلاشی فراوان می نماید ' لیکن در ریختۂ ' یقین ' فصاحت و ملاحت دیگر است :—

(لطیفہ)

اگر ہزار برس تک یہ میرزا سودا
کرے جو فکر تتبع ' یقیں ' کا از دل و جاں
کہیگا معنی باریک و خوب شیریں تر
ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

الحاصل ' یقین ' یکتاے عصر و یگانۂ زمانہ است - چشم روزگار چنین معنی آفرینے نکتہ رس ندیدہ ' و گوش سپہر دوار مثل این والا منشے آتش دم نشنیدہ - سخن سرایان والا گوہر ' و آتش نفسان گرامی قدر ' مصرع طبع زادش را چون خیال مصرع قامت خوبان بدل جامیدہند ' و بیت نقش

پست کلکش را چون بیت "ابرو" بر چشم می نهند. فی الواقع اگر آن سحر پرداز ' دعوی اعجاز می کرد ' سخن سازان را بجز ایمان آوردن چارۂ نبود - و این آیۂ گران مایه " و اعبد ربک حتی یأتیک الیقین" زنگ شبه از آئینۂ دل میزدود و گلشن جاوید بهار نشن از آبشاری میرزا مظهر طراوتی پذیرفته' و این طوطی شیرین مقال' شکر بیانی از ان عندلیب نغمه خوان چمن معانی گرفته است - و اکثر جا میرزا را از راه استادی یاد می کند' و حق شاگردی خود بزبان می آرد:—

جوں نماز اپنے پہ صبح و سام لازم کر ' یقین '
حضرت استاد یعنی شاہ ' مظہر ' کی ثنا

و نیز در جاے می نویسد :—

سایہ بے شخص ٹھہرتا نہیں ' کہتا ہے ' یقین '
آپ سے مجھکو جدا حضرت ' مظہر ' نہ کرو

میرزا ' مظهر ' جانجان چون چرب گفتاری ' یقین ' باین درجه دید ' با ریختهاے که پیش ازین سرزد و طبع ' میرزا ' شده اکتفا کرده از شعر ریخته دست کشید —

' حکیم بیگ خان ' روزے با فقیر نقل میفرمود که "انعام الله خان'یقین' را در سنة تسع وستین و مائةوالف ملاقات نمودم'مرد خوبے' متواضع بنظر رسید - اشعار خود بسیار خواند و استعمال تریاک باوجود صغر سنی که (۳۰) سی نخواهد بود بحدے داشت که تمام رنگ رویش رنگ کهربا گرفت - بعد انتقالش اکثر اشخاص در همان سنه شهرت دادند و گفتند که این یوسف مصر سخندانی حوربافتۂ اخوان است بل مقتول

یعقوب اسمع " - انتهی مقاله - بنا بران از خاطر راقم السطو
تاریخ وفات ' یقین ' چنین بر خاست - تاریخ —

شاعر نازک سخن و خوش خیال　　کرد سفر جانب ملک عد
سال و صالش خرد نکته سنج　　گفت ' یقین ' رفت بسوے ار

مخفی نماند که حکیم بیگ خان ' حاکم ' تخلص ک
نام ایشان به صدر تحریر یافت ' از خاندان بزرگ و از شعرا
زبردست فارسی اند - با میان نورالعین ' واقف ' تخلص ک
در سخن فارسی داد سحر آفرینی مید هند وا حوال ایشا
گذشت ' طرح ارتباط انضباط می دارند - چنانچه باتفا
یک دیگر از لاهور بتقریب زیارت مکه معظمه وارد این شه
شدند - اشعار فارسی خیلے درد آمیز می گویند - با فقیر
در دولت خانهٔ حضرت میر غلام علی ' آزاد ' مدظله العال
ملاقات مستوفي دست داد و از سخندانی ایشان که هر یک
بذله و لطیفه است طرفه دلبستگی رو نمود - حق سجان
سلامت دارد ' و اشعار متقدمین و متاخرین در خزانهٔ حافظ
بسیار موجود می دارند ' و باین فقیر بگرم جوشی تما
ملاقات می نمایند - در ین ولا تذکرهٔ شعراے فارسو
مسمول " بهردم دیده " تالیف ساختند - چون روزے بغریب
خانه قدیم رنجه فرمودند ' راقم الحروف تاریخ آمدن ایشا
چنین بنظم آورد - (تاریخ) :—

بکاشانه ام کرد ' حاکم ' کرم　　مرا کرد ممنون خلق کریم
پئے سال تاریخ او هاتفے　　ندا داد تشریف عبدالحکیم

۱۱۷۵

شخصے غائبانۂ فقیر بر لفظ عبدالحکیم که درمادۂ تاریخ واقع شده اعتراض بیجا نمود که نام خانم " حکیم بیگ خان " است و عبدالحکیم نیست - این چنین تاریخ بتغیر نام بسیار می تواند بر آمد - لهذا بجواب آن می پردازد که وقتے حکیم بیگ خان بطرف حیدرآباد تشریف بردند، میان نورالعین سلمه‌الله تعالیٰ را در اینجا بیماری تپ ربع بشدت حائل شد، ایشان در اشتیاق ملاقات حکیم بیگ خان چون غزل شانزده ابیاتی بقلم آوردند، همین اسم را صریح بیان کرده، این سه بیت ازان است : —

شاه عبدالحکیم : زود بیا　　رفتی و من سقیم، زود بیا
مهرباران تازه معلوم است　　اے شفیق قدیم ! زود بیا
هست نام تو ورد ' واقف 'را　　شاه عبدالحکیم ! زود بیا

' و همین ' تاریخ حکیم بیگ خان ' حاکم ' از فقیر نوشته گرفتند و در تذکرۂ " مردم دیده " که جائے احوال فقیر نوشته پیوستند —

الحاصل ' پدر ' یقین ' اظهرالدین خان بهادر مبارک جنگ از ارکان شاه جهان آباد است . نبیسۂ حضرت شیخ مجدد الف ثانی و نبیسۂ نواب حمیدالدین خان مرحوم میشود - گل گشت دیوانش طبع را اهتزازے وا بتهاجے بخشد، اگرچه از اشتهار حاجت اظهار اشعار نهانده ' اما این چند ریاحین از گلستانش بنا بر التزام شامۂ قلم را طراوت بخش میگردد :—

جو کچھہ کہیں یہ تجکو ' یقین ' ہے سزا تری
بندہ جو تو بتاں کا ہوا ' کہا خدا نہ تہا ؟

اس قدر غرق لہو میں یہ دل زار نہ تھا
جب جدا کو ترے پاؤں سے سروکار نہ تھا

دل میں زاہد کے جو جنت کی ہوی ہیگی ہوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

مجھے زنجیر کرنا کیا مناسب تھا بہاروں میں
کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہتر تھا

۵ حقیقت میں یہ شعلہ عشق کا ہے برگ گل ورنہ
خلیل اللہ پر آتشکدہ گلزار کیوں ہوتا

کیا بدن ہوے گا کہ جس کے کھولتے جامے کا بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

میر محمد تقی "میر" در ترجمۂ یقین میطرازد کہ "اگرچہ اکثر شاعران ریختہ را متبدل بند یافتہ ام، متبدل میگویند و توارد می نامند، گویا کہ این شعرا ستد در حق ایشان است:-

ہرچہ گویند بے محل گویند   در توارد غزل غزل گویند

لاکن شعر، یقین لفظاً لفظاً مبتدل رای انند رام، مخلص، است کہ گذشت - طرفہ تیر این کہ آنہم در سلیقۂ سرقہ یکہ بودہ است - خدا داند کہ این معنی دراصل از کیست، شعر این ست -

ناخن تمام گشت معطر چو برگ گل
بند قبای کیست کہ وا می کنیم ما"

انتہی - ناچار مہر سکوت از دہن بر میدارم و حرفے 'بمانحن فیہ' می نگارم کہ کسانیکہ تذکرہ میر و سید واحوال ہر یک را از ستم ظریفی بیجا پر و پوچ بقلم می آرد او شانرا چہ گوہر استفادہ بدامن می افتد مگر اینکہ در دل خود نازان میشوند

که ما هم چنین هستم که بر چنین شاعران دخلها کرده ام و غافل ازین که "چاه کنده را چاه در پیش" مردمان در پس غیبت مصنف هرچه کلمات نا شائسته در حق او می گویند آرے :—

عیب مردم فاش کردن بد ترین عیبها ست
عیب گو اول کند بے پرده عیب خویش را

چنانچه مشاهده باید کردکه هرچه بد در حق ما کرده ، و یقین چه نیک نموده که کمر بر ایراد او بسته ایم مگر بر عیب گیری او خون بجوشے می آید و الفاظ چند بر جریده ثبت می ماند. اول می باید که خود را بیاراید ، بعد ازان بر دیگران ستم ظریفی نماید. خرد اصلاً مذاق سخن نمی دارد بر دیگران سخن می نهد. اگر در سخن او خطا و سرقه بگیرم بیتے از انتخاب او که آخر تذکرۀ خود نوشته درست نخواهم یافت. لیکن در روز ازل رسام ارادت بقسمت ما نقش ننوشته که انگشت بر حرف کسان نهم و این توفیق حق سبحانه تعالیٰ نداده که آهو گیری ابنائے جنس خود می نمایم. باید که میر از زبان خود قائل می شود و داد کلامم می دهد. یعنے در جاے ترجمۀ 'یقین' می نویسد که او را شعر 'میرزا مظهر' گفته می دهند ، و بجاے نوشته که شعر 'یقین' لفظاً لفظاً متبدل راے اناند رام 'مخلص' است ، و نیز می گوید که او هم سلیقۀ شعر درست نمی دارد. والله اعلم از کیست ، ازین دریافت باید کرد. و "هاى هذاالقیاس" ما هم می توانم که تیغ زبان بر کشم و دخل در قلمرو سخن غیر بکنم. چنانچه مارا آن قدر احوال شعرا از نیک و بد معلوم است

که دیگرے را برو اطلاع یافتن مدتها می کشد - لاکن از روز شمار وسواس بخاطر راه می یابد، و اندیشه از ابناے نوع دامن دل می کرد - لهذا هر ادناے را بقدر مقدور خود به نیکی یاد کردم و هر جاے که در احوال آشنا مصرعے ثقیل یافته از طرف خود ضم کردم، و بجاے غیر مصرعے نوشتم و گفتم که این چنین هم مصرع خوب می نماید، بار اختیار پسند در قبضهٔ منصف است، خود چرا ترجیح باید داد که من ازو بهتر یافته ام - آنانکه مبصرانند، می پندارند.
'مرزا رفیع السودا' در حق 'میر' گفته و گوهر انصاف سفته - قطعه :—

ایک مشفق کے هاں گیا تها میں — سلیو یه نقل اک عجائب هے
اُسکے گهر میں هے ایک مرد بزرگ — خوشنویسی کے فن سے کاسب هے
راقم سر نوشت کا اُس کو — هے بجا گر کہوں که نائب هے
کهنے لگا وو اهل مجلس سے — آه یه نفس شوم غالب هے
ورنه لکهنے سے هاتهه اُٹهاتا میں — کیا کروں فکر قوت واجب هے
میں جو پوچها سبب کہا ست پوچهه — بات کہنی یه نا مناسب هے
لیک اس واسطے میں کہتا هوں — درد سننے کا تو جو طالب هے
هے جو کچهه نظم و نثر دنیا میں — زیر ایراد 'میر' صاحب هے
هر ورق پر هے 'میر' کی اصلاح — لوگ کہتے هیں سهو کاتب هے

پس شاعر را می باید که کلمهٔ بدی کسے تا حدالمقدور نه بر طرازد، و بنا بر ناخوشی بر شعر او دخلها روا نداشته از انصاف نگذارد، و همگنان را مثل خویشتن پنداشته عیب پوشی نماید - زیرا که گفته اند :—

شعر گر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست
در ید بیضا همه انگشتها یک دست نیست

قبلۂ داریں حضرت میر غلام علی 'آزاد' می نویسد - فقیر بجنس عبارت را نقل می نماید که "مقتضاے حسن ظن آنکه اشتراک مضامین را بر حمل توارد کنند تا که محل حسنے داشته باشد' چرا در پۓ عمل دیگر روند - علامۂ تفتازانی در مطول نقل می کند ملخص کلامش این حکم سرقه وقتیے کرده شود که اخذ ثانی از اول یقینی باشد' والا احکام سرقه مترتب نمی تواند شد' و از قبیل توارد خواهد بود و در صورتے که اخذ ثانی از اول معلوم نباشد' باید گفت که فلان شاعر چنین گفته است' و دیگرے سبقت برده چنین یافته' و باین حسن تغیر مغتنم داند فضیلت صدق را' و محفوظ دارد خود را از دعواے علم بغیب' و نسبت نقص بغیر" - انتهی - اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظه کند' کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد - چه احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ علم حضرت الٰهی است' بغائبانه خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند' چه داند که صید وارسته است' یا بال و پر بسته - ابو طالب 'کلیم' خوب گفته' و گوهر انصاف سفته :-

قطعه

ملم کلیم به طور بلندی همت
در استفادۂ معنی بجز خدا نه کنم
بخوان فیض الٰهی چو دسترس دارم
نظر به کاسۂ دریوزۂ و گدا نه کنم

ولے علاج تواردنمی توانم کرد
مگر زبان بہ سخن گفتن آشنا نہ کنم

لهؤ افه

مجھہ پاس وو رنگیلا جب بےحجاب ہووے
جو حرف منہ سے نکلے، سو انتخاب ہووے

گر میری شعر خوانی اِس وقت میں سنے تو
بلبل کا دل حسد سے جل کر کباب ہووے

ہر سطر ہے گی میری جیوں زلف گلعذاراں
سنبل بھی جس کے دیکھے پیچ اور تاب ہووے

مدت سے میرے دل میں ہے گی یہی تمنا
میں ہوؤں اور میرا حاضر جواب ہووے

خدمت میں اُسکی میں بھی کچھہ حال زار بولوں
وہاں سے بھی مجکوکچھہ کچھہ حکم اور خطاب ہووے

گر شعر خوب اپنا اُس کے پڑھوں مقابل
تحسین مجھہ پہ اس کی جلد اور شتاب ہووے

ور سقم ہووے اس میں اور نقص ہووے ظاہر
دیوے خبر سخن میں تا آب و تاب ہووے

'صاحب' سخن یہ میرا تو سانچ کر سمجھیو
تجکو گمان اور شک، مت اب حجاب ہووے

دانستہ میں نے مضمون باندھا نہیں کسی کا
محتاج غیر کا کب اہل نصاب ہووے

لیکن یہ خوف مجکو ہوتا ہے آکے حائل
دل سے جو شعر تازہ جب انتخاب ہووے

هو جاوے نا تُوارد کس سے مجھے الٰہی
"تا نزد خوردہ چینان" خوردہ حساب ہووے
لاچار ہوں الٰہی اس کے علاج سیتی میں
تیرا ہی فضل خاصہ مجھ پر شتاب ہووے
وو کونسا ہے شاعر جس کو نہیں توارد
دریا وو کونسا ہے جو بے حباب ہووے
کس واسطے کہ تیری قدرت کا، نہیں ہے ممکن
یک شخص ناتواں سے سارا حساب ہووے
یا فضل ہووے تیرا یا چھوڑ دوں سخن کو
نزدیک خوردہ چیناں تب آب و تاب ہووے
اس بیت پر کیا ہے دل نے تمام قصہ
یارب دعا کو اِس کی اثر اب شتاب ہووے
برباد تو دیا ہے سب شاعروں کے گھر کو
تیرا ارے توارد! خانہ خراب ہووے

بعضے اشخاص سخن چین براین بیت 'یقین' ایراد می برآرند کہ این مضمون از لسان الغیب شیرازی قدس اللہ سرہ است :-

اس داغ دار دل کو گاڑو نہ ساتھ میرے
ڈرتا ہوں مت لگے اُٹھ آتش مرے کفن میں

بیت حضرت خواجہ اینست :-

بگشاے تربتم را بعد از وفات و بنگر
کز آتش درونم دود از کفن برآید

پر رمز دانان مزاج سخن مختجب نیست کہ 'یقین' در کلام

خود لطافتے خاص می دارد و خوبی بستگی از اول اد
درو است :-

شاهد معنی که باشد جامهٔ لفظش کهن
نکته دانے کو حریر تازه پوشاند خوش است

عارف "جامی" قدس الله العزیز هم درین باب می فرمایند - (قد

معنی نیک بود شاهد پاکیزه بدن
که بهر چند در و جامهٔ دگر گون پوشند
کسوت عار بود باز پسهن خلعت او
گر نه در خوبیش از بیشتر افزون پوشند
هنر است این که کهن جامهٔ پشمین زبرش
بدر آرند و درو اطلس وا کسون پوشند

مخفی نماند که در د انسبت فقیر موزونان بر چار ق
اند - یکے آنکه شعر کسے را بے تفاوت الفاظ و معانی بنام خ
خواند ' این حاجت تمثیل نیست - ' دوم ' آنکه معنی لطی
کسے دیده بتفاوت الفاظ تغیر داده بخود نسبت دهد ' بر
حمل توارد هم میتوان کرد ' اما بترکیب بستگی او نظر با
نمود که در هر که نزاکت خاص باشد ' مقبول باید داشت - ' سو
جماعتے اند که روا دار مضمون و الفاظ غیر اصلا نمی شوند ا
توارد اُفتد ' این امر علحده است - لیکن تا مقدور بعد تحقیقا
از دیوان خود حک میکنند که اول قبیح باشد ' یا احسن
این را همت عالی می باید ' از هر کسے نمی تواند شد
' چهارم ' گروهے اند که مضمون زبانے بزبانے دیگر باحسن وجه بیارند
چنانچه مضمون فارسی بریخته ' و مضمون کہت بفارسی

علیٰ هذا القیاس ۔ این امر را احسن پنداشته اند ودورانام نهاده' اما در بستگی او قصور راه نیابد ۔ چنانچه چند ابیات ازین قبیل به جهت استشهاد می آرد :—

شب مرا تا بروز خواب نبود
درد دو چشمم بغیر آب نبود ' حسن '

آج کی رین مجکو خواب نہ تھا
دونوں آنکھوں میں غیر آب نہ تھا ' ولی '

اے ' حسن ! ' یار گر خطائے کرد
هم شکایت از و ثواب نبود ' حسن '

گلۂ شوخ اے ' ولی ' کرنا
هر کسی کن مجھے ثواب نہ تھا ' ولی '

بلبم رسیده جانم تو بیا که زنده مانم
پس آزا نکه من نمانم بچه کار خواهی آمد ' خسرو '

اس وقت میں جو مجھ تک پہنچو تو واہ وا هے
کہ قصد بعد میرے تم نے کیا تو پھر کیا ' سودا '

و گرنه رتبهٔ نظم است از چه رو ' صائب '
مقام بر سر چشم است بیت ابرو را ' صائب '

مت شعر پر تو چشم حقارت سے کر نظر
مانند ابروؤں کے انکھیاں پر هے جاے بیت ' ولی '

رفتی و از فراق دو چشمم بگریه شد
چون ابر نو بهار سفید و سیاه و سرخ ' خسرو '

ہوا ہے بر شکالی کی مری انکھیاں میں آ دیکھو
سفیدی ہے، سیاہی ہے، شفق ہے، ابر باراں ہے 'لااعلم'

متاع وصل جانان بس گران است
که این سودا بجان بودے چه بودے 'خسرو'

ہے متاع وصل جاناں بس گراں بشھربیگ
جان سے ہوے سودا تو کیا ارزان ہے 'عاشق'

ہرچه می خواهی طلب کن 'صائب' ازشاه نجف
منتے گر میکشی از مرد می باید کشید 'صائب'

ہر کسی نا مرد کی کیا التجا کیجیے 'مراد'
التجا گر کیجئے با شاہ مرداں کیجئے 'مراد'

رویش سیاہ سازند نام آوران عالم
ہموار گر عقیقی از بہر نام گردد 'صائب'

نگیں مانند حاصل ہے اُسے آخر سیہ روئی
جسے خواہش ہے اے 'داؤد' جگ میں نامداری کا 'داؤد'

گر سوز عشق بلبل نالاں اثر نکرد
پیراہن گل از چه گریبان دریده شد 'مردمی'

گر نہیں ہے نالۂ و فریاد بلبل کو اثر
غنچۂ گل نے کیا ہے بے سبب کیوں جامہ چاک 'داؤد'

عام حکم شراب می خواہم
محتسب را کباب می خواہم 'خسرو'

عام حکم شراب کرتا ہوں
محتسب کو کباب کرتا ہوں ' میر تقی میر '

بظاهرم منکر گرچه در نظر سبزم
مثال برگ حنا باطنم پر از خون است ' لا اعلم '

باطن میں خوں ہوا ہے مرا دل عجب نہ کر
ظاہر میں گر ہے رنگ مرا سبز جیوں حنا ' داؤد '

روز بد یارے نمی آید ' زمان را دیده ام
سایه هم در زیر پا ' کم می شود وقت زوال ' دلاور خان نصرت '

عارف الدین خان ' عاجز ' این مضمون را می بندد :—

یار جانی روز بد رہتے ہیں ثابت ' ورنہ جان
چھانوں بھی پھرتی ہے ایدھر سیں اودھر وقت زوال ' عاجز '

وقت بد میں کہا کسی سے ہے رفاقت کی اُمید
جب زوال آتا ہے تل جاتا ہے سایہ سا رفیق ' عاشق علی خان عاشق '

حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم ' قلی '

خط سبز آفت جاں تھا ' مجھے معلوم نہ تھا
دام سبزے میں نہاں تھا ' مجھے معلوم نہ تھا ' قدوی '

سوار شد مگر آن بادشاه کشور حسن
که آفتاب کشاده نشان زرین را ' لا اعلم '

ہوا سوار وو شاید مرا شہنشہ حسن
کہ آفتاب نے زریں نشان کھول دیے ' سودا '

کعبے کو سجدہ کیجے یا بت کی پوجا کیجئے
اے طریقت کے خضر! کہہ ہم کو اب کیا کیجئے 'د

یار ما ہرگز نیازارد دل اغیار را
گل سراسر آتش است، اما نسوزد خار را 'الا

یار میرا نہیں ستاتا ہے کبھی اغیار کو
گل سراسر آگ ہے پر نہیں جلاتا خار کو '

عاشقاں را سہ علامت اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و دیدہ تر

رخ زرد و لب سرد و نین تر
یہی ہے عشق کی یارو علامت 'ہا

بسکہ دل در فرقت آں دلربا بیتاب شد
چادر مہتاب مارا بستر سیماب شد 'صا

بسکہ دل ہجر سوں دلدار کے بیتاب ہوا
فرش مہتاب مجھے بستر سیماب ہوا 'داؤ

بوسۂ بے ادبم آں قدر آورد ہجوم
کہ لب لعل ترا فرصت دشنام نبود 'غلیہ

بے ادب بوسے نے میرے اس قدر جھومر کیا
لعل لب کو تیرے کچھ فرصت نہ تھی دشنام کی 'صاد

میر اولاد محمد 'کامیاب' —

در طرّہ ات ز دل بفلک شور میرود
آواز زار نالی شب دور میرود

زلف اُس کی میں شور مست کردل دور جاتی ہے رات کی آواز

نواب سالار جنگ بہادر 'کاہ' تخلص:—

سوائے حیدر کرار شاہ مرداں کیست
کہ ذوالفقار با و داد حق ' نبی دختر

سوائے اُس کے کہو کون شاہ مرداں ہے
خدا نے تیغ دیا اور رسول نے دختر منہ

شرم می آید ز قاصد طفل محجوب مرا
بر سر راهش بهاندازید مکتوب مرا 'نظهوری'

شرم آتی ہے مرے قاصد سے اس محجوب کو
راہ میں کو چے کے میرا ڈال دو مکتوب کو 'صاحب'

بروز حشر شهیدان چو خون بها طلبند
تبسمے کن و خا موش کن زبان همه 'ملاملک قمی'

بروز حشر شہیداں جو خوں بہا مانگیں
تبسم ایک کر اور کر زباں سب کی بند 'صاحب'

گر ترا خواهش قتل است بیا بسم‌الله
دم شمشیر تو و گردن ما بسم الله 'ناصرجنگ ناصر'

گر تجھے قتل ہے منظور چل آ بسم‌الله
تیغ مو جود ہے' حاضر ہے گلا بسم‌الله 'صاحب'

این چند اشعار آبدار که مضمون او بدوها آمده تحریر می شود که خالی از فائدہ نیست:—

هزار غوطه بخوردم' درے بکف نرسید
سزاے بخت من اینست گناہ در دریا چه است 'خسرو'

سلہر دے کے ہم لتھیں یا موتن کے لاگ
ساگر کوکیا دوش ہے جوھیں ہمارے بھاگ 'لااعلم'

یار ہر سو کہ رود ' دیدہ ہماں سو گردد
چشم من خاصیت قبلہ نما پیدا کرد 'لااعلم'

سب ہے تنہں سمہات نہیں جلت سہں دیپ بیتھ
وا ہے نہن تہرات پہ قبلہ نما یو دیتھہ 'بہاری'

فم عشقت زبس بگداخت جسم نا توانم را
ہمامینک نہد تا باز بیند استخوانم را 'شوکت'

کرے برہ ایسے تاگیل نجہاندے نیچ
دیتی ہوں چشمان جگن چاھے لے نیچ 'بہاری'

زبسکہ درد تو درجان ناتوان من است
ہلاک من طلبد ہر کہ مہربان من است 'تقی احدی'

کیا کہوں وا کے د ساہر راپن کے ایس
برہ احوال لکھیں مر بو بھیو اسوس 'بہاری'

این چند ابیات در تواردات شعراے ریختہ گو کہ بنظر راقم سطور رسیدہ است بتحریر می آیند:-

ہمارے بعد ساقی قلقل مینا نہ ہووے گا 'میر'
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا 'محمد تقی میر'

تمہاری میکشی میں اب نہایت جبر ہوتا ہے
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے روتا ہے 'کہن'

در جاے این مصرع را ہمین طور شنیدہ: —

مغاں مجھ مست بن شرمندۂ قاتل نہ ہوویگا
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا

یہاں تک ہوں خستہ حال کہ دیکھے ہے جو مجھے
نکلے ہے اُس کے منہ ستی بے اختیار حیف 'بیان'

ایسی بری طرح سے موا ہوں کہ جو سدا
نکلے ہے اُس کے منہ ستی بے اختیار حیف 'رنگین'

ہر قطرہ اشک میں ہے ظاہر جمال گل رو
پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا 'سراج'

صورت مہتاب وو ظاہر ہے میرے اشک سوں
جلوہ گر جیوں آب دریا میں ہے عکس ماہتاب 'داؤد'

جان! تجھ پر کچھ اعتماد نہیں
کیسا بھروسا ہے زندگانی کا 'آرزو'

یک نظر خوش گذر غنیمت ہے
کیسا بھروسا ہے زندگانی کا 'کمال'

اشک گرم و آہ عاشق کے سے' تو پرہیز کر
خوب ہے پرہیز' جب ہو مختلف آب و ہوا 'آبرو'

دم سرد و دل سوزاں سے اے نازک طبیعت تر
ہوائیں مختلف ہیں اس ستی پرہیز لازم ہے 'پروانہ'

کیا مچائی اُن نے میرے دل کے کاشانے میں دھوم
شور ہے جس کے لئے کعبے میں' بت خانے میں دھوم 'سودا'

ایک تیرے جلوۂ حسن جہاں آرا ستی
شور کعبے میں پڑا ہے اور بتخانے میں دھوم ' شرافت '

تجھ لب شیریں کی حسرت میں مثال کوہ کن
کب تلک اے گبر بے انصاف ' میں ترسا کروں ' حاتم '

ایک دن تو وصل کے وعدے سے مجھکو شاد کر
کب تلک اے گبر بے انصاف ترسا کیجئے ' صادق '

عاشق علی خاں ' عاشق ' :—

دیکھہ کر تیرے پانوں کی مہندی   مجھکو تلووں سے آگ لاگے ہے

آگ لگتی ہے مجھکو تلووں سے
جب حنا پانوں کو لگاتے ہو ' داؤد '

نوازش علی خاں ' شیدا ' را ہم این مضمون توارد افتادہ:—

یار کی دیکھہ پانوں کی مہندی   مجھکو تلوں ستی لگے ہے آگ

اُس بے وفا کے عشق میں کچھہ ہم کو جس نہیں
پائووں تلک بھی ہاے مجھے دسترس نہیں ' حزیں '

دامن تلک بھی ہاے مجھے دسترس نہیں
کیا خاک میں ملی ہیں مری جانفشانیاں ' سراج '

دیکھئے کس طرح ہووے یکدگر صحبت برار
وو قیامت سخت گو ہے میں غضب نازک مزاج ' بیان '

تم قیامت تند خو اور میں غضب نازک مزاج
اس طرح کیونکر نبھے گی .... ' بہار '

یاراں! جہاں کے سہم تنا رسب ہیں لالچی
عاشق ہو تب کہ پہلے یہاں فکر زر کرو 'حاتم'

لالچی دیکھے ہیں ہم نے دلبر و محبوب سب
وصل کی خواہش ہو گر تو زر کو پیدا کیجئے 'حاجی'

دام الفت نے کیا مجکو اسیر کا کل
ورنہ کیا کام تھا اس جال میں پھنس جانے کا 'انور'

کیا کروں تجھہ دام الفت نے کیا مجکو اسیر
ورنہ مجھہ آزاد کو ذوق گرفتاری نہ تھا 'احقر'

چون بجہت این مز خرفات انتخاب دیوان ولی دست داد این مصرع بعینہ بنظر در آمد:—

ہوا ظاہر خط روے نگار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ 'ولی'

در دیوان عبدالہادی چنین دیدہ شد:—

چلا آیا ہے میرے پاس یار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ

راقم الحروف را ہم قبل از اطلاع این مصرع توارد افتادہ:-

خیال اُس کا کیا دل میں گذار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ 'صاحب'

برغوامض شناسان سخن' و رمز دانان این فن' مخفی نیست کہ 'یقین' چہ راہ سلامت روی اختیار کردہ و خون از رگ اندیشہ چکانیدہ' یعنی بجز پنج بیت یا زائد ریختہ را نگفتہ و در یک زمین مکرر ریختہ ہا طرح کردہ ۔ اگر کسے بنظر

انصاف انتخاب کند که هر بیتش طرز علیحده می دارد و هر سیه چردهٔ سخنش دلبرے تازه می نماید - لیکن از عیب چینان پوچ مزاج چارهٔ نیست ' زیرا که ایشان را نظر بر طرف آهو گیری می باشد و غافل ازان که " الانسان مرکب من السهو والنسیان " بشرے مشاهده نیفتاده که ملوث بشر * نیست و عاقلے بنظر نیامد که نقطهٔ نقص غفلت بسر نه ' هرگاه که اینها بقصور خود اعتراف نموده باشند ماپستی گزینان حضیض امکان را چه قدرت که خود را چه اسفل را چه طاقت که خویشتن را افضل تر مخلوقات ... این همه بے عیبیها سزاوار بذات کردگارے است که شیرازهٔ کتاب عالم را بر پشته هاے گونا گون و مختلفه آراسته' و گلدستهٔ گلهاے آفرینش را با رنگ و بوے بو قلمون و جدا گانه پیراسته - میر محمد میر ' بنده ' تخلص که ذکرش گذشت' در بیان حرف گیران چه خوش می گوید — مثنوي

سنو نکته چینوں کا مجھه سے بیاں که اُن کی حقیقت هے سب پر عیاں
کسی کا اگر شعر هے خوب و صاف و لیکن وو جانے زراه خلاف
که اس شعر میں کچھه نہیں بند وبست
هر ایک جاے پر بحر میں هے شکست
کسی کا هے مضموں اگر دل نشیں تو کہتے هیں وه سارے از راه کیں
یه مضمون مدت کا هوگا قدیم که اِنکو کہا هے اسیر و کلیم
کسی نے اگر تازه مضموں پڑها که جس کے معانی هیں بس بے بہا

---

* بهٔ شر = برائی —

تو کہتے ہیں وہ نکتہ چیں از حسد یہ مضموں کسی سے نہیں ہے سلد
اے 'صاحب' سررشتۂ سخن از کجا بکجا رفت ' ہاں! بہ ہوش
کہ عمر گذران است —

پرتو عمر چرا نیست کہ در بزم وجود
بہ نسیمے مژہ برہم زدنے خاموش است

اشعارے کہ درین جا نوشتنی است' بنویسی! تا دیدۂ نظارگیان
را نور و دل سائران را سرور پیدا شود - از 'یقین' است :—

آپ سے جب الگ نتھا واقف کہاں تھا یہ شکوہ
دیکھتے ہی آئینے میں منہ سکندر ہوگیا

ناصح! جو یہ نصیحت بیجا نہ میں سنی
معذور رکھو مجکو مرا دل بجا نتھا
مجھے پھر دکھہ دیا تونے منڈا کر سبزۂ خط کو
جراحت کو مرے و مرہم زنگار بہتر تھا

تری جدائی میں کہا کیا جفا اُٹھائی ہیں
مرے جو پاس تو آتا وفا سیں دور نتھا

ارے واعظ ہمارے پاس ہے آتش محبت کی
کہ جسکو دیکھہ زہرہ آب ہوجاوے جہنم کا -
سبھی مرتے ہیں خوش وقتی یہ'جی دیتے ہیں شادی پر
تکلف بر طرف یہ نوحہ گر باندہ * ہے ماتم کا

لذتیں ساری گرفتاری کی جاتی ہیں بباد
جب قفس میں یاد آتی ہے گلستاں کی ہوا

---

* باندہ = بندہ بمعنے غلام ' باندی بمعنی لونڈی اسی کی تانیث ہے۔

کیوں نہ ہو تر دامنوں کو شست و شو کی آرزو
مے کشاں پر آیۂ رحمت ہے باراں کی ہوا

دماغ گل دھوئیں سوں خار و خس کے کر دیا ناخوش
جلا کر آشیاں کو باغباں کے ہات کیا آیا

کیوں کر ملے ہو گل سوں جو آتی ہے خوش دماغ
اے بلبلو! چمن میں مگر باغباں نہ تھا

دیا برباد راز عشق اس چاک گریباں سے
نہ رکھا بوے گل کی طرح میں نے ہات من اپنا

مجھے زنجیر کر رکھا ہے ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا

'یقیں' کب یار میرے سوز دل کی داد کو پہنچے
کہاں ہے شمع کو پروا کہ پروانے پہ کیا گذرا

اس کم نگہی میں کب بجھتی ہے عطش دل کی
ساقی! مجھے اتنی سی مے پینے سے کیا ہووے گا

مستوں کا غبار دل کچھ مے نے نہیں چھوڑا
زاہد! گذر اب تو بھی اس کینے سے کیا ہووے گا

ہمارا شور سن مجنوں کو بھولی طرز نالے کی
کوئی شہروں کے منہ پر نَے بجا سکتا ہے کیا قدرت

یہ جیوے ہجر میں وو وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف بر طرف بلبل کو پروانے سے کیا نسبت

ارے دل مت توقع دلبروں سوں رکھ ترحّم کی
لہو پیتے ہیں جو شخص اُن کو غم کھانے سے کیا نسبت

گل اُس کا داغ ھے اور آہ اُس کی سرو موزوں ھے
'یقیں' اِسے نوحہ‌گر کو باغ میں جانے سے کیا نسبت

شیشۂ دل کے تئیں اپنے سنبھالے رکھہ 'یقیں'
پھر کرے گا کون اُس کے پھوٹ جانے کا علاج

خانماں آنکھوں کا ھوتا ھے کوئی دن میں خراب
آنسوؤں کا جوش میں آیا ھے دریا بے طرح
بولنے تیرے سے جی اُٹھتے ھیں' جن میں جی نہیں
پھر مروج ھو چلا دین مسیحا بے طرح

باغباں بے رحم اور در بند' دیواریں بلند
بلبل بے بال و پر گلشن میں جاوے کس طرح
ھات سیتی جا چکا جب یار' تب آئی بہار
پی کے مے تنہا کوئی دھومیں مچاوے کس طرح

اب تلک ویراں پڑا ھے یہ جنوں کا پایۂ تخت
پھر کسی نے بعد مجنوں کے نہ دی ھاموں کی داد

کیا خزاں نے کر دیا ویراں گلستاں العیاذ
کس طرح سیں بلبلیں پھرتی ھیں نالاں العیاذ
لوگ اس وادی میں اب کرتے ھیں آھو کا شکار
بعد مجنوں کے ھوے بے کس غزالاں العیاذ

کس کا ماتم ھے 'یقیں' جو اس طرح روتا ھے ابر
کوکتی ھیں کویلیں اور مور تو کرتے ھیں شور
مجھہ سے بہتر کو کہا ھے جیوں نگیں حرف آشنا
کون پہچانے 'یقیں' بن حضرت 'مظہر' کی قدر

تعجب سخت رهتا هے ' یقیں ' اس بات کا مجکو
که اتنا بولتے هیں تلخ یه شیریں دهن کهو نکر

عقل گر رکهتا هے تو جب' ان دوانوں کو نه چهیڑ
با غباں ! ان بلبلوں کے آشیانوں کو نه چهیڑ

آه و ناله پر نہیں موقوف شہرت عشق کی
کس قدر هے اس خموشی سات پروانوں کا شور

بلبلیں پهم چلی جاتی هیں باغوں کی طرف
کچهه تو اُرتی سی سنی هے گل کے آنے کی خبر

گویا اُڑا دیا هے کسو نے حنا کے تئیں
ایسا هوا هے فیض هوا سیں غبار سبز

پروا نہیں هے ابر کی ' اس مشت خاک پر
کر لینگے اشک سرخ همارا مزار سبز

موسم میں خط کے حسن سیں ایمن نه ره 'یقین'
کرتے هیں بر میں جامه بوقت شکار سبز

خاک پر مجنوں نے پی کر جو گرائی تهی شراب
سبز هوتا هے اسی سیں شجر تاک هنوز

سبزه اُوگے گا نہیں' مجهه په برس مت اے ابر
گرم هے آتش سودا سیں مری خاک هنوز

کچهه پر و بال میں طاقت نه رهی تب چهوٹے
هم هوے ایسے برے وقت میں آزاد که بس

آپ کو بیچ کے یوسف نے زلیخا کو لیا
کیا خریدار نے پایا هے خریدار که بس

جی سے موہے سانورے کی لگ رهی هے جستجو
جس طرح هوتا هے افیونی کو افیوں کا تلاش

مرے جنوں پہ نہ تنہا کرے هے مجنوں رقص
کرے بگولے کی صورت بگڑ کے هاموں رقص
یہ گرباد نہیں دشت میں ' کہ کرتی هے
مرے جنوں کے تئیں دیکھ روح مجنوں رقص

گرمی اهل بزم سیں مت کر' کہ میں هوتا هوں داغ
شمع کی خدمت ستی اپنی هے پروانے کی عرض
فصل جاتی هے 'یقیں' اور باغباں سیں ایک بار
کوئی نہیں کرتا هماری باغ میں جانے کی عرض

هم سیں تنہا و یرانہ تک آباد' سو هم بھی چلے
اب خدا حافظ ' تمہارا اے غزالاں الوداع

بے حجابی بسکہ شان حسن کے لائق نہیں
بزم میں فانوس سیں باهر نہیں آتی هے شمع

خاکساری محو کرتا هے سب دل کا غبار
دور خاکستر ستی هوتا هے آئینے کا داغ
هم تو اب مرتے هوں اور بجھتا هے الفت کا چراغ
دیکھئے پھر کب هووے روشن محبت کا چراغ

مرے خوں سیں تو اندیشہ نہ کر اے بیوفا مطلق
کہ هوتا نہیں هے قتل عاشقاں میں خوں بہا مطلق

از بس سی خوش کمر کے وصف میں هے گفتگو نازک
قلم موہے سخن کو چاهئے مانند مو نازک

جلتے بلتے سیں نہ مل ان تیلیا کپڑوں کے ساتھہ
جی دھڑکتا ہے مبادا لگ اٹھے دامن کو آگ

چمن آباد ہو اور باغباں کا خانہ ویراں ہوا
چلی گلزار سیں آخر کو یہ کر کر دعا بلبل
زیارت باغ کی کرتی ہے آنسو سیں وضو کر کر
جناب گل میں رکھتی ہے عجب صدق و صفا بلبل
جفائیں باغبانوں کی 'یقیں' کیا کیا اُٹھاتی ہے
وفا یوں چاہئے شاباش بلبل! مرحبا بلبل!

چمن میں مجھہ سے دیوانے کے لے جانے کا کیا حاصل
دکھاکر گل جنوں کو شور میں لانے کا کیا حاصل
جنھیں بالوں میں پھانسی دے وہ ہرگز جی نہیں سکتے
جو زلفوں میں پھنسا دل، اس کے غم کھانے کا کیا حاصل

نگہ ٹھہری ہے جیسے آئینہ میں آپ حیراں ہوں
یہ باتیں سب سمجھہ کر جان شرمانے کا کیا حاصل
نہ وو دل ہے، نہ وو شور جنوں ہے، سیر گل مت کر
رفیقوں بن 'یقیں' گلزار میں جانے کا کیا حاصل

ہم نہ کہتے تھے کہ مت چھیڑ اِن دھواں دھاروں کے تئیں
خط کی صورت میں پڑا آخر نہ آہوں کا وبال
ناصح اُس دیوانۂ آشفتہ خو سیں مت اُلجھہ
سر پہ کیوں لیتا ہے ناحق بے گناہوں کا وبال

مے ہوئی آخر، رہی تدبیر غم کی ناتمام
کس سیں دل خالی کریں اب ہوچکا مینا تمام

تیری آنکھوں میں نشے نے اس قدر مارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح بد مست میخانے میں دھوم
بوے مے آتی ہے منہ سے غنچے کے جوں بوے گل
کیوں ' یقین ' سے جان کرتے ہو مکر جانے میں دھوم

بن چاک سینہ بیچ محبت کی جا نہیں
جس گھر کا در کھلا نہیں اُس میں ہوا نہیں
کیوں چاہتے ہو میرے تپ عشق کا زوال
یہ درد خود دوا ہے اسے پھر دوا نہیں

کیونکہ ہووے شاداب رونے بن محبت کا چمن
سبز اشک سرخ سے ہوتا ہے الفت کا چمن

بمقدار جفاے یار بڑھتی ہے وفا میری
کوئی چاہے تو آدیکھے محبت اس کو کہتے ہیں
مے گلرنگ جیوں شیشے میں چھلکے 'معنی شوخی
نمایاں ہے تری صورت سے صورت اس کو کہتے ہیں
نہ کی تونے نظر اس کی محبت پر نہ محنت پر
ارے فرہاد کے قاتل! عدالت اس کو کہتے ہیں

درد بن ہم کو کچھہ اس لاگ سیں مقصود نہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

ہم تو حاضر ہیں عشق یار کہاں خاروخس جمع ہیں شرار کہاں
باغباں در نہ بند کر کہ دگر ہم کہاں ' تو کہاں ' بہار کہاں
سایۂ تاک میں بڑا ہے زور لمک وو شور پائیدار کہاں

مصر میں حسن کی وو گرمی بازار کہاں
جنس تو ہے ' پہ زلیخا سا خریدار کہاں

تابداں ہووے نہ اگر گھر میں تو اندھیرا ہے
ہے وو ظلمت کدہ جس سینے میں ناسور نہیں

تماشا کر تصور کو ' کہ ایک ایک اشک سیں میرے
تری صورت نظر آتی ہے جیوں شیشے میں تصویریں
ہمیں بھی بات کہہ آتی ہے ' لیکن دل نہیں حاضر
حیا سیں دور ہے ناصح! خموشوں سات تقریریں
'یقیں' اقبال ہات آتا نہیں کچھہ جی کے جانے سے
نہیں ہووینگے ہم فرہاد ' گر سو بار سر چیریں

مارے ہیں بتاں ٹھوکر ' گر پاؤں پہ سر رکھئے
ہیں بندگیاں ان کے آئین میں تقصیریں
اس عشق کے کشور میں یکساں ہے حق و باطل
پرویز کو دیں افسر ' فرہاد کا سر چیریں
ناداں ہیں جو معنی چھوڑ صورت کی طرف جاویں
لڑکوں کو کتابوں سیں منظور ہیں تصویریں

دوانہ مجھہ سا کب چھٹتا ہے ' کیوں تدبیر کرتے ہیں
کوئی دن چلنے پھرنے دیں ' عبث زنجیر کرتے ہیں

کوئی ان بلبلوں سے جا کر اتنا پوچھہ دے ہم کو
کہ خوب آباد ہے گلزار ' خوش ہے باغباں ہم سیں

اس طرح آزاد کب صیاد چھوڑے گا تمھیں
بلبلو! دھومیں مچالیو ' یہ گلستاں پھر کہاں

لڑکے کھڑے ہیں غمگیں ' پتھرے پڑے ہیں بے کس
دیوانہ ہائے جب سیں جاتا رہا ہے بن میں

کم نہیں ہم بوجھتے کعبے سیں مے خانے کے تئیں
سجدہ ہم کرتے ہیں جیوں محراب پیمانے کے تئیں

ہجر میں جینے سوں ' بہتر ہے ہلاک روز وصل
یہ طرح کیا خوب راس آئی ہے پروانے کے تئیں

خسرو کے منہ پہ چڑنا اور بیستوں سیں بھڑنا
کچھ عاشقی نہیں یہ زور آزمائیاں ہیں

ہم تو چلے ہیں یارب آباد رکھیو ان کو
ان باغچوں میں کیا کیا دھومیں مچائیاں ہیں

لہو ' یقیں ' کا جو پیتا ہے تو میں ڈرتا ہوں
خدا کرے کہ تجھے یہ غذا گوارا ہو

کیا ہے عشق ہم نے تجھ سے ہمدم کے بھروسے پر
خدا کے واسطے اے آہ اُس دل میں اثر کیجو

ہو رہا ہے دل مرا بے ربط منصوبے ہیں بلند
جس طرح شطرنج میں پیادوں کے گھر جاتا ہے شاہ

یہ آدھی رات ہے اور شیشہ سے کاٹے سات تیرے
خدا حافظ ترا اے جان! جاتا ہے کہاں سچ کہہ

نمک ڈالا ہے مجھ میں اے ہما زور محبت نے
کہیں کھائے ہیں تونے اس مزے کے استخواں سچ کہہ

ہوں دور ' یہ جی میرا راتوں کو ترے گھر پر
پھرتا ہے پڑا جیسے فانوس پہ پروانہ
روداد محبت کی مت پوچھ ' یقیں ' مجھ سے
کچھ خوب نہیں سننا افسوں ہے یہ افسانہ

مجھکو تجھ بن جی سیں کیا مطلب ہے جیوے یا مرے
اختیار اُس کا ہے اس کے جی میں آوے سو کرے
مجھ سیں ہو جاتا ہے دشمن دیکھتے ہی دوست کوں
اس طرح کے بے مروت دل کو کوئی کیا کرے

نہ رکھہ اے ابر تو سر پر ہمارے بار منت کا
وو بادل اور ہیں جو آگ دل کی ہیں بجھا جانے

خفا ہو زندگی میں، مر گیا ہوں بسکہ ڈرتا ہوں
مبادا حشر مجھکو خواب راحت سے جگا دیوے

بڑھاپے میں 'یقیں' کی جام مے سے دستگیری کر
شراب کہنہ ہے اس درد پیری کی دوا ساقی

دیت کا نام نہ لیجے خدا کرے کہ کبھوں
دیے سیں جی کے بھی قاتل کا حق ادا ہووے
اگر بھلے سیں ہمیں یاد کر نہیں آتا
کبھی برا ہی ہمیں کہہ ترا بھلا ہووے
یہ سب تو کرتے ہیں دعوائے عشق یار، کبھوں
جو آزمانے پہ آوے بڑا مزا ہووے

مناسب نہیں ہے شکوہ جور کا ان خوبرویاں سیں
'یقیں' کوئی بری باتوں کو اچھے منہ پہ کیا لاوے

یہ دل مملوک ہے خوباں کا کون اس کو چھپا رکھے
'بغل' میں کہو نکہ مال بادشاہی کو دبا رکھے

دوستی بد بلا ہے، اس میں خدا
کسو دشمن کو مبتلا نہ کرے

رو مرے کو خدا قیامت تک
پشت پا سوں ترے جدا نہ کرے
ہے وو مقتول کافر نعمت
اپنے قاتل کو جو دعا نہ کرے
ناصحو! یہ بھی کچھ نصیحت ہے
کہ 'یقیں' یار سوں وفا نہ کرے

بدلہ ترے ستم کا کوئی تجھ سوں کیا کرے
اپنا ہی توں فریفتہ ہووے خدا کرے
خلوت ہو' اور شراب ہوے معشوق خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے' جو تو ہو' تو کیا کرے
قاتل ہماری نعش کی تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

فتح علی خان این دو بیت کہ تحریر یافت بنام میرزا رفیع 'سودا' گرفتہ' و میر محمد تقی 'میر' ہم فقط مطلع این ریختہ را کہ بالا مرقوم شد' در ترجمۂ او نوشتہ۔ و فقیر را در اکثر دواوین 'یقین' این سہ بیت بہ نظر رسید' واللہ اعلم۔ لیکن از نہج بستگی این معلوم می شود کہ این ابیات لاریب از 'یقین' اند' ۔ ہر کہ واقف طرز سخن گوئی ہر دو صاحبان است' زبان ہر یک می شناسد' و تفریق اشعار می نماید' این دو بیت کہ بقایا ہمین ریختہ بود بقلم آمد:—

جو کوئی کہ عرض حال کرے تجھ ستی مرا
اول بیان واقعۂ کربلا کرے

هوتا هوں خاک راہ وفا بیکساں 'یقین'
هے دل میں یوں کہ شرط محبت ادا کرے*

یہ آرزو هے کہ اُس بے وفا ستی پوچھوں
کہ میرے بے مزہ رکھنے میں کچھہ مزا بھی هے
اس اشک و آہ سیں سودا بگڑ نہ جاے کہیں
یہ دل کچھہ آب رسیدہ هے کچھہ جلا بھی هے
'یقین' کا طور جنوں سن کے یار نے بولا
کوئی قبیلۂ مجنوں میں کیا رها بھی هے

بتاں اپنی جفا سیتی نکڈریں هم وفا سیتی
'یقین' هم جان و دل سے معتقد هیں اپنی همت کے

'یقین' تقلید میں سر مت پٹک پتھر سیں' آ' بس کر
یہ ممکن هے کہیں ' هر سر چرا فرهاد کو پہنچے

کوئی میداں نہ جیتا عشق کا فرهاد کے آگے
کسو نے دم نہ مارا تیشۂ فولاد کے آگے

مجھے هجر چمن هے موت یہ صیاد کیا جانے
جو گذرے سر پر مقتولوں کے' سو جلاد کیا جانے

نہیں ممکن کہ هم کعبے کو جاویں چھوڑ بت خانہ
کرے واعظ همیں ارشاد جیتا اس کا جی چاهے

ارے صیاد! اس بے داد پر بے داد کیا کیجے
شکار ناتواں مجھہ سے کے تئیں آزاد کیا کیجے

---

*یہ قول همارے پاس کے دیوان میں نہیں هے - † (ن) پر اپنے کو—

ٹلا جو بیستون تو کیا ہوا، خسرو نہیں ٹلتا
بڑا پتھر ہے چھاتی پر ترے، فرہاد کیا کہیے

خدا مجھے ترے داغوں سیں لالہ زار کرے
یہ خار خشک مگر آگ سیں بہار کرے
جو تجھ میں درد ہوے ناصح! تو میری خواری سیں
نہ ننگ و عار کرے، بلکہ افتخار کرے

گئے سب بھول شکوہ، دیکھ روے یار کیا کہیے
زباں حیرت سے میری، ہو گئی بیکار کیا کہیے

یار آیا، پہ مجھے ہوش نہ تھا، کیا کہیے
نہ کیا اس دل دشمن نے خبردار مجھے

نہ روئے ہجر میں، پر وصل کے دن بہ چلے آنسو
اسی دن واسطے رکھے تھے گویا یہ گہر ہم نے

جس کو منظور ہے مرنا اُسے جینا ہے عذاب
ہے دم پاک مسیحا، دم شمشیر مجھے

یہ وہ آنسو ہیں جن سے دہر آتشناک ہو جاوے
اگر پیوے کوئی اس کو تو جل کر خاک ہو جاوے
گنہگاروں کو ہے امید یہ اشک ندامت سے
کہ دامن شاید اس آب رواں سے پاک ہو جاوے
نہ جا گلشن میں توں، ڈرتا ہوں بلبل تو خجل مت کر
یہ دامن دیکھ کر گل کا گریباں چاک ہو جاوے
عجب کیا ہے تری خشکی کی شامت سے ارے زاہد
نہال تاک پتھلاں تو وہ مسواک ہو جاوے

اُٹھیں گی قمریاں محشر میں خاکستر ہماری سیں
جلے ہیں ہم بہت ہاتوں سیں اس سرو خراماں کے

اگر دعویٰ نہ کرتا عشق کا بد نام کیوں ہوتا
زبانوں میں مجھے عالم کے ڈالا ہے زباں تو نے
بگولا بھی ہماری خاک سیتی اٹھہ نہیں سکتا
ہمیں یوں کردیا پا مال اے سرو رواں تو نے

خطا ہے مفت مر کر یار کو دینا رقیبوں کو
ہمارا ہم سے پوچھو، کوہکن کی کوہکن جانے
مزہ پاتے ہیں ہکلانے میں اس کے اور مت پوچھو
چبانے * کی لبوں کی وجہ وو شیریں دہن جانے

مسافر ہوکے آئے ہیں جہاں میں تس پہ وحشت ہے
قیامت تھی اگر ہم اس خرابے میں وطن کرتے

شروعِ عمر سیں ہم معتقد ہیں دشت وہاموں کے
بگولے کی طرح جاروب کش ہیں قبر مجنوں کے
ہمیں مار سیاہ زلف کے کاٹے سیں کیا ہووے
کہ ہم ایک عمر سیں مارے ہیں خال لب کی افیوں کے

خسارت ہے 'یقیں' سرکار کی اپنا سخن مت کر
نہ کر ان موتیوں سیں جیوں صدف اپنا دہن خالی

دلبروں کا شاد رکھنا اس کو جب منظور ہے
دل کو ان کے واسطے کیوں مفت غمگیں کیجئے

---

* (ن) چبکلے —

عاشق جو رهے جیتا ' معشوق کے کام آوے
کیا لطف هے جل جانا ' پروانے کو کیا کہیئے
دل چهوڑ گیا همکو دلبر سیں تو قع کیا
اپنے نے کیا یه کچهه ' بیگا نے کو کیا کہئے
صحرا میں ' یقیں ' آ هو کیا حور سے پهر تے هیں
فردوس نه کہئے تو ' ویرا نے کو کیا کہئے

یه لذت جس نے اپنے یار میں پائی هو ' سو جانے
نشے میں کالیاں کہا نے کی اور پیالا پلا نے کی
بهکتاهے اس آب و تاب سیں مستی میں پا اس کا
ڈهلک جس طرح هو تی هے ' یقیں ' موتی کے دانے کی

مارے هی جاتے هیں ایسے کوه کن سے سر چرے
خسرو بیچارہ اور شیریں بچاری کیا کرے

مو لگانے پر بهی مستی حسن کی اتری نہیں
بهر رها هے مے سے معشوقوں کے یه مینا هنوز

بلبلیں کیوں که گرفتار نه هویں اس سج کی
باغ میں اس طرح پهرتا هے یه صیاد که بس

دن جنوں کے آن پہنچے هوشیاران الوداع
فصل گل نزدیک آئی هے گریباں الوداع
میکدے سے قصد مکه کا کیا هے ' کیا کریں
توبه هم سے هو گیا اے مے پرستاں الوداع

چمن میں شاخ هل جاتی هے جیسے گل کے کهلنے سے
لچک جا تا هے دم لیتے نزاکت اس کو کہتے هیں

'یقیں' چمن میں کچھ اس کا سبب نہیں معلوم
کہ بلبلوں کا وو هنگامہ اب کے سال نہیں

بہار آئی ہے ہم کو کہا کہے گا باغباں دیکھیں
چمن میں رہنے پاوے گا ہمارا آشیاں دیکھیں

اُٹھا اُس منہ سیں اے بادصبا گھونگھٹ کے آنچل کو
توجہ سیں ترے ہم بھی تک ایک یہ گل کی شان دیکھیں

ہے بہشتوں میں 'یقیں' سب کچھ ولیکن درد نہیں
بھر کے دل رو لیجئے یہ چشم گریاں پھر کہاں

صدقے جاتا ہے مرا جی بال بال اوپر ترے
دیکھتا ہوں جب تری زلف پریشاں کے تئیں

کوئی دن اور کرنے دیو جنوں مجکو بہاراں میں
عبث سیتے ہو اس کو کیا رکھا ہے اس گریباں میں

کوئی یہ چاند سا منہ چھوڑ کر' عاشق ہو شعلے کا
گذر آتش پرستی سے یہ پروانے سے کہدیجو

کیا ہوئیگا نہ توں کہا یار کی گلیوں میں راتوں کو
نئی تقصیر میں نے بھی نہیں کی اے عسس چپ رہ

میرے رونے نے ترا خط کردیا جلدی سے سبز
کھیت ہو جاتے ہیں جیسے مینہ برسنے سے ہرے

ملے جس کو پیمبر سا رقیب اس کا خدا حافظ
زلیخا قید گر کرتی نہ یوسف کو تو کیا کرتی

محبت کا جو ناتا ہے' عجب آداب ہیں اُس کے
کہ جیوں جیوں یار دیوے گالیاں' عاشق دعا دیوے

همیں دوزخ سے اتنا مت ڈرا زاہد کہ ظاہر ہے
خدا ایسا ستم کب اپنے بندوں پر روا رکھے

نپٹ سونی ہیں گلیاں، خاطر طفلاں پریشاں ہے
کہو مجنوں کو تجھہ بن خانۂ زنجیر ویراں ہے

اب تو ناصح کے تئیں سینے دو میرا چاک جیب
تار تار اس ضد سیں کر ڈالوں گریباں تو سہی
لوگ نظروں میں نہیں لاتے ہیں ویرانوں کے تئیں
اشک خوں سیں باغ کر ڈالوں بیاباں تو سہی

این اشعار آبدار انتخاب نمودۂ فتح علی خان و میر محمد تقی 'میر' اند :—

ہے ترے داغ سے تر سینۂ سوزاں میرا
آب و رنگ آگ سے رکھتا ہے گلستاں میرا
غم کے ہاتھوں نہ رہا کچھہ بھی رفو کے قابل
بس کہ سو بار ہوا چاک گریباں میرا
رو اگر دیجئے اُس کو بھی تو کچھہ عیب نہیں
آئینے سے بھی گیا گیا دل حیراں میرا

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا
گرسنہ ناز کا تھا، کالیاں کھانے کے کام آتا
بتاں خوں کرکے میرا سب لگے آپس میں یہ کہنے
یہ کافر جیوتا رہتا تو بت خانے کے کام آتا
اُڑادی اس ہوا نے مشت خاک میکشاں ناحق
غبار اُن کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا

یہ کوہ طور سرمہ ہو گیا سارا ہی، کیا کہئے
کوئی پتھر بھی بچ رہتا، تو دیوانے کے کام آتا
لگا گھر ان 'یقین' نے عشق کا آتش کدہ سارا
کوئی شعلہ جو بچ رہتا تو پروانے کے کام آتا

ہمیشہ کھینچتا ہوں اشک خونی دار مژگاں پر
اگر رونے کو میرے دیکھتا منصور رو دیتا

مجھے گر حق تعالیٰ کار فرماے جہاں کرتا
بتوں کو میں بزور اِن بے کسوں پر مہرباں کرتا
اگر مرکر نہ میں اُس شوخ کی خاطر نشاں کرتا
خدا جانے وفا میری کے حق میں کیا گماں کرتا
خدا دیتا مجھے گر مہر سامانی خدائی کی
تو میں ان بلبلوں کو گلشنوں کا باغباں کرتا

نہیں معلوم اب کے سال میخانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کرنے سے پیمانے پہ کیا گذرا
برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا دیر کے آگے
خدا جانے تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا
حیا لڑکوں کی بر جا، پر غضب ہے اتنی ہشیاری
نہ پوچھا یہ کبھو تو نے کہ دیوانے پہ کیا گذرا

ہیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ہوگا
اب مرنا ہی بہتر ہے، اس جینے سے کیا ہوگا
کہتے ہیں کہ تسخیریں آئینے کو آتی ہیں
دل سے نہ ہوا جو کام، آئینے سے کیا ہوگا

طلا اُس حسن کے شعلے کے آگے آب ہو جاتا
تجھے گر دیکھتا روپا پگھل سیماب ہوجاتا
کسی کی خنجر قاتل نے اس کی پیاس کے حق میں
کئی زخم اور اگر لگتے تو دل سیراب ہوجاتا
اثر خوبان قندق زیب کی گلیوں میں یہ دیکھا
کہ جو گرتا تھا اشک خوں سو وہاں عناب ہو جاتا
اگر تجکو زلیخا دیکھتی سب کچھہ بسر جاتی
تماشا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہوجاتا
'یقین'! سوز و گداز اپنے کو گر اظہار کرتا میں
خدا شاہد کہ آتش کا بھی زہرہ آب ہوجاتا

سریر سلطنت سے آستان یار بہتر تھا
ہمیں ظل ہما سے سایۂ دیوار بہتر تھا
ہموں نے ہجر سے کچھہ وصل میں دھڑکے بہت دیکھے
ہمارے حق میں اس راحت سے وہ آزار بہتر تھا

نہ ہو جو سر سے میرے دور ظل عاطفت غم کا
نہ پڑیو داغ پر میرے الٰہی سایہ مرہم کا
شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سوکھہ جاتے ہیں
'یقین' سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا

تجھہ آنکھوں سے اُتر کر دل نہ کرتا شور کیا کرتا
یہ شیشہ طاق سے گر کر نہ ہوتا چور، کیا کرتا

نہیں اُتر سکتی کسو افسوں سے کالے کی لہر
کیونکہ نکلے سر سے اُس زلف پریشاں کی ہوا

نہ آب تیشۂ فرہاد اپنے خوں میں گر ملا سکتا
اس آب و رنگ سے کب نقش شیریں کو بنا سکتا
اجل نے کوہ کن کی، خوب رکھہ لی شرم خسرو کی
وگرنہ اُس کے سنگ زور کو یہ کب اُٹھا سکتا

یہ دل ایسا خراب کوچۂ و بازار کیوں ہوتا
اگر ملتا نہ اتنا گل رخاں سے خوار کیوں ہوتا
تری الفت سے مرنا خوش نہیں آتا مجھے ورنہ
یہ ایسا کار آساں اس قدر دشوار کیوں ہوتا
کسو کا تو کبھو رکھا کرو دل، تم کو لازم ہے
وگرنہ دلرباؤں کا لقب دلدار کیوں ہوتا

گرا میں آنکھہ سے تیری، جہاں کے ہات کیا آیا
مجھے پٹکا زمیں پر، آسماں کے ہات کیا آیا
مرے اِن آنسوؤں نے کھودیا نور بصر میرا
یہ یوسف بیچ کر، اس کارواں کے ہات کیا آیا
نہ کہتی راز دل تو اتنی رسوائی بلا سہتے
فضیحت کرکے مجکو اس زباں کے ہات کیا آیا

دلبروں کے نقش پا میں ہے صدف کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اُس میں سو گوہر ہوگیا
آنکھہ سے نکلے یہ آنسو کا خدا حافظ 'یقین'
گھر سے باہر جو گیا لڑکا سو ابتر ہوگیا

لگے گا ھات پتھر اس طرح کی سعی ناحق سے
پیارے دلبروں پر سر نہ چھڑاے کوہ کن اپنا
' یقیں ' اس کے در دنداں کی باتیں جو کیا چاھے
صدف کی طرح دھولے آب گوھر سے دھن اپنا

یہ قمریاں جو سرو کی عاشق ھوئیں' مگر
دنیا میں اور کوئی سجیلا جواں نہ تھا

اس قدر غرق لہو میں یہ دل زار نہ تھا
جب حنا کو ترے پانووں سے سرو کار نہ تھا
حسن کا عشق زلیخا ستی کچھہ چل نہ سکا
ورنہ وہ پاک گہر قابل بازار نہ تھا
دل میں زاھد کے جو جنت کی ھوا کی ھے ھوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

اب جیوں سرشک خاک سے سکتا نہیں ھوں اٹھہ
آگے میں دل کی آنکھہ سے اتنا گرا نہ تھا
جو کچھہ کہیں ہے تجکو ' یقیں ' ھے سزا تری
بندہ جو تو بتاں کا ھوا ' کیا خدا نہ تھا

کہوں میں کیونکہ نہ صبح بہار تجکو کہ آج
چمن میں تو جو نہ تھا گل کے منہ پہ نور نہ تھا
خفیف مجھہ سے اُلجھہ کر عبث ھوا واعظ
کہ میں تو مست تھا اس کو بھی کیا شعور نہ تھا

نوک بعضے سرو کی ھوتی ھے جو خم اس سے بوجھہ
عالم بالا سے آتا ھے چلا گویا ادب

دشت اُٹھتا ہے تواضع کو، نہیں یہ گرد باد
دیکھ دیوانے کو کرتا ہے، یقیں، صحرا ادب

کیا گرا دی ایک تیشے سے بنا فرہاد کی
کردیا کس گھر بسے نے خانۂ شیریں خراب
صبر کیجے کب تلک ناصح، کہ کر دیتا ہے عشق
حوصلے کا شہر غارت، خانۂ تمکیں خراب
پانوں کو اپنے، یقیں، کی چشم گریاں پر نہ رکھ
مت کر اے گل آب جو میں دامن رنگیں خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو میخانے سے کیا نسبت
نگہ کی گردشوں کو دور پیمانے سے کیا نسبت
یہ وہ موتی ہے جس کی سیپیاں آنکھیں ہیں عاشق کی
مرے آنسو کو مروارید کے دانے سے کیا نسبت
یہ بت جن نے تراشے ہیں اسے بوجھا بغور اس کے
کہوں پے صورتیں کوئی بنا سکتا ہے کیا قدرت

تصور کرکے لیتا ہوں مزا میں اس کے باتوں کا
مرے اس چپ کے رہنے کا ہے وو شیریں سخن باعث

حق کو کب پہنچے نہ باندھے جب تک ان زلفوں سے دل
کیو نکہ ہو زنجیر بن ایسے دوانے کا علاج

جی نکل جاتا ہے میرا جب کبھو آتی ہے یاد
وو قسم کھا کر اُسی ساعت مکر جانے کی طرح
خار سے مژگاں کے جی ڈرتا ہے میرا بے طرح
رکھ مری آنکھوں پہ دیتے ہو کف پا بے طرح

رنگ سے مہندی کے ہو جاتے ہیں آنسو لعل تو
رکھ کے ان پانووں پہ سر کوئی اٹھاوے کس طرح

مرے نہ چاک گریباں سے ہے رفو گستاخ
نہ میرے زخم سے مرہم کی آرزو گستاخ

کون دیکھے قامت رعنا پہ تیری جز 'یقین'
غیر شاعر کون دے اس مصرع موزوں کی داد

بوجھتا ہے خوب کیفیت نظارے کی 'یقین'
اس نگاہ مست سے لیتا ہے میخانے کا حظ

رشک تیری دل ربائی کا زبس کھاتی ہے شمع
دیکھ تیرے حسن کے شعلے کو جل جاتی ہے شمع

اس ہوا میں رحم کر ساقی کہ بے جام شراب
دیکھ کر چھاتی بھری آتی ہے باراں کی طرف

ناصح سے مجکو غم نے کیا شرمسار حیف!
سو بار پھٹ چکا یہ گریباں ہزار حیف

عرق کرتا ہے اپنے حسن کے شعلے کی گرمی سے
بڑا ہے گل سے بھی یہ دلبر خورشید رو نازک

رشک سے لاگی ہے پروانے کے جیسی تن کو آگ
لگیو اے فانوس ایسی تیرے پیراہن کو آگ
فصل گل آتی ہے بلبل! آشیاں کا کر علاج
لگ اُٹھے گی اب کوئی دن بیچ اس گُلشن کو آگ
چل 'یقین' بہتر نہیں ہے ایسی جل مرنے کی طرح
کیا ہی پھولی ہے پلاس اور لگ رہی ہے بن کو آگ

قد ترا از بسکہ رکھتا ہے لٹک جیوں شاخ گل
باد کے صدمے سے جاتا ہے لہک جیوں شاخ گل
ہار مت پہنا کر اے پیارے کہ نازک قد ترا
بوجھ سے پھولوں کے کھاتا ہے لچک جیوں شاخ گل
مرچکا ہوں تس پہ جی میں مجھ دوانے کے 'یقین'!
وے حنائی ہات جاتے ہیں کھٹک جیوں شاخ گل

پڑ گئی دل میں ' ترے تشریف فرمانے میں دھوم
باغ میں مچتی ہے جیسی فصل گل آنے میں دھوم
تیری آنکھوں کے نشے نے اس طرح مارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح بد مست میخانے میں دھوم
ابر جیسے مست کو شورش میں لاوے پل کے بیچ
مچ گئی یک بار اُن بالوں کے کھل جانے میں دھوم

چاک کر ڈالا ہے اپنا تونے سینا بھی ' یقین '
پھاڑتا ہے اس طرح کوئی گریباں العیاذ

اب جو اُڑ بیٹھیں قفس کے بام پر مقدور نہیں
حیف ہم آگے نہ بوجھے اپنے بال و پر کی قدر

شاخ گل کو سرخ جوں شمشیر کرتی ہے بہار
قتل میں بلبل کے کب تقصیر کرتی ہے بہار

یہ زمیں سیلاب سے ہوتی نہیں ہے چاک چاک
دشت کی چھاتی پھٹتی ہے سن کے دیوانے کا شور

دل ہمیں کہہ کر چلا تھا اپنے جانے کی خبر
پھر نہ دی ہم کو کسو نے اُس دوانے کی خبر

بلبلیں پیہم چلی جاتی ھیں باغوں کی طرف
کچھہ تو اُڑتی سی سنی ھے گل کے آنے کی خبر

توقع دیکھہ مت کہہ نا اُمیدی کے سخن ' بس کر
جواب تلخ مت دے مجھہ کو اے شیریں دھن' بس کر
پھڑک کر جی نکل جاوے گا بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھہ اے گل بدن ' بس کر

کیا مری مژگان تر کے ابر نے ڈالا ھے شور
آج بادل بے طرح اُمڈے ھیں یے برسیں گے زور
خال گورے منہ کا لیتا ھے مرے دل کو چرا
اس نگر میں چاندنی راتوں کو بھی پڑتے ھیں چور

فقیر هم درین زمین ریختۂ پنج بیت می دارد و از تضمین مصرع یقین افتخار خود می پندارد' اگرچه این قابلیت و لیاقت کو که در جرگۂ سخن سنجان بزانوے آن معنی پژوه بنشیند لیکن بتوقع اینکه هر که پئے نیکان گرفت و راه است ایشان گزید ' یقین است که رفته رفته بیمن انفاس متبرکۂ شان ازان ها خواهد بود - ریختہ این است' ریختہ :—

اب ھنسی نے اُس کی مسّی سات کیا ڈالا ھے شور
ھے اندھاری رات اور بجلی بھی چمکی ھے گی زور

بس تم اب زلفیں لپیٹو ' منہ کے اُوپر سے شتاب
اس طرح کے سانپ بھی ظالم کوئی دیتا ھے چھوڑ
عاشقی نے کردیا دونوں جہاں میں نامور
مر گئے ھیں ورنہ مجنوں سے یہاں لاکھوں کروڑ

چور اپنے یہ سبھی تصدیع رکھتے ہیں روا
وارتا ہوں جی میں اس پر جو ہے میرے دل کا چور
اب 'یقین' کی یاد میں 'صاحب' مگر روتا ہے ابر
کوکتی ہیں کویلیں اور شور تو کرتے ہیں مور

گریباں پھاڑتے ہیں دیکھ خوبان چمن کیونکر
نہ کیجے چاک ناصح اس ہوا میں پیرہن کیونکر (یقین)

دردمندوں کے تو لیتا ہے عبث خوں کا وبال
مر رہے ہیں آپ ہی اِن ناتوانوں کو نہ چھیڑ

خوش نہیں آتا ہے بن مجنوں ہمیں صحرا ہنوز
ان غزالوں سے ہمارا جی نہیں لگتا ہنوز

آگے لبوں کے ہو نہ سکا خط یار سبز
ہوتا ہے کب شراب کے آگے خمار سبز

بعد مرنے کے بھی ہوں گور میں غم ناک ہنوز
گرد پھرتے ہیں مری خاک کے افلاک ہنوز

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے اپنی جا قفس
ورنہ تک پھڑکیں تو ہوجاوے تہ و بالا قفس

تو نہ تھا حیف 'یقیں'! ورنہ دوانہ ہوتا
آج اس طرح کا دیکھا ہے پریزاد کہ بس

نزع میں دیکھ مجھے یار جھجک کر بولا
کیا بری طرح سے مرتا ہے یہ بیمار کہ بس

جس طرح سے ڈھونڈتے ہیں لوگ خاطر ہائے شاد
اس طرح رہتا ہے مجکو جانِ محزوں کا تلاش

ترے ستم سے مرا جی یہ کچھہ دھڑکتا نہیں
خوشی سے قتل کی کرتا ہے جانِ محزوں رقص

فصل جاتی ہے 'یقین' اور باغباں سے ایک بار
کوئی کرتا نہیں ہمارے باغ میں جانے کی عرض

مت خدا کے واسطے کر دلبراں سے اختلاط
کفر ہے حق میں مسلماں کے بتاں سے اختلاط

کعبے بھی ہم گئے، نہ گیا پر بتاں کا عشق
اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

تھدی اس سلسلۂ عشق کے اب کم ہیں 'یقیں'!
دل آزاد بہت، جان گرفتار کہاں

وو کون دل ہے جہاں جلوہ گر وو نور نہیں
اُس آفتاب کا کس ذرے میں ظہور نہیں

کوئی شتاب خبر لو کہ بے نمک ہے بہار
چمن کے بیچ دوانوں کا اب کے شور نہیں

مجکو اب سیر و تماشے سے شناسائی نہیں
تجھہ بن اے نور بصر! کچھہ مجھہ کو بھاتی نہیں
بن 'یقین' کے باغ میں جاکر بتاں کہتے ہیں سب
سیر گل میں جی نہیں لگتا وو سودائی نہیں

گالی بھی پی گئے ہیں، ماریں بھی کھائیاں ہیں
کیا کیا تری جفائیں ہم نے اُٹھائیاں ہیں

شکوہ جفا سے یار کی کرنا، وفا نہیں
بندوں کا اعتراض خدا پر روا نہیں
جور و جفا کی ان سے تعجب نہ کر 'یقین'!
یہ سنگدل بتاں ہیں نہ، آخر خدا نہیں

قامت رعنا سے تیرے بسکہ شرماتا ہے سرو
دیکھہ کر تجکو زمیں کے بیچ گڑجاتا ہے سرو

اسیران قفس کی نا امیدی پر نظر کیجو
بہار آوے تو اے صیاد مت ہم کو خبر کیجو

کیا سجدہ 'یقیں' نے دیکھہ اس محراب ابرو کو
برہمن تو رہا مسجد میں بتخانے سے کہہ دیجو

گرہ کھولو نہ زلف یار کی، شانے کو مت چھیڑو
چھیڑو مت دل کی زنجیر، ایسے دیوانے کو مت چھیڑو

کوئی مجھہ سے نہ بولو، مستعد مرنے کا بیٹھا ہوں
خلافت خود کشی کی دے گیا ہے کوہ کن مجکو

کھڑا ہے سرو نپٹ بن بنا کے رعنا ہو
جو یار پردے سے نکلے تو کیا تماشا ہو

خدا کرے کہ کہوں حق شتاب ثابت ہو
مت امتحان وفا میں 'یقیں' کے دیر کرو

عشق میں داد نہ چاہو کہ سنا ہم نے نہیں
عدل و انصاف کا اس ملک میں دستور کبھو

اُس رخ صاف کے آگے نہ رکھو آئینہ
میں مکدر ہوں مجھے اور مکدر نہ کرو

لے کے دل کرتے ہو ثابت دکھہ کے ماروں کا گناہ
جان و دل دینے میں کیا ہے ان بچاروں کا گناہ

کروں میں کیونکہ قید زلف سے چھوٹنے* کی تدبیریں
پڑی ہیں مری ہر انگشت میں جیوں شانہ زنجیریں

جب دیکھتا ہوں تنہا تجھکو سجن چمن میں
کس کس طرح کی باتیں آتی ہیں میرے من میں

اُتھہ گیا کہتے ہیں دیوانا ' یقین ' عالم سے ہائے
اُن نے کیا آباد کر رکھا تھا ویرانے کے تئیں

ہائے میرا ہات مت پکڑو کہ جیب گل کی طرح
چاک ہی کرنے میں ہے میرے گریبان کی پھبن

کرنا ہے کوئی یارو ! اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ ' اب کھول دو زنجیریں

عمر آخر ہے جنوں کرلوں ' بہاراں پھر کہاں
ہات مت پکڑو مرا یارو گریباں پھر کہاں

یار کے قد کو نہ دے سرو سے تشبیہہ ' یقین ' !
سرکشی میں تو مسلم ہے یہ طنّاز نہیں

' یقین ' مارا گیا جرم محبت پر ز ہے طالع
شہادت اِس کو کہتے ہیں ' سعادت اِس کو کہتے ہیں

* چھٹنے —

کہا فرہاد نے جو کچھ، محبت اس کو کہتے ہیں
دیا جی بات کے کہنے میں ہمت اس کو کہتے ہیں

یہ سینہ عشق سے محروم درد و داغ نہیں
ہزار شکر کہ یہ ملک بے چراغ نہیں
بلا ے عشق سے کچھ چھوٹنے کی راہ نہیں
بغیر میکدہ یار و کہیں پناہ نہیں

عاشقوں پر جبر کرتے ہیں 'یقیں'! یہ خوبرو
کچھ نہیں واللہ ان بے اختیاروں کا گناہ

بہار آئی ہے ہمیں کیا حکم ہے اے باغباں سچ کہہ
چمن میں رہنے پاوے گا ہمارا آشیاں سچ کہہ

کچھ عمر نہیں باقی ساقی تو شتاب آ جا
ڈرتا ہوں چھلک جاوے، لبریز ہے پیمانہ

عشق کے بھی کارخانے کی عدالت دیکھہ لی
بوالہوس جیویں مریں ہم اے محبت واہ واہ

جب ہوا معشوق عاشق، دلربائی کیا کرے
بندگی سے جنّے * خو کی، وو خدائی کیا کرے

عشق میں ملتی نہیں راحت مگر جیوں کوہکن
جان شیریں دیجئے، تب خواب شیریں کیجئے ہے
جفاے دلبراں پر صبر کرنا ہی مناسب ہے
'یقیں'! دعوی وفا کا کر کے اب فریاد کیا کیجئے

---

* جن نے —

کہا دل ہے اگر جلوہ گہ یار نہ ہووے
ہے طور سے کیا کام جو دیدار نہ ہووے

اگر پاوے گلی تیری ' تو بلبل گلستاں بھولے
ترا نقش قدم دیکھے ' تو اپنا آشیاں بھولے

چھٹتے ہم زندگی کی قید سے اور داد کو پہنچے
وصیت ہے ' ہمارا خوں بہا جلاد کو پہنچے

بہار آئی ' بجاو عندلیبو ! ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وے راتیں گئے وے دن مصیبت کے
پریشاں خاک سے اُگتا ہے سنبل اس سے ظاہر ہے
کھلے ہیں موے لیلی اب تلک ماتم میں مجنوں کے
بتاں کی بادشاہی کے سپہ سالار عاشق ہیں
بٹھائے کوہ کن نے بے ستون میں نقش شیریں کے

نہ بجھنے دیجیو اُس کو ' گرم رکھیو آہ و نالے سے
یہ دل ہے مشت خاکستر کا تیرے اخگر اے قمری

' یقیں ' کے واقعہ کی سن خبر وہ بد گماں بولا
یہ دیوانہ کچھ ایسا تو نہ تھا بیمار کیا کہیے

عبث پالی تھی سینے بیچ آہ بے اثر ہم نے
یہ کیوں اس خاک میں بویا تھا نخل بے ثمر ہم نے

یہ پوچھو تو کہ کیا یہ سر زمیں مجنوں کا مدفن ہے
چلی آتی ہیں شور انگیز بادیں اس بیاباں سے

یار کب دل کی جراحت پہ نظر کرتا ہے
کون اس کوچے میں جز تیر گذر کرتا ہے

درختوں سے نہ دے تشبیہ اُس قد کو ' یقیں ' ہرگز
وو اٹکھیلی سے چلنے کی طرح شمشاد کیا جانے

اگر زنجیر میرے پانوں میں ڈالی تو کیا ہوگا
بہار آنے دو' میرا ہات ہے اور یہ گریباں ہے

گئی یہ کہہ کر آنے سے خزاں کے پیشتر بلبل
پھر اِن آنکھوں سے کیونکر دیکھہ سکئے گا چمن خالی

دعا مستوں کی کہتے ہیں ' یقیں ' ! تاثیر رکھتی ہے
الٰہی سبزہ جتنا ہے جہاں میں تاک ہوجاے

اس طرح رونے میں آنکھوں کا خدا حافظ ' یقیں ' !
دیکھئے یہ خانماں اس روئے ' ڈوبے یا ترے

یہ کون ڈھب ہے سجن ! خاک میں ملانے کا
کسو کا دل کبھی پاؤں تلے ملا بھی ہے

اگر برباد جاوے خاک میری ' کیا تعجب ہے
فلک جب چرخ میں آتا ہے تیرے دور داماں سے

نہیں ہے جام مے بن کچھہ ہمارا خوں بہا ساقی
اس آب زندگی سے اپنے ماروں کو جلا ساقی

جو سر پانوں پہ رکھہ دیجئے تو خوش ہوویں بتاں ہم سے
ولیکن ہاے ہوسکتی ہے یہ جرأت کہاں ہم سے

'یقیں' زنجیر میں ہے، تب تو عالم میں نہیں چھلیں
ٹک ایک چھوٹے، یہ دیوانہ ابھی دھومیں مچا دیوے

نہ دے بربـاد خار آشیاں کو عندلیباں کے
صبا یہ بھی ہوا خواہوں میں ہیں آخر گلستاں کے

مرے آنسو بھی مارے ضعف کے اب چل نہیں سکتے
کیا ہے عشق! مجکو ہائے ایسا ناتواں تو نے

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے اے باد صبا کوئی!

شب ہجراں کی وحشت کو، تو اے بیدرد کیا جانے
جو دن پڑتے ہیں راتوں کو مجھے، تیری بلا جانے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے تجکو کیا ناصح
ہمارے ہات جانیں اور ہمارا پیرہن جانے

اگر دیتے ہو دل کی داد جتنا اس کا جی چاہے
تو کرنے دو اسے فریاد جتنا اس کا جی چاہے

نہیں کوئی کہ اخبار اس کے ہم تک، یا دعا لاوے
گیا ہے دل اب اس کو دیکھئے اب تک خدا لاوے

'یقیں' بے جا بھی میں کرتا ہوں بے صبری کہ ڈرتا ہوں
محبت بیچ لگ جاوے، کہوں ننگ شکیبائی

بہار آئی ہے کیسا چاک جیب پیرہن کرتے
جو اب ہم جیوتے ہوتے تو کیا دیوانہ پن کرتے

مقابلے میں وفا کے جو یہ جفا ہووے
کہو کسو سے کوئی کیوں کر آشنا ہووے

موا جاتا ہوں مت اتنا بھی کس کر گوندھ بالوں کو
تک ایک تعدیلی تو کردے جان زنجیر اس دوانے کی

زنجیر میں بالوں کی پھنس جانے کو کیا کہئے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہئے

مرزا رفیع السودا و عبدالحی 'تاباں' مصرع آخر این بیت که گذشت، مخمس بطور ترجیع بند کردہ و خوب گفتہ۔ نچہ از بد و شعور فقیر در شہر اشتہار میدارد، حاجت ہار نیست —

دکھ تو دیتا ہے کروں تجکو بھی حیراں تو سہی
باغباں اب کے اجاڑے لوں گلستاں تو سہی
اپنے بندوں کو جلا کر داغ کرتے ہیں 'یقین'!
ان بتاں کی ضد سے ہو جاؤں مسلماں تو سہی

موے ہم فصل گل آنے سے آگے ہی، خدا جانے
کہ کیا کیا شوخیاں ہم سات یہ ظالم ہوا کرتی

دل روشن کے تئیں لگتی ہے کب ظلمت نظارے کی
صفا میں آئینے کی کب خلل آتا ہے صورت سے

منت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے
جی ہی آخر لے کے چھوڑے گی یہ بیماری مجھے

ان پریزاد جوانوں نے کیا پھر مجھے
کردیا ضعف سے جوں سایہ زمیں گیر مجھے

ناصح اس کے سوزنِ مژگاں سے کھینچوں کیونکہ ہات
زخم کو ٹانکے نہ دے اپنے تو گھایل کیا کرے

محبت کے مزوں کو کب ہر ایک پیر و جواں سمجھے
جو ابراہیم ہو، آتش کدے کو گلستاں سمجھے

کرتے ہیں اپنے بال دکھا مبتلا مجھے
اس پیچ سے بتاں کے نکالے خدا مجھے

اجل نہ چھوڑے گی آخر 'یقیں' کو لازم ہے
کہ اپنے سر کو ترے پاؤں پر نثار کرے

'یقیں'! چاہتا رہا گر بلبلوں کے سات جانے دے
کوئی اس بے مروت دل کو اپنے پاس کیا رکھے

حیا و شرم سے کیوں کر کوئی حذر نہ کرے
ادب سے تجھ پہ کوئی کب فلک نظر نہ کرے

حق مجھے باطل آشنا نہ کرے
میں بتوں سے پھروں خدا نہ کرے

ترا خورشید سا منھ دیکھکر پھولوں کی جاں لرزے
ترا قد چھوکے باد آوے تو سروِ گلستاں لرزے

وو بلبل کیونکہ ہووے خار و خس سے متخلط، جس کا
نسیم گل سے مارے نازکی کے آشیاں لرزے

یاں فولاد کی ہو، تب جواب کوہ کن دیوے
ستم کرتا اگر پرویز کو عشق اختیار کرتا

نہ دیتا عیش کی خسرو کو فرصت قصر شیریں میں
جو میں ہوتا' بجائے شیر' جوے خوں رواں کرتا

ناچار یہ دل ایذا گیا گور میں ' یقین '
اس جنس کا جہاں میں کوئی قدر داں نہ تھا

عاشق اور معشوق عالم کی سند کرتے ہیں سب
تجھ سے خونخواری کی طرز اور مجھ سے غم کھانے کی طرح

ہمارے درد کی دارو اگر کچھ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سن کے ساقی بات پی جانے کا کیا حاصل

مجنوں کی خوش نصیبی کرتی ہے داغ مجکو
کیا عیش کر گیا ہے ظالم دوانہ پن میں

خو باں ' یقیں ' کو معذور اب تو رکھو کہ اس کی
لو ہو نہیں جگر میں ' آنسو نہیں نین میں

دوبارہ زندگی کرنا مصیبت اس کو کہتے ہیں
پھر اُٹھنا ہے دماغوں کا قیامت اس کو کہتے ہیں

نہ گذرا ہوگا مجھ سا کوئی رنگیں باولے پن میں
گریباں آپڑا ہے پھٹ کے گل کی طرح دامن میں

یقیں سے جلتے بلتے کی خبر کیا بوجھ کر لو گے
پڑا ہو گا دوانہ سوختہ * سا کنج گلخن† میں

وو ناخن ابروے خوباں سے خوشنما تر ہے
کسو کے کام کی جس سے کوئی گرہ وا ہوے

* (۱ب) باولا — † (ن) گلشن —

خواب میں کس طرح دیکھوں تجکو بیخوابی کے ساتھہ
جمع آسایش کہاں ہوتی ہے بیتابی کے ساتھہ

مفت نہیں لیتے وفا کو شہر خوباں میں ' یقین '
کس قدر بے قدر ہے یہ جنس نا یابی کے ساتھہ

اگر چہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے
ذرا برا نہیں یہ شغل ' کچھہ بھلا بھی ہے

ایک پل بھی نہیں ٹھہرتا ہاے آنسو کی طرح
اس دل بیتاب کو کوئی تسلی کیا کرے

وصل کی گرمی سے مجکو ضعف آتا ہے ' یقین '
دیکھئے مجھہ سات خوباں کی جدائی کیا کرے

اس بسنتی پوش سے آغوش رنگیں کیجئے
جی میں ہے اس مصرع موزوں کی تضمیں کیجئے

مزے سے عشق کے دوزخ بھی اس فرقہ پہ جنت ہے
خدا ہم کو کرے محشور امت میں محبت کی

نہ نکلا کام کچھہ اس صبر سے اب نالہ کرتا ہوں
مري فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہنچے

دوانہ ہوں میں جی دیئے میں* مجنوں کے سلیقے کا
مزے لے لے کے مرنے کی طرح فرہاد کیا جانے

یار اگر منظور ہے دنیا اور عقبیٰ سے گذر
منزل مقصود ہے دونوں جہانوں کے پرے

* (ن) اپنے جیو سے —

مجھے خوش آئی ہے یہ بات ایک مجنون عریاں سے
کہا کیجے کہاں تک چاک ہم گزرے گریباں سے

ٹک ایک انصاف کر کرتا ہے اتنی بھی جفا کوئی
کرے گا بعد میرے کس توقع پر وفا کوئی

مصطفیٰ خان ” یکرنگ “

تخلص - از معاصران میاں ' آبرو ' است - شعرش خوش قماش بیکران می دارد ' و طبعش عالی تلاشی فراوان می نماید - گویند که ذهن رسا داشت ' و باهر کسے طریق حسن سلوک مرعی می گذاشت - یکرنگی اخلاصش از تخلص او پیدا ' و خلق محمدی از نامش هویدا است - این چند گل از گلستان هر دو تذکره چیده گلدسته می بندد:—

لب شیریں سے بے زبانوں کے بولنا تلخ کام ہے تیرا
ہات اٹھا جور اور جفا سے توں یہی گویا سلام ہے تیرا

جب سنوے کلر خاں سے یار ہوا خلق کی تیئں نظر میں خوار ہوا
خلق 'یکرنگ' کی ہوئی دشمن جب سنی تیرا دو سعدار ہوا

ترک عاشق نے ننگ و نام کیا کام اپنا جو تھا تمام کیا

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی ہم بھی تو تم سے کبھی تھے آشنا

خون دل کا مجھے شراب ہوا جگر سوختہ کباب ہوا

زخمی برنگ گل ہیں شہیدان کربلا
گلزار کی نمط ہیں بیابان کربلا

کھانے چلا ہے زخم ستم ظالموں کے ہات
دھو ہات زندگی ستی مہمان کربلا
اندھیر ہے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ہات
ہے سر بریدہ شمع شبستان کربلا

سکتا نہیں ہے بات کسی کی توا ے سجن
تجکو ترا غرور نہ جانوں کرے گا کیا

ایتا ہے مست اپنے حسن کی مے سے سجن میرا
کہ کھاتا ہے بیان کرنے ستی لغرش سخن میرا

نکر گوہر ستی ہرگز برابر اگر معلوم ہے رتبہ سخن کا

مجھے مت بوجھہ پیارے اپنا دشمن
کوئی دشمن بھی ہو ہے اپنی جاں کا

اگر آوے مرے گھر وو پیارا کروں اُس ماہ کو پتلی کا تارا
مرا دشمن ہوا' یکرنگ' وو شوخ کیا کیوں عشق میں نے آشکارا

کم نہیں کچھہ بوے گل سیتی فغان عندلیب
برگ گل سے ہیگی نازک تر زبان عندلیب

زبان شکوہ ہے مہندی کا ہر بات کہ خوبوں نے لگاے ہیں مجھے ہات
مسخر چشم کے شاہ و گدا ہیں رکھے ہیں خوبرو ظاہر کرا مات
خیال چشم و ابرو کر کے تیرا کوئی مسجد گیا کوئی خرابات

یاد آتی ہے تازگی بہار دیکھہ ہر خشک خار کی صورت
سچ کہے جو کوئی سو مارا جاے راستی ہیگی دار کی صورت

میر تقی 'میر' نوشتہ کہ با عتقاد فقیر بجاے 'سچ'

حرف 'حق' اولیٰ است 'صاحب' میگوید که این جا اصلاح 'میر' احسن است' قبل ازین دو سال این بیت را بچنین تغیر شنیده ام' خدا داند که از کیست :—

"جو کوئی حق کہے سو مارا جاے   صورت دار راستی ہوگی"

پھر گیا ہم سے ہاے وہ مہرو   سرد مہری ستی ہوا کی طرح

ہوا نہ راحت جان' مہرباں حیف
مری محبت گئی سب رائیگاں حیف

بنا بر مصلحت ہے یہ جو تم سے   رہا ہے روٹھ دن دوچار' یکرنگ'

محبت کا عجب یک رنگ ہے رنگ   کبھی عاشق کبھی معشوق ہیں ہم

برنگ شمع دائم تجھ لگن میں   سجن روتے پھرے ہم انجمن میں

اُس کو مت بوجھو سجن اوروں کی طرح
مصطفیٰ خان عاشق * 'یکرنگ' ہے

میر محمد تقی 'میر' نوشتہ کہ اگر شعر من می بود' پیش مصرع این قسم موزوں می کردم :—

ع مت تلون اُس میں سمجھو + آپ سا —

لہذا از خاطر فاتر فقیر ہم دو مصرع چنین سر زد :—

ع :. کئی طرح اُس کو سجن سمجھو ولے
ع:. کچھ کہو نزدیک اپنے اُس کے تئیں

---

* (ن) آشنا —   + (ن) سمجھوں —

از 'یکرنگ' است :—

تا گلے تیرے لگوں اے یار میں　　روتھتا ہوں اس سبب ہر بار سوں

کیوں کھینچتے ہو تیغ سجن ہم موں دم نہیں
پنہاں نگہ تمہاری یہ گپتی سوں کم نہیں
کہتے ہیں ہم پکار سنو کان دھر سجن
گر غیر سے ملو گے تو دیکھو گے ہم نہیں

تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
'یکرنگ' کے سخن موں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لے کے جو دبدھا میں پڑے ہو اس بھانت
کیا سجن! اس کا کوئی جگ موں خریدار نہیں

پارسائی اور جوانی کیونکہ ہو　　ایک جاگہ آگ و پانی کیونکہ ہو

اُس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک موں کیوں پڑتا ہے اے دل جان بوجھ

برگ حنا اُپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھو تو جا لگے اُس دلربا کے ہات

اگرچہ این بیت کہ گذشت میر محمد تقی 'میر' بنام 'یکرنگ' نوشتہ است' اما بنام میرزا 'مظہر' شہرۂ عوام دارد' واللہ اعلم —

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گل　　دل بلبل شکستہ کرتا ہے

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے　　میرا صبر و قرار جاتا ہے

گر خبر لینی ھے تو لے صیاد   ھاتھہ سے یہ * شکار جاتا ھے

لگے ھے خوب کانوں میں بتوں کے
سخن 'یکرنگ' کا گویا گُہر ھے

کیا جانئے وصال ترا ھوے کسے † نصیب
ھم تو فراق میں ترے اے یار مرگئے

نہ تو ملنے کے اب قابل رھا ھے   نہ مجھہ کوں وو دماغ و دل رھا ھے

اب تو تمھیں نباھے ھی ھم سے سجن سری ‡
ھم سب طرف سیں ھار تمھارے گلے پڑے

'یکرنگ' پاس کیا ھے سجن اور کچھہ بساط
رکھتا ھے دو نین جو کبھو تو نظر کرے

جس کے درد دل میں کچھہ تاثیر ھے
گر جواں ھے وو تو $ میرا پیر ھے

چشم پیارے کی دیکھہ مژگاں میں
گویا سبزے کے بیچ آھو ھے

عبدالوھاب 'یکرو'

شاعر خوش گو و شاگرد میاں نجم الدین 'آبرو' است - اشعار دل آویز و سخن ھاے سوز انگیز بسیار می دارد - انموزج مزاج عالیش اینست :—

گرم ھے اب نالہ زاروں میں دل
آب ھو امڈا ھے مے خواروں میں دل

---

* پھر   † کہ وصل ترا کس کے ھو
‡ پڑی $ بھی ھے تو

جب سے کافر سج ترا دیکھا صنم
تب سے نہیں لگتا ہے دلداروں میں دل
لے گئے بے رحم، بے کس کر گئے
ایک تھا عاشق کے غم خواروں میں دل
سب طرف سے ہے بتوں کی مار مار
گوت ہے چو پڑ کی ان ساروں میں دل
اب تو 'یکرو' جیونا رہنا نہیں
جا پڑا ہے شوخ خونخواروں میں دل

این بیت را میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان در ترجمۂ 'یکرو' نوشته اند :—

دل پر ہیں مرے داغ تہرے عشق کے کئی
گننے میں جن کے عمر مری سب گذر گئی

میر عزت‌الله 'یکدل'

شاعر عہد محمد شاه بادشاه بود - احوال و اشعارش بفقیر نرسیده، این ابیات از 'نکات‌الشعرا' گرفته ثبت می نماید :—

نو گل باغ انّما کی قسم سرو گلزار ہل أتیٰ کی قسم
مہر میدان لافتیٰ کی قسم میں تو عاشق ہوں مرتضیٰ کی قسم
شاعروں میں نہ میں خیالی ہوں والۂ و مست ہوں ولا کی قسم

حکیم ''یونس''

بر احوالش اطلاع نیست، و از سید عبدالولی صاحب هم اتفاق استفسار در حیدرآباد دست نداد - این ابیات ازانست :—

صبح جب گلشن سے وو گل رو گیا — باغ سے باهر نکل گل رو گیا
هے معطر آج تک صحرا تمام — اس زمیں اوپر کوئی گل بو گیا
سوگیا جب سے جگایا تھا مجھے — بخت میرا جاگ اُٹھا تھا سوگیا

موسم هولی میں هوتے هیں شهید — آج وو قاتل بسنتی پوش هے

بلبل کی سن کے تند فغاں چیں جبیں پہ لا
گل نے کہا کہ کان میں میرے تڑک اُٹھی

کیا گل کے نام میں بهی هے اعجاز عیسوی
بلبل موئی پڑی تھی سو سنتے بھڑک اُٹھی

باغ میں کہتی تھی بلبل هائے رے اب تک مری
دل جلا میرا تب اس گل کے تئیں ٹھنڈک پڑی

نواب منورالدوله "یار" تخلص

نواب منورالدوله احمد یار خان بہادر ممتاز جنگ 'یار' تخلص سلمه الله تعالی' خلف الصدق نواب شجاع الدوله بہادر دل‌خان بہادر ناظم حیدرآباد ذہن و قاد و طبع نقاد دارد- او فراوان حسن خلق و تواضع بمردم خرچ می کند- خصوصاً بر حال فقیر کمال شفقت می فرماید' چنانچه جائے می گوئم:

اگرچه حسب ظاهر میں جدا ہیں
ولے معنی میں ہیں یک یار و صاحب

حق سبحانه تعالی سلامت دارد و بمدارج عالی رساند- این دو سه ابیات زادۂ طبع والاے اوست:

بہار گلشن خوبی چمن میں آیا ہے
کہاں ہے جام' کہاں ہے شراب کا شیشه

ہمارے دل کو ناحق خوبرو ہر دم جلاتے ہیں
کہیں بت بتکدے کے بھی برہمن کو ستاتے ہیں

چمن میں رنگ اڑجاتا ہے پھولوں کا خجالت سے
رنگیلے ہونٹ تیرے جب ہنسی سے کھلکھلاتے ہیں

نتیجه ان کی الفت کا ہمیں آخر کو کیا ہوگا
عبث سنگیں دلوں سے اپنے دل کو ہم لگاتے ہیں

خواہشیں دل کی سکچ کر وہیں رہ جاتی ہیں 'یار'
سامنے ہوتا ہے جب اس کے تجمل کا خیال

گو یہاں چاک و مطعون جہاں' بد نام عالم ہوں
پڑے خاک اس طرح کے ہاے رسوائی کے جینے میں

مجھ سے پوچھا کہ کہو تم میں وفا ہے که نہیں
میں کہا تم تو کہو تم میں جفا ہے که نہیں

'یار' سے ترش ہو اور اُن سے یہ میٹھی باتیں
گر ہو آزرده تمہارے سے بجا ہے که نہیں

قطعہ بند

کہا میں اُس شعلہ خو کو اک دن کہ جل گیا جی تری جفا سے
غضب سے تیوری چڑھا کے مجھکو کہا میں پھر کیا کروں بلا سے
زبان جرأت کو تب تو میں نے دراز کر کر کہا کہ سن تو
یہ کون ڈھب ہے جواب دینے کا ٹک تو وسواس کر خدا سے
یہ بات سنتے ہی کر تبسم کہا خدا سے تو تو ڈرا کر
جفا کے شکوے کو ہم سے کرنا بعید تھا یہ تیری وفا سے
خوشی میں پایا جب اس کو میں نے کہا کہ صاحب بھلا سنو تو
جو درد دل کو نہ کہئے تم سے تو کب تلک بیٹھئے حیا سے
صنم نے میرے سخن کو سن سن کہا کہ اتنا نہ مضطرب ہو
جو ابتدا کو نہیں سمجھتا تو کیا خبر ہوگی انتہا سے
یہ راہیں مشکل ہیں ایسی راہوں میں کیوں قدم کو اٹھائے تیں نے
اگر تو واقف نہیں ہے جا پوچھ 'یار' جیسے تو مبتلا سے
یہ عشق کا پنتھ سب سے نیارا ہے اس میں آنے کا فائدہ کیا
خوشی میں بیٹھا رہو تو اپنی تجھے فرض کیا وفا جفا سے

موسم ہولی میں ہوتے ہیں شہید
آج وہ قاتل بسنتی پوش میں

بلبل کی سن کے تند فغاں چیں جبیں پہ لا
گل نے کہا کہ کان میں میرے تڑک اُٹھی
کیا گل کے نام میں بھی ہے اعجاز عیسوی
بلبل موے پڑی تھی سو سنتے پھڑک اُٹھی

باغ میں کہتی تھی بلبل ہائے وے اب تک پڑی
دل جلا میرا تب اس گل کے تئیں تھنڈک پڑی

—— : * : ——

باب الکاف

میاں کمترین "کمترین"

طالب معنی رنگین و خیالات متین است - گوہر سخنش آبداری فراوان میدارد، و سحاب طبعش گوہر باری مضامین می نماید - این چند ابیات ایہام ازانست :-

تم بادشاہ پسند ہو ہم کمتریں تمہارے
کے بیہردوگے ہم کو نازک بدن ہمارے

تو خصم گن کر مشلچن نے کہے تو بھی نہیں رھتی دو شاخہ بن دیے

پلا اُس مست نصرانی کو تاڑی اکاڑی اسطبل کی جا پچھاڑی

یہ متصدی نہیں ملتے، اگر بہاتوں سے ذاتوں* میں
تو کیوں پوسے کماتے ہیں یہ نقلیں کر براتوں میں
دیکھو پکوان والی کی مزاخیں خصم کے روبرو دیتی ہے شاخیں

محمد حسین "کلیم"

کلیم طور سخندانی، و بلبل ہزار داستان چمنستان معانی است- عصاے کلکش سحر شکنی می نماید، و طبع بلندش در چشم ورق چنین سرمہ می آراید :-

---

* (س) راتوں —

تجھے برق خار سے کام کیا جو دیا ہے حق کو تلف نکر
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کف پائے آبلہ دار کا

چھپا ہے آ مرے چشم پر آب میں دریا
کلھیں نے دیکھا ہے اب تک حباب میں دریا

وو نازک تن لطافت سے کسی کو نہیں نظر آتا
مقرر ایک جا تو ہے نہ، کیا جانے کہاں ہوگا

توں نہ آیا باغ میں شمشاد غم سے خم ہوا
طوق قمری کا فغاں سے حلقۂ ماتم ہوا

کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادہ آتا ہے نظر جیوں زلف کج برہم ہوا

عمر رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے 'کلیم'
آپ کو جیوں شمع میں ہر انجمن میں گم کیا

اے شمع تیری بھاری ہے شب کو کہ شام لگ
اپنے دنوں کو جلنا میں رونا تھا رو چکا

زبان موج سے یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا

تا صبح تجھہ بغیر عجب میرا رنگ تھا
روشن تھی شمع آہ دل اس پر پتنگ تھا

سر بھی ہے، تیغ بھی ہے، لگانا ہے تو لگا
کھو نہ جان! پھر کے کہ یہ جی چھپا گیا

وہی اک ہے جو ان دونوں گھروں میں خلق ڈھونڈے ہے
بس اے زاہد اگر مسجد سے بت خانہ ہوا تو کیا

قبر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے کلثوم
آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

کیا ہوا زلف سے گرہ کھولی میرے سرکا تو یہ گرہ نہ گیا

لگا جب غیر سیتی ہم طبق ہونے وو مہماں کش
وو اپنے ہات دھوتا تھا ، میں اپنے ہات ملتا تھا

نقاب اپنے رخ کا جو توں باز کرتا
تو گل اپنی خوبی پہ کیا ناز کرتا

وفا کا ہوں پر بستہ ، نہیں توڑ پنجرا
چلا جاتا جنگل کو پرواز کرتا

نشان مجھہ دل کا مت پوچھو ، یہ مجنوں
کہیں اُس طرف ویرانے کے ہوگا

نہ کچھہ برا ہوا پرویز کا ، نہ شیریں کا
ترے ہی سر پر اے فرہاد جو ہوا سو ہوا

کیا رقیب پردہ در کے آج میں ماری ہے میخ
حلقۂ در کی نمط گھر سے اسے بہروں کہا

میں بانکپن سے تیرے نہیں ڈرنے کا رقیب
گر دل میں ہے تو مجھکو بھی للکار دیکھتا

ہر تار پیچ زلف کے عالم کی جان ہے
گویا یہ اژدھا تھا کہ سب کو نگل گیا

قربان اُس اکڑ کے عجب یہ مروڑ ہے
آشفتہ ہو گئیں ، پہ نہ زلفوں سیں بل گیا

ھو چکا حشر ' گئی دوزخ و جنت میں خلق
دیکھنا ہوں ترے کوچے میں گرفتار ھنوز

درازی شب ھجران زلف یار ' کلیم '
مجھی سے پوچھ کہ کاٹی ھے رات آنکھوں میں

آتی ھے دل پہ قلقل مینا سے اب شکست
وو دن گئے ' کلیم ' جو یہ شیشہ سنگ تھا

پاس ناموس محبت ھے مجھے از بس ' کلیم '
باغ میں جاؤں نہ ھرگز بے رضاے عندلیب

دنیا ! نکر جوانوں سے یہ بوڑھا چو چلا
مدت سے ھم تو چھوڑے پڑے ھیں تجھے نپٹ

ھمیں تو پاؤں پر بھی سر کے رکھنے کو نہ فرمایا
ملے ھم خاک میں ' اور بے ترا دامان پاقسمت

رکھتا ھے زلف یار کا کوچہ ھزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو ' ھے راہ مار پیچ

برق نظارہ سے از بسکہ جلا ھوں ' نکلے
نگہ گرم جو کوئی تو ھو فتنہ مرا خاکستر

لالہ و گل سے مجھے کام کیا میری وحشت
مجھ اوپر لائے ھے ایک رنگ سے رنگ دیگر

زلف کو خواب میں دیکھا تھا ' جنوں سے شب کو
صبح بیدار ھوا ' پائی گلے میں زنجیر

بوسہ تو کچھ نہ تھا اے مری جان اس قدر
تسپر رھے ھو ھم سے برا مان اس قدر

سو زخم کھا چکا ہے دل اس پر جگر جلا
کہتا ہے مجھکو زخم ہے ایک آرزو ہنوز

جو صدا آتی ہے اس وادی سے ہے سینہ خراش
یہ کوئی دل روتا جاتا ہے نہیں بانگ جرس

ہم گم ہوے ہیں ضعف سے جوں بو میان باغ
پھرتا ہے رنگ گل کہ ہمارا کرے سراغ

جیوں کعبتیں گھر میں مرے گل ہی ہے بساط
ایک مشت استخوان ہوں اور شش جہت سے داغ

پوچھہ مت غم کی داستان اے دل
کہ پڑا ٹوٹ آسمان اے دل

جو دیتا تھا مانگے بغیر از دیا ہے
کٹے وو زبان جو کہ اس پر ہو سائل

ہم سے پو چھو ہو پھو تے ہو ' شراب
ایسے کیا شیخ پارسا ہیں ہم

تم جام دو پیارے ' کیو نکو کہیں نہیں ہم
خون جگر تھا تو بھی پی ہی گئے وہیں ہم

تو یار ملکے ہم سے جب ایک ہو گیا ہو
کس کو بعید جانیں ' کس کو کہیں قریں ہم

تم ہو تو ہم کہاں ہیں ' ہم ہیں تو تم کہاں ہو
یا تم ہی سب ہو ہم میں ' یا ہیں لگے سب ہمیں ہم

طریق عشق میں مجنون و کوہکن کو نہ کہہ
ہزاروں ہو گئے غارت سو ایک دو معلوم

مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
بیکار باغ ہوں نہ سزاوار باغ ہوں

جب اصل مذاہب کو واعظ ستی ہم پوچھا
تب ہم سے لگا کہنے قصّہ و حکایاتیں

رنگ اُڑ مرجھا گیا اور جھڑ پڑا شرمندہ ہو
تجھہ ستی گُل پر ہوئی کیا کیا خرابی باغ میں

جمعہ کو کہتا تھا واعظ سے کھڑا رند مست
کچھہ نظر میں تری بھی سود و زیاں ہے کہ نہیں
یہ سخن ہے کہ نہ پی مے' سو وہاں پیوے گا
یہاں تو پی لیجئے کیا جانئے وہاں ہے کہ نہیں

نے و طنبور میں ہے شور تو معلوم اے مطرب
کسی کا دل ہوا ہے شاید اس پردے میں آ' نالاں

کسی سے بھی نہ ملیے ایک گوشے میں پڑے رہئے
یہ فرصت یہاں تو نہیں ملتی ہے مرجانے میں ہوے تو ہو

تیر ہے' یا سناں ہے' تیری ہو گئی پار مجھہ جگر کے آہ

تری جناب میں آیا ہوں یا الٰہ نہ پوچھہ
یہی کہ بخشدے اور مجھہ سے کچھہ گناہ نہ پوچھہ

کوئی گل کا میں عاشق نہیں' یہ داغ مجھے بس ہیں
جاتا ہوں میں گلشن سے' بلبل نہ ہو آزردہ

فرور حسن ممکن نہیں ہماری داد کو پہنچے
غرض تم سن چکے احوال ' ہم فریاد کو پہنچے

اب دم شمردگی سے مجھے کار و بار ہے
ہر دم مرے حساب میں روز شمار ہے

جہاں میں یہ میں نہیں جانتا کہاں تو ہے
پر اتنا جانوں ہوں سب تو ہی ہے جہاں تو ہے

تو اے باران رحمت اوج میں آ' موج سیں اپنے
کہ ایک قطرہ میں میری کشت کا بھی کام ہوجاے

اُس کی ابرو کی اگر تصویر کھینچنا چاہئے
اول اپنے قتل پر شمشیر کھینچنا چاہئے

دل تو بھرا ہے آبلۂ پا کے جوں کلیم
جز خار دشت کے مرا غم خوار کون ہے

میں کہتا تھا ساقی ایاغ اب کہاں ہے
نپٹ دیر کی توں دماغ اب کہاں ہے

ہر چند اگاتے ہیں بتاں گل مہندی (رباعی)
تہرے ہی قدم تلے گئی گل مہندی
ہیہات ہیہات کیسا ہووے گا وو ہات
جس ہات ستی داغ ہوئی گل مہندی

گل رو تو چمن میں اچپلی سے نہ گیا (رباعی)
یہ دل بھی کلی سے' بے کلی سے نہ گیا

جو کوئی کہ گیا' چھوڑ گیا دل کو یہاں
کوئی دل سے تری گلی سے نہ گیا

میرزا 'گرامی'

گرامی تخلص - خلف و شاگرد میرزا عبدالغنی کشمیری 'قبول' تخلص - از شعراے نامی فرس است' در سخن تلاش معنی تازہ می نماید' و بناخن فکر رسا گرہ خیال نازک می کشاید - در شاہجہان آباد بسر می برد - اشعار فارسی او عالم گیر است - در سنۃ ست و خمسین و مائۃ و الف خرقۂ ہستی بگذاشت' مورخے تاریخ رحلتش این مصراع یافت - ع:

رندے عجبے ازین جہان رفت

اشعار ریختۂ او بسمع نرسیدہ' میر تقی 'میر' می نویسد کہ "چون 'گرامی' دید کہ ہنگامۂ ریختہ شدہ' خودش نیز ریختہ گفت - بطورے کہ داشتہ و آن اینست" :—

حاضری بن محل' نہیں کھاتا بیکسی ہے پنسر منعم کا

میر علی نقی 'کافر'

از بس کہ آخر سخنہاے نو آئین است' کافر تخلص می گزیند و اگرچہ مربع نشین چار بالش سیادت است' اما از فروتنی در صف آخر می نشیند - از نکات الشعراء معلوم شد کہ "در شعرے کہ تخلص می آرد 'کافر تپکہ' می نامد" این دو شعر ازانست:—

حسرت سے ان بتوں کے دل پر کدورتیں ہیں
مٹی کی مورتیں ہیں 'کافر' یہ صورتیں ہیں

کس کس طرح بتوں کی صورت نے رنگ پکڑے
'کافر' ان انکھڑیوں نے دیکھے ہیں کیا جھمکڑے

میر 'گھا نسی'

از معمورۂ شاہ جہان‌آباد است - اشعار او بجز این یک بیت که در تذکرتین تحریر است بفقیر نرسید:—

تو ہو اور باغ ہو اور زمزمہ کرتا بلبل
تیری آواز سے جیتا ہو نہ مرتا بلبل

میر اولاد محمد 'کامیاب'

تخلص - برادر زادۂ حقیقی حضرت میر صاحب و قبلہ میر غلام علی 'آزاد' مد ظلہ‌العالی' نکتہ یاب است' و معنی یاب شاعریست عالی جناب - بسملۂ صفحۂ نازک خیالی' گل سرسبد شیرین مقالی - شمس فلک مضامین رنگین' دیباجۂ کتاب معانی شیرین - ستون عمارت وداد' پشتیے دیوار اتحاد - سراج وہاج محفل روشن بیانی' مبادر دلاور میدان سخندانی - بدقت سخن خوب می رسد' و بہ تنقیح الفاظ و آراستگی زبان بسیار می کوشد - آبے است که در هر رنگ می آمیزد' و جنسے است که در هر دل جا می دارد - و فقیر را صرف بخدمت ایشان رسوخیت * اخلاص است و ایشان باین فقیر محض شفقت دلی - (فقیر چنین) شخصے رنگین مزاج و سخن فهم ندیده' حق سبحانه تعالیٰ آن عزیز دلہا را تا یوم القیام خرم و سلامت دارد

---

* صحیح لفظ رسوخ ہے

و از مکروهات زمانۂ فتنه ساز بر کران داشته، بمراتب اعلی برساند، اگر طوامیرے* در وصف ایشان شرح دهم قطرہ از دریاے توصیف اوست، اگر دفتری تحریر نمایم نقطۂ از کتاب تعریف او - هرچه گویم در مقام کوتاهی، و هرچه نویسم عین نارسائی سمند قلم را در وصف او جولان دادن مهتاب مکر (؟) پیمودن و طوطی زبان را در تعریف او گویا کردن گرہ برباد زدن است. مشق ریخته به تفنن می کردہ، معنی نازک بناخن فکر رسا می کشاید - الحال فکر سخن فارسی میکند، و ازین غزالان شنگول را رام می آرد - اکنون تخلص 'کامیاب' را که در اکثر بحور نمی گنجد، تغییر کردہ، 'ذکا' قرار داد این نتائج طبع والاے اوست : —

جہاں کے میکدے میں رات دن ہم بزم ساقی ہو
زباں پر اس کے نکلیں آبلے جس نے کہ مے پی ہو

ترے یاقوت لب سے ہر گھڑی موج تبسم میں
نمایاں بسملوں کا خون ہے یا رنگ پاں سچ کہہ

کہیو آہستہ صبا جاکے تو اب کان کے بیچ
بسمل ناز گذرتا ہے کوئی آن کے بیچ

نہ کچھہ بے طاقتی پر دل کے ظالم صبح و شام آیا
خدا جانے اُسے منظور کیا تھا جو مدام آیا

فغاں سے ایک دم تو باغ میں خاموش رہ بلبل
نہیں سنتی تھا، کہا دور آیا ہے خرابی کا

---

* جمع طومار

محبت پر نہ جا دل ہر کسو کے کہ ہیں یہ آشنا تک روبرو کے

رہا برنگ نگیں قید نام میں پابند
جہاں میں کیا ہوا عنقا اگر نشاں سے گیا

غم اب مختار ہے دل چھوڑ دیوے خواہ لے جاوے
پر اتنا جانتا ہوں پھر نہ اپنے منہ کو دکھلاوے
ضرور پہنچے گا اس کو بے طرح کا آہ بلبل سے
کہو جا گل کو اب اپنے کئے سے باز آجاوے

نام ہو جاوے گا آخر ابروؤں کی پیچ و تاب
قہر کی آتش سے ہر دم ان کمانوں کو نہ چھوڑ
کام آویں گے کسی دن صدقے جانے کے ترے
خانۂ دولت سے اپنے ہم جانوں کو نہ چھوڑ

"کہاں"

شاعریست ادا بند، و موجد خیالات دل پسند- دیوان اشعارش بمطالعہ در آمد، لیکن فرصت انتخاب دست نداد- اقسام اقسام سخن میدارد، و در زمینہاے عجیب طرح ریختہ می نماید- اگرچہ شاہد احوال او بے حجاب پردہ از رخ نکشود، و عروس شیریں مقال ماہیتش بجلوہ گاہ شہود رو نہ نمود، لیکن مرتبۂ 'کہاں' از اقوال او ہویدا است - و رتبۂ کلام متینش از سخن او پیدا :-

کاں تالک کاکل کی تہری ہے سہاہی اے سجن!
کم ہوا ظلمت میں جس کے دل شب دیجور کا

کیوں نہ ہووے گا ہم سے تو سرکش وقت ہے عالم جوانی کا
دل دکھا کر یہ بد دعا لینا ایسی باتوں سے کیا بھلا ہووے گا

مرے گھر یار گر یک شب بسا ہوتا تو کیا ہوتا
دو باتیں ہم سے کر شیریں ہنسا ہوتا تو کیا ہوتا

'کمال' اب بے قراری ہے دکھا اے یار منہ اپنا
کہو کیا گرہ کا جاتا ہے میرے پاس آنے سے

پھرتا ہے جال لے کر صیاد گلشنوں میں
شاید کہ آن پہنچا تیرے قفس کا وعدا

عاشقاں بن چمن میں رونق نہیں باغباں بلبلوں کو آنے دو
می کشی ہے 'کمال' میرا کام میکدے میں ذرا تو جانے دو

ابھی سے پاؤں رکھا سرکشی میں دلبر نے
نہ جانوں آنگے محبت نبھاوے گا کیوں کر
صبا نے غنچۂ سر بستہ کو نہ کھولی ہے
کوئی تو باغ میں دھومیں مچاوے گا کیوں کر

میرزا مغل ''کہتر''

تخلص - اشعار رنگین بسیار دارد، و خود را یکے از تلامذۂ شاہ سراج الدین می شمارد - شعرش رنگین و سخنش شیرین است - این چند ابیات بوقت تحریر این مزخرفات فراہم رسیدہ تسطیر یافت :-

نہ بھولیجو کبھی ساقی یہ عالم بے حجابی کا
ہے کالا (...) منہ پیالے کا کلی پر گلابی کا

یہی سامان ہے ساقی مری خانۂ خرابی کا
چھڈنا لینا پیالے کا پٹک دینا گلابی کا
گلابی پاوں پڑتی تھی ہر یک دم جام کے جھک جھک
تو کیا بھولا ہے ساقی وہ ستانا بے حجابی کا
مجھے اس بات پر 'کمتر' تعجب سخت آتا ہے
مرے رونے پہ ہنسنا قہقہا کر کر گلابی کا

میربدرالدین " گہن "

خلف شاہ عبدالہادی رحمۃ اللہ تعالیٰ و برادر حقیقی
بر ہاشم ' فقیر ' تخلص- مشق شعر ریختہ(...)می کند و یاقوت
راں بہاے سخن از کان طبع رسا می بر آورد و اصلاح سخن
شاہ ' سامی ' می گیرد و بجہۃ اضداد قمر و مہتاب تخلص
گہن ' اختیار نمود' کبت خوب می گوید ' عزیز کسے ست
ق تعالیٰ سلامت دارد - ازوست :—

ارے اب باغباں بلبل کے جی لینے سے مت(...) رکھہ
کہ وو خود عشق گل میں خون دل سے ہات دھوتا ہے
بجا ہے سبز بختو سرخ رو ہوے جو گل مہندی
نہال اُس کا صنم کے پاؤں پر سر دھر کے سوتا ہے
گہوں گر جوہری میں اپنے دل کو تو عجب نہیں ہے
پلک کے تار میں آنسو کے موتی کو پروتا ہے
جہاں فانی ہے یاد حق ستی ہشیار رہ دائم
'گہن ' توں عمر کو اپنی عبث غفلت میں کھوتا ہے

میر " کلاں "

در سلک شاگردان حاجی میر اکبر رمال منسلک است '

مشق ریختہ نو می نماید - عزیز کسے ست ' خوش خلق و خوش مذاق ' و از تناسب صوری و وجاهت معنوی بہرۂ وافی می دارد ' و گاہ گاہ بغریب خانہ تشریف می آرد ' این اشعار از طبع زاد اوست :—

ابتدا کیسی محبت تھی تمہاری ہم سئی
ہو گئے ہو آج بر ہم کس خطا کے واسطے
ظلم اور سختی روا کیوں ہے ' کلاں ' برائے سجن
کیا کیا حق نے تمہیں پیدا جفا کے واسطے

———

باب اللام

میر کلیم الله "لسان"

جوانے بود نیکو منظر شیریں گفتار - چندے بافتح علی خان صاحب تذکرۂ ریختہ گویان سر بر آوردہ و ریختہ بہ نہایت عذوبت می گفت ، و گوہر سخن را چنیں بسلک نظم می سفت :—

اپنا چاک پیرہن بھاتا ہے دیوا نے کے تئیں
آگ میں جلنا بھلا لگتا ہے پروا نے کے تئیں

جدا ہو مجھسے مرا یار یہ خدا نہ کرے
خدا کسو کے تئیں یار سے جدا نہ کرے
تو جب تلک کرے انکار وعدہ مجھسے سجن!
غضب ہے عمر اگر تب تلک وفا نہ کرے
سجن! جو تجھسے ہوا آشنا سو جی سے گیا
خدا کسو کے تئیں تجھے آشنا نہ کرے
گناہ مرنے میں ' لساں ' کے چارہ گر کا نہیں
طبیب کیا کرے ' تاثیر جو دوا نہ کرے

" لطفی "

بر احوالش اطلاع نیست ' لیکن کلامش لطفے دارد ' ازو ست :—

تجھہ عشق کی اگن سے شعلہ ہو جل اٹھا جیو
دل موم کے نمونے گل گل پگھل گیا ہے
میں عشق کی گلی میں گھایل پڑا تھا تس پر
جوبن کا ماتا آکر مجھکو کچل گیا ہے

لالہ سرونجی رائے "لالہ"

تخلص - طبع موزون میدارد ' و در غزل گفتن اوقات میگذارد. فکر ریختہ ہم بہ تفنن می کند' از چندے با فقیر طرح دوستی پیدا کردہ است ' این دو گل از لالہ زار او داغے بنظار گیان میدہد :—

'لالہ' کے داغ دل کی سیاہی کو جوش دے
تھوا پھو پیا کہ نین میں خمار ہے

اگر تک ناز سے ابرو چڑھا چین پر چین کھینچے
مہ تو جیوں کمان گوشے میں جاکر خطکیں کھینچے

در خاطر فاتر پیش مصراع چنین میگذرد :—
(ع) مہ تو تیغ مغرب ساں دم اپنا واپسیں کھینچے —

باب المیم

محمد شاہ بادشاہ

خیلے رنگین مزاج و لطیفہ سنج بود، حسب و نسب او مشہور از آفتاب است، احوال او مفصلاً اگر بقلم آید، تواریخ ضخیم پیدا شود - مخفی نماند کہ 'بادشاہ' بتاریخ یاز دھم ذي قعدہ سنة تسع و عشرين و مأة و الف بر تخت شاھی جلوس فرمودہ، و بتاریخ بست و ھشتم شہر ربیع‌الآخر شب جمعہ سنہ یک ھزار و یکصد و شصت ویک این جہان فانی را وداع نمودہ، پائین مرقد حضرت سلطان المشایخ نظام‌الدین دھلوی قدس اللہ العزیز درون حریم مبارک مدفون گردید - چون محمد شاہ بادشاہ و وزیر او نواب آصف جاہ در ھمان سنہ رخت بجہان باقی کشیدند حضرت مبارک و قبلہ مدظلہ‌العالی شاھد تاریخ را چنین بر کرسی بیان بحسن نغمہ بنشاندند- 'تاریخ'

گشت تاریخ چون کشیدم آہ موت شاہ و وزیر آصف جاہ

این ابیات بنام او بسمع رسید لہذا تحریر یافت —

خوف سے مار کے یاراں اُسے لرزاں نہ کرو
زلف کا نام نہ لیو دل کو پریشاں نہ کرو
سرخ چیرا نہیں ھے خون کسی کا یارو
باندنو باندا کے اس (...) تھاں نہ کرو

اچھی پہنچی ہے نیکی دور کرنے کی طرح تم کو
جہاں میں ہوا دانا ....

نہیں میں دل کی چکری جر کے بھیجا ہوں تری خاطر
اگر پہنچے تمہارے ہات لکھہ بھیجو کہ پہنچی ہے

اُکھڑی ہے چوٹ غم کی موسر سے تا کف پا
تم کو نہ چھاجتا ہے ہم سے بھٹک کے چلنا

ملاحت ہے تمہارے حسن میں جاوید روز افزوں
اگر شوخی کی خو جاوے ہووے ہر روز عاشق کا

دھوبن کی چھوکری نے کیا ہے قران آج
کپڑوں میں لے گئی ہے مرے تن تھان آج

کھول کر بند قبا دل کے تئیں غارت کیا
کیا حصار قلب دلبر نے کھلے بندوں لیا

میرزا جان جان "مظہر"

سلمہ اللہ تعالی بادہ نوش خمخانۂ معانی' و جرعہ چش ساغر سخندانی است - فقیر ترجمۂ احوال آن علامۂ سخن پرداز مفصلاً از تذکرۂ قبلۂ برحق حضرت غلام علی 'آزاد' مدظلہ العالی می طرازد' و این گلدستۂ رنگین را حسن افتخار خود بشناخته زیب انجمن بسازد که "میرزا مظہر جان جان سلمہ اللہ تعالی مظہر فیض الہی است' و مشرق صبح آگاہی' شاہ مسند فقر و فنا' مقیم آستان توکل و استغنا - نام والد ماجد او میرزا جان است' ازین جا وجہ تسمیۂ او توان دریافت - اما نام وتخلص او گویا عنایت ترجمان اسرار قیومی مولانائے رومی است کہ

پانصد سال پیش ازین در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرموده و کرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نموده' یعنی :-

جان اول 'مظهر' درگاه شد   جان جان خود مظهر الله شد

لیکن نام او بر السنه میرزا جانجانان جاری شده این اسم هم معنی بلند دارد - فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نه بسته' اما غائبانه اخلاص کامل است و همیشه به آمد و رفت مراسلات خط هم کلامی حاصل - میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است' و در قبضهٔ اسم خود روح الروح معنی پروری نو عروس مقال را بهشاطگی ذهنش طرز تازه' و تصویر خیال را بتردستی فکرش حسن بے اندازه - شعلهٔ آوازش آتش زن خرمنها ' و شوخی اندازش شور افگن انجمنها' فقیر در اثنائے تحریر این کتاب تکلیف ترجمه کرد' میرزا ترجمهٔ خود و اشعار آبدار به تحریر در آورد و متاع نفیسے از انفاس مضامین هدیهٔ دوستان ساخت - نسخهٔ بر جسته این است -

"فقیر جانجان متخلص بمظهر' پسر مرزا جانجانی تخلص- علوی نسب ' هندی مولد' حنفی مذهب' نقشبندی مشرب است - و در عشرهٔ اولی مأته ثانیه بعد الف ولادتش اتفاق افتاد - نشو و نمائے ظاهری در بلدهٔ اکبرآباد یافته - تربیت باطنیش در محروسهٔ شاهجهان آباد' از جناب حضرت سید محمد بداؤنی نقشبندی مجددی واقع شد - سلسلهٔ نسبش به بیست و هشت واسطه بتوسط محمد بن حنیفه به شیر بیشهٔ کبریا علی مرتضیٰ کرم الله وجهه منتهی می‌شود - جد اعلائے او امیر کمال الدین در اوائل مأته تا سعه از خطهٔ طائف به جذب قسمت بعدود

ترکستان رخت اقامت انداخت، و بفرمان روائی بعضے ازان ممالک عمر گزرانیده، اولاد کثیره بهم رسانیده - ازانها امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح هندوستان که بر دست همایون پادشاه اتفاق افتاد، درین مملکت وارد شدند- ازان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیه شعار مردم این خاندان بود- میرزا جان مذکور که در ششم مرتبه از امیر بابا و در درجهٔ دوازدهم از امیر کمال الدین مسطور واقع است، بعهد عالمگیر پادشاه علیه الرحمة بعالی منصب ترک دنیا سرفراز گردید - و این خاکسار از بدو طفلی هوائے مال و جاهش زر در سر نه پیچید - بعد تحصیل ضروریات این مشت غبار خود را بدامن دولت از خود رفتگان بسته بامید آنکه چشمی در عالم دیگر باز کند- چون نقش قدم بر در ایشان نشسته است- از بس دماغش ضعف قوی دارد و تاب تدبیر اسباب نمی آرد - و تجرید و تفریدے اختیار کرده، نان برخوان دو نان نخورد- و چون کل عمر خود را بیک خرقه بسر برده به تحریک شور عشقی که نمک خمیر اوست گاه لبی بفریاد وا می کند- و چون نالهٔ اش موزون واقع می شود، احباب از راه جوهر شناسی به میزان اشعارش می سنجند- وگرنه او را از غایت انصاف نظر به بے سرمایگی خود دکانے بر سخن- نچیده - زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولے بهم رسانیده است - او سبحانه حسن خاتمه هم نصیب کند" —

راقم سطور یعنی صاحب می گوید که ذات میرزا مغتنم است - حق جل جلاله دیر گاه سلامت دارد - همائے توصیفش نه مرغے است که بچنگ شاهین تقریر آید، و صحرائے تعریفش

نه خطه ایست که خنگ تیز گام تحریر طے نماید - کمال فضل او از کلام 'یقین' که یکے از تلامذهٔ چون شهنشاه جهان معانی است' پیدا می شود - والا رتبهٔ اقتدارش از حدیث 'درد منه' که جا مگی خوار مائدهٔ آن ماه آسمان سخندانی است' هویدا می گردد - لآلیء منظومات فارسیش از لآلیء (به نهایت) غلطانی و ثواقب طبع زاد اشعارش در غایت درخشانی است - این چند ابیات نتائج طبع عالیش تیمناً به تحریر رسید :-

کبھی اس دل نے آزادی نه جانی   یه بلبل تھا قفس کا آشیانی

کیوں (...) زاهد سبحه کا تو کام لے
وه صنم کب رام ہوتا ہے خدا کا نام لے

پھولے ھیں گل چمن میں صنم کا جمال دیکھ
لاله بحال ھے داغ ترے مکھ کا خال دیکھ
بلبل فدا ہوئی ھے ترے رخ پر اے صنم
سنبل ھے پیچ پیچ تری زلف و بال دیکھ

گذر گئے دین اور دنیا سے تس پر   ترا گھر اور کئی منزل رہا ھے
غنیمت جان قاتل! 'جان مظہر'   یه مقتولوں میں ٹک بسمل رہا ھے

اُس گل کو بھیجنا ھے مجھے خط صبا کے ہات
اِس واسطے لگا ہوں چمن کی ہوا کے ہات
آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سیں
مہندی لگا ھے جب ستی مجھه پے نوا کے ہات

'مظہر' چھپا کے رکھہ دل نازک کے تئیں مرے
یہ شیشہ بیچنا ہے کسی مہرزا کے ہات*

این چند اشعار آبدار' فتح علی خان و میر تقی' میر' ی نویسند:—

بہار آنے سے بلبل نے بگاڑا ہے مزاج اپنا
سماتی نہیں ہے پھولوں میں مگرپائی ہے راج اپنا
بہار آئی' کھلے باغ' بلبل بھول کر بیٹھی
دوانوں کو کہو اس وقت کرلیویں علاج اپنا
گلوں کے فرش پر مت بیٹھ چونڈے کو بھلا بلبل
خزاں کے آنے کی ہے خبر' رکھہ سر سے تاج اپنا

گئی آخر جلا کر گل کے ہاتھوں آشیاں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
ہمارے سات سے یہ دل بھی بھاگا لیکے جاں اپنا
ہم اُس کو جانتے تھے دوست اپنا مہرباں اپنا
یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزوں سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا' گل* اپنا' باغباں اپنا
مرا جلتا ہے دل اُس بلبل بےکس کی غربت پر
کہ گل کے آسرے پر جن نے چھوڑا آشیاں اپنا

---

* برگ حنا اوپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا کے لگے دلربا کے ہات
(تحفۃ الشعراء)

* گل اپنا گلچیں —

کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو اے ظالم
یہ دولت خواہ اپنا، مظہر اپنا، جان جان اپنا

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے کچھ چلتا نہیں، کیا مفت جاتی ہے بہار
لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور
کیا قیامت ہے موؤں کو بھی ستاتی ہے بہار
نرگس و گل کی دکھو ڈلیاں کھلی جاتی ہیں سب
پھر ان خوابیدہ فتنے * کو جگاتی ہے بہار
ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن میں لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار
شاخ گل ہلتی نہیں، یہ بلبلوں کو باغ میں
ہات اپنے کی اشارت سے بلاتی ہے بہار

اتنی فرصت دے کہ رخصت ہوویں اے صیاد ہم
مدتوں اس باغ کے سایے میں تھے آباد ہم

الٰہی مت کسو کے پیش رنج انتظار آوے
ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

زخمی تری نگہ کا اک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کی بغل میں تک دم لیا تو پھر کیا

نہیں کچھ غم کہ کوئی ملتا نہیں یہاں گل سے ہمارا
میں روتا ہوں کہ دل کی بیکسی پر، ہائے دل میرا

---

* (ن) مستوں —

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے　　کہاں ہم کو دماغ دل رہا ہے

نہیں آتا کسی تکیے اُپر خواب　　یہ سر پانووں سے تیرے ہل رہا ہے

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو　　یہی ایک شہر میں قاتل رہا ہے

گر گل کو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں

ہولوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

تجلی گر تری پست و بلند ان کو نہ دکھلاتی

فلک یوں چرخ کیوں کھاتا، زمیں کیوں فرش ہو جاتی

حنا تیرے کف پا گر نہ اس شوخی سے سہلاتی

یہ آنکھیں کیوں لہو روتیں انھوں کی نیند کیوں جاتی

اگر یہ سرد مہری تجکو آسایش نہ سکھلاتی

تو کیوں کر آفتاب حسن کی گرمی میں نیند آتی

الہی درد و غم کی سر زمیں کا حال کیا ہوتا

محبت گر ہماری چشم تر سے مینہ نہ برساتی

توفیق دے کہ شور سے ایک دم تو چپ رہے

آخر مرا یہ دل ہے، الہی جرس نہیں

جواں مارا گیا خوبوں کے اوپر میرزا، مظہر،

بھلا تھا، یا برا تھا، زور کچھ تھا، خوب کام آیا

مرتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر

سورج کے ہات چونری و پنکھا صبا کے ہات

کسی کے خون کا پیاسا کسی کی جان کا دشمن
نہایت منڈھ لگایا ھے سجن نے بھرؤیاں کو

آتش کہو ، شرارہ کہو ، کوئلا کہو
مت اس ستارہ سوختے کو دل کہا کرو

دا کو اب تجھے سونپنا ارے دل یہیں تک تھی ھماری زندگانی

شیخ شرف الدین "مضمون"

شاعریست زود رس ، و سخن پر وریست معنی رس ۔ مضمون

* جنوں سوں اس قدر روئیں کہ رسوا ھوگئیں آخر
ڈبایا ھائے ان آنکھوں نیں آخر خانمان اپنا
قفس کے بیچ کیا حسرت ستی بلبل یہ کہتی تھی
کہ پھر بھی دیکھنا قسمت ھویگا بوستان اپنا
اری شیریں خدا سوں ڈر ، خبر لے عاشق اپنے کی
کیا فرھاد نے تیشے سوں سر لوھو لہان اپنا
یہ بلبل بے اجازت باغبان کی گل سے ملتی ھے
مجھے معلوم ھوتا ھے کہ جی دیگی ندھان اپنا
کہیں دینے سوں جی کے ، وصل ھونا ھات لگتا ھے
دیا برباد پروانے نے ناحق دو دمان اپنا
یہ کہہ کے باغ سے رخصت ھوی بلبل کہ یا قسمت
لکھایوں تھا کہ چھوڑے فصل گل میں آشیان اپنا

خداوندا اٹھا لے ھجر کے درمیاں سوں پردے
ھمیں صیاد کے اب دام میں ڈالا ھمیں پر دے

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

شیرینش شرف بر نبات می دارد، و کلام شکرینش مذاق
را لذت خاص می بخشد - اصلاح سخن از میرزا مظ
و سراج الدین علی خان 'آرزو' می گرفت' و گاهے بتف
گوهر سخن بسلک نظم می سفت - چنانچه دلیل کم گوئی خ
می گوید :—

درد دل سے جس طرح بیمار اُٹھتا ہے کراہ
اِس طرح ایک شعر 'مضموں' بھی کہے ہے گاہ گاہ

فتح علی خان در ترجمه او می طرازد که " با وصف برو
پیری و فرط ضعف و ناتوانی ها، مردے بوده بغایت گرم جو
و چسپان اختلاط - هر گاه دندانش از نزله ریختند، خان 'آر
از مزاح " شاعر بیدانه " می گفت " انتهی - دیوانش بجه

(بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۲۵۳)

رات کو یوں گھر بسا مجھ بر مدھیں وو گلبدن
ماہ جس کے باغ میں یک چاندنی کا پھول ہے

چمکتے دانت دیکھے یار کے مسّی لگانے میں
جڑی ہیں قطبیاں الماس کی نیلم کے خانے میں

دھرے سیپارۂ گل آج آگے عندلیبوں کے
چمن کے بیچ گویا پھول ہیں تھرے شہیدوں کے

علی کے نانو کی تسبیح ورد کر مدنگا ہزار شکر کہ دانا امام پایا

علی کے نام اوپر وار جانا اسی بارہ پلی سیں پار جا

(تحفۃ الشعراء)

نات ، قریب سہ صد بیت بملاحظہ در آمد ، از سخن معلوم
بشود کہ از اولاد حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ است ،
انچہ خود می گوید :—

لب شیریں سے دے 'مضموں' کو میٹھا
کہ ہے فرزند وہ گنج شکر کا

ونیز در جائے می نویسد :—

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید
کہ بابا ہمارا ہے دادا فرید

این چند ابیات از دیوان 'مضمون' بر آوردہ ' بساحل
طاس می نگارد :—

ت گل رخاں کا ہوا رنگ زرد   سجن! جب سے تم لال چیرا اسجا

اُس گلبدن کو جب سے ہم سوں کیا (...)
(...) ہوا میرا تب سے رقیب سالا
خوبوں کو جانتا تھا گرمی کریں گے مجھ سے
دل سرد ہوگیا ہے جب سے پڑا ہے پالا

آیا نہ ہو وہ شہر کے گھر سے بسا ہوا
تو لاکھہ .... تھا جامہ جسا ہوا

وا مطلوب مجھہ معلوم اس کا   کہ وو کاہل بہت ہے دل سوں جی کا
راز اس زلف کی ہوئے عمر یارب   کدھی ہووے نہ اُس کا بال بیکا
ڑا ہے جب سے اُس کے لوں کا شور   ہوا ہے رنگ یوسف تب سوں پھیکا
ہا طفلاں کی خاطر ریختہ کو   وگرنہ شعر کہتا فارسی کا

لشا کو دل کے تئیں اپنا 'مضموں'   کہ ہے مضموں عاشق ....

بکے ہے اس قدر واعظ شب و روز لگا ہے بہوت گویا اُس کو

کرو، یا مت کرو اب باغباں! گلزار کا در وا
پھنسے ہم دام میں صیاد کے رکھتے نہیں پروا

نہیں چلا افسوں کسی کا جن اُپر ریختہ اُس کو ہوا جادو

کیاجو مجھہ ستی بیگانہ اُس کو رقیبوں کا مکر لگتا ہے ....

نہ دیتا غیر کو نزدیک آنے اگر ہوتا وو لڑکا دور اندیش

یہ دوانہ دل نہ سمجھا جو سزا چاہو سو دیو
اے پری رویاں نہیں میں ہرگز اب اُس کا کفیل

کیفی ہوکر جو مجھہ سے رہا ہے وو شوخ روتھہ
جب پوچھتا ہوں بات تو کہتا ہے چل نکل

(...) جنس سے 'مضموں' کا ہے بازار گرم
جو کوئی شاعر کہاتا ہے سو اب کھولے دوکان

وو ہے سونا جو ہو وے خوب کس میں
وو ہے دلبر جو ہووے اپنے بس میں

کوئی اس جنس کا دہلی میں خریدار نہیں
دل تو حاضر ہے ولیکن کہیں دلدار نہیں
وہی دلدار خوش آیا ہے جو ہووے بانکا
خوب لگتی نہیں وو تیغ جو خمدار نہیں

بچا زاہد تو اِن سیں دین و ایمان
نہ رہنے دیں گے یہ لڑکے ہیں شیطان

نہ دانا ہے نہ پانی وہاں بجز اشک
عجب دیکھا ہوں میں نے شہر رمضاں

اس گدا کا دل لیا دلی میں چھین کوئی کہے جاکر* محمد شاہ سوں
شرم سے سب پانی ہو جاویں رقیب گر مرا یوسف ملے آ چاہ سوں

کہتا ہوں ریختہ میں مانند شمع' لیکن
لغزش زباں کرے ہے صاحب سخن کے آگو

اس دہاں بیچ سخن رکھتا ہوں جب کہ اس بات کو اثبات کرو

چلا کشتی میں آگے سے جو وو محبوب جاتا ہے
کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں' کبھی جی ڈوب جاتا ہے
یہ میرا اشک قاصد کی طرح یکدم نہیں تھمتا
کسی بیتاب کا گویا لئے مکتوب جاتا ہے
سجن یہ خوبرو تجھہ سیں چُراویں کیوں نہ پھر آنکھیں
جو کوئی خورشید کو دیکھے سو ہو محجوب جاتا ہے
کہو کیوں کر زلیخا کی نہ ہووے آنکھوں کا گھر روشن
جہاں یوسف سا نور دیدۂ یعقوب جاتا ہے
گدا ہو کر کیا مت کر اتی تعریف لڑکوں کی
کہ ان باتوں ستی 'مضمون' ترا اسلوب جاتا ہے

---

* جا کہو کوئی

این ریختہ بجنسہ در دیوان 'یقین' بنظر در آمد' اما مقطع چنین بود :-

'یقین' ہوکر کیا مت کراتی تعریف لڑکوں کی
کہ ان باتوں سےتی مضمون سا محبوب جاتا ہے

این ریختہ از روز مرۂ 'یقین' ندید؛ بنا بران در اشعار 'مضمون' تحریر گردید - و نیز میر محمد تقی 'میر' ہم ہمین ریختہ را بنام 'مضمون' می نویسد' خالی از تصرف کاتب نیست :-

جس دن سے تو چمن پر آ ہنس گیا ہے لڑکے
اس دن سے دل کلی کا ... تڑکے
دل کے دھوئیں سے میرے انکھیاں تمھاری چونکیں
اس سوختے کی بو سے جیسے غزال بھڑکے
رسوائی ہووے' جاویں ہوش و حواس اس کے
زاہد آکر جو بیٹھے یک پہر پاس اُس کے

وہ شوخ طفل دل کو جو کر گیا ہے لٹو
شاید کدھی پھر آوے رکھتا ہوں آس اس کی

تجھے خورشید رو کرتے ہیں سجدہ
اگر ثانی ہے یوسف کا تو توں ہے
نہ جا موزی رقیبوں کے تو گھر شب
کہتے ہیں ماہ عقرب میں زبوں ہے
نہیں ہے چین تجھ بن دل کو میرے
تمھاری جان کی ہم کو قسم ہے

نہ کر طفلاں سے الفت اے نمازی کہ یہ دیں گے تجھے شیطان بازی

جب سے چاہا ہے ترا چاہ ذقن آب چشموں سے مرے جاری ہے
سبز جامے سے مہرے من کو ہرا دل کی ہرنی کا وو شکاری ہے
یار کے قول کو نہیں ہے قرار اس ستی دل کو بے قراری ہے

این چند ابیات میرتقی 'میر' و فتح‌علی‌خان بقلم‌می‌آرند:-

ایک تو تھا ہی وہ مہ رو خود پسند
ہوگیا دیکھ آرسی کے تئیں دو چند

ہنسی تیری پیارے پھلجھڑی ہے
یہی فلچوں کے دل میں گلجھڑی ہے

گرفتاری سے اس سرکش کو آزادی نہیں ہرگز
موے سے بھی نہ نکلے گا یہ طوق گردن اے قمری

کہا ہے یاد مجھکو بعد مدت مگر اُن طفل نے اب سدہ سنبھالی
نظر آتا نہیں وو ماہ رو کیوں گذرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

کرے ہے دار ہی کامل کو سرتاج ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج

گر حرف حق زباں سے ہماری کبھو سنے
احوال اپنا دیکھ کے حلاج سر دھنے
سبزی یہ خط کی دیکھ کے پیارے عجب نہیں
ہوکر کے مست بھنگ بھی تنکے اگر چنے

مہ رونے بوجھ پکڑا مشکل ہوا ہے جینا
یارو خدا کرے خیر بھاری ہے یہ مہینا

جو دو پیالے سحر کو بھرکے اور دو شام کو لے گا
وہ بخت اپنے میں جدوں خورشید چاروں جام کو لے گا

میرا پیغام وصل اے قاصد کہو سب سے اسے جدا کر کے

اگر پاؤں تو مضموں کو رکھوں باندھ
کروں کیا جو نہیں لگتا مرے ہاتھ

خط آ گیا ہے اس کے ' مری ہوئی سفید ریش
کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے میں شام و صبح

کیا سمجھ باندھا ہے بلبل نے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا ہے تس پہ جور باغباں

میکدے میں گر سراسر فعل نا معقول ہے
مدرسہ دیکھو تو وہاں بھی فاعل و مفعول ہے

ناحق ستم کسی پر وہ شوخ کب کرے ہے
دیتا ہے ٹانگ اس کو جو فعل بد کرے ہے

چھوتے سیدوں سے یوں ہوا معلوم
تیری آنکھوں کے نگ دو پتلی ہیں

نہیں ہیں ہونٹھ تیرے پان سے سرخ
ہوا ہے خون میرا ا کے لبریز

مضمون شکر کر کہ ترا اسم سن رقیب
قصے سے بہوت ہو گیا لیکن جلا تو ہے

میر محمد تقی 'میر' می‌نویسد که "شاعر مذکور* بجاے"
اسم "نام" موزوں کردہ بود' اسم اصلاح خاں صاحب است' وچه
اصلاح - زیرا که اهل دعوت اسم می خوانند نه نام - فافهم - راقم
سطور گوید که هر کسے استاد بجهت اصلاح دادن و نقص گرفتن
مقرر می کند' و این خود معلوم که سخن صاف و شستہ بےاصلاح
استاد از زبان سرزند' پس درین صورت تحریر این امر خالی
از خوردہ چینی نیست - چنانچه حضرت شیخ سعدی شیرازی
قدس سرہ درباب هشتم گلستان می‌فرماید " متکلم را تا کسے
عیب نگیرد سخنش اصلاح نه پذیرد —

بلبلو شور چمن میں نه کرو کون سنتا ہے تمہاری فریاد

میر محمد تقی " میر "

اکبر آبادی' میر میدان سخنوري' و شهنشاہ اقلیم معنی
پروری است - اشعۂ آفتاب کمالش در منبع الفاظ بےنهایت
درخشانی پیدا' و لمعۂ ماهتاب معنیش بشب عبارت بکمال
تابانی هویدا - شهپر کلکش به تسخیر ... می پردازد و'
وشهباز طبعش بچنگ فکر رسا به نخچیر (...) مضامین رنگین
می‌سازد - هزاران معنی بیگانه غلام جنابش(...) پر فرحت میدهد
کمیابش نقطۂ طبع زادش چون در رخ عزیز و محترم' و حرف
رقم زدقلمش مثال زرسفید رائج عالم- حقاکه (...) و نازک خیالی

---

* (ن) مسطور —

سر تاج شاعران این عصر و گل سرسبد ... حرف گیران می نهد ' و برین کمال غریب او تذکرۀ نکات‌الشعراء من تصنیف میر گواهي می‌دهد - تار پود اشعار آبدارش چنین قماش دارد :—

کب تلک داغ دکھاے گی اسیری مجکو
مرگئے سات کے مِرے تو گرفتار کئی
وهی چالاکیاں هاتوں کی هیں جو اول تهیں
اور گریباں میں مرے رہ گئی هیں تار کئی
اضطراب و قلق و ضعف سے میں کیوں کہ جیوں
جان واحد هے مری اور هیں آزار کئی
کیوں نہ هوں خستہ جگر میں کہ نگاهوں سے تری
تیر هیں پار کئی وار هیں سوفار کئی

صحرا میں سیل اشک مرا جابجا پهرا
مجنوں بهی اس کی موج میں مدت بہا پهرا
طالع سعید دیکهہ کے دولت هوئی نصیب
سر پر مرے کروڑ برس تک هما پهرا
آنکهیاں برنگ نقش قدم هوگئیں سفید
نامے کے انتظار میں قاصد بهلا پهرا

فتح علي خان این یک بیت میر می نویسد :—

بهلا تم نقد دل لے کر همیں دشمن گنواتے هو
کبهو کچهہ هم بهی کرلیں گے حساب دوستاں در دل

این قدر اشعار خود میر محمد تقی ' میر ' در اختتام تذکرۀ ' نکات‌الشعراء ' (من تصنیف خود) می‌نویسد ' اگرچه دل نخواست که این همه را بقید قلم آرد ' و این قدر درد سر بیجا

بنظارگیان دهد، لیکن چون التزام نمودہ کہ اشعار تذکرتین هم بر طرازم مانع آمد، لاچار آن کل را نقل برداشته می شود - بعضے اشعار خوب دارد ازوست :—

صید کے قابل هے دل صد پارہ اُس نخچیر کا
جس کے هر ٹکڑے میں هو پیوستہ پیکاں تیر کا
جو ترے کوچے میں آیا پھر یہیں گاڑھا اُسے
تشنۂ خوں میں تو هوں اس خاک دامن گیر کا
کس طرح سے مانئے یاراں! کہ یہ عاشق نہیں
رنگ اُڑا جاتا هے ٹک چہرہ تو دیکھو 'میر' کا

شب درد و غم سے عرصہ مرے جیو پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی' یا روز جنگ تھا
مت کر عجب جو 'میر' ترے غم میں مر گیا
جینے کا اُس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا

جو اس شور سے 'میر' روتا رهے گا تو هم سایہ کوئی کیونکہ سوتا رهے گا

یوں آئندہ تک رهے گا گلہ هو چکی عید' تو گلے نہ ملا

آنکھوں میں جیو مرا هے ادھر یار دیکھنا
عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

هونا نہ چار چشم دل اس ظلم پیشہ سے
هشیار' زینهار' خبردار دیکھنا!

تجھہ سے هر آن مرے پاس کا آنا هی گیا
کھاتا کیجیے غرض اب وو زمانا هی گیا

ہم اسیروں کو بھلا کیا، جو بہار آئی نسیم !
عمر گذری کہ وہ گلذار کا جانا ہی گیا
جی گیا، میر، کا اس لیت و لعل میں لیکن
نہ گیا ظلم ہی تجھ سے، نہ بہانا ہی گیا

بھری تھی آگ تیرے درد دل میں 'میر' ایسی تو
کہ کہتے ہی سجن کے روبرو قاصد کا منہ آیا

کف جاناں سے ممکن نہیں رہائی 'میر' کوئی ہووے
اچنبھا ہے جو اُس کے ہات سے رنگ حنا چھوٹا

اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو 'میر' کا لوہو پیا کیا

دل میں بھرا زبسکہ خیال شراب تھا
مانند آئینے کے مرے گھر میں آب تھا
ٹک دیکھ آنکھیں کھول کے اُس دم کی حسرتیں
جس دم یہ سوجھے گی کہ یہ عالم بھی خواب تھا

جو اے قاصد وہ پوچھے 'میر' بھی ایدھر کو چلتا تھا
تو کہیو، جب چلا ہوں میں، تب اُس کا دم نکلتا تھا
نہ گئی تسبیح اُس کی نزع میں بھی 'میر' سے ہرگز
اُسی کے نام کی سمرن تھی جب منکا یہ ڈھلتا تھا

اب تو جاتا ہی ہے کعبے کو تو بتخانے سے
جلد پھریو، تجھے اے 'میر' خدا کو سونپا

ترے عشق سے آگے سودا ہوا تھا پر اتنا میں ظالم نہ رسوا ہوا تھا
خزاں! الدمعاس پہ نہ کرنی بجا تھی یہ غنچہ چمن میں ابھی وا ہوا تھا

کہاں آتے میسر مجھہ کو، تجھہ سے خود نما اتنے
یہ حسن اتفاق، آئینہ تیرے روبرو ٹوٹا
طراوت تھی چمن میں سرو کو یہ اشک قمری سے
ایدھر آنکھیں مندیں اُس کی کہ اودھر آب جو کھوٹا(؟)

شب زخم سینہ اوپر چھڑکا تھا میں نمک کو
ناسور تو کہاں تھا ظالم بڑا مزا تھا
آنکھیں مری کھلیں جب جیو 'میر' کا گیا تب
دیکھے سے تجکو ورنہ میرا بھی جیو چلا تھا

ہم تو کہا تھا تیرے تئیں آؤ سمجھہ نہ ظلم کر
آخر کار بے وفا جیو گیا نہ 'میر' کا

قابو خزاں سے ضعف کا گلشن میں بن گیا
دوش ہوا یہ رنگ گل یاسمن گیا
برگشتہ بخت دیکھہ کہ قاصد' سفر میں سے
بھیجا تھا اس کے پاس سو میرے وطن گیا

مرگیا تیشہ سنگسار کیا نخل ماتم مرا یہ پھل لایا

دیر و حرم میں کیونکہ قدم رکھہ سکوں میں 'میر'
ایدھر تو مجھہ سے بت پھرے اودھر خدا پھرا

جب کہ تابوت مرا لاے شہادت سے اٹھا
شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا
عمر گذری مجھے بیمار ہی رہتے' ہے بجا
دل عزیزوں کا اگر میری عیادت سے اُٹھا

یک پارہ جیب کا بھی بجا میں نہیں سیا
وحشت میں کوئی سیا سو کہیں کا کہیں سیا

دل پہنچا ہلاکت کو نپٹ کھینچ کسالا
اے یار مرے سلمہ اللہ تعالی
جس گھر میں ترے جلوے سے ہو چاندنی کا فرش
واں چادر مہتاب ہے مکڑی کا سا جالا
کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث
برہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالا

پل میں جہاں کو دیکھتے میرے ڈبو چکا
اک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا
افسوس میرے مردے پر اتنا نہ کر کہ اب
پچھتاؤنا عبث ہے جو ہونا تھا ہو چکا
اک چشمک پیالہ ہے ساقی! بہار عمر
جھپکی لگی کہ دور یہ آخر ہی ہو چکا
ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسماں
دے جام خوں کا 'میر' کو گر منہ وہ دھو چکا

میں بھی دنیا میں ہوں یک نالہ پریشاں یک جا
دل کے سو ٹکڑے مرے اور سبھی نالاں یک جا
سر سے باندھا ہے کفن عشق میں تیرے' یعنی
جمع ہم نے بھی کیا ہے سر و ساماں یک جا

گذرا بنائے چرخ سے نالہ پگاہ کا
خانہ خراب ہو جیو اس جی کی چاہ کا

آنکھوں میں جی مرا ہے اِدھر دیکھتا نہیں
مرتا ہوں میں تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا
یک قطرہ خون ہوکے مژہ سے ٹپک پڑا
قصہ یہ کچھ ہوا دل غفراں پناہ کا
ظالم زمیں سے لوٹتا دامن سنبھال کے چہن
ہوگا کہیں میں ہاتھ کسی داد خواہ کا

کیا طرح ہے آشنا گاہے' گہے نا آشنا
یا تو بیگانہ ہی رہئے' ہوجیے یا آشنا
پائے مال صد جفا ناحق نہ ہو اے عندلیب
سبزۂ بیگانہ بھی تھا اس چمن کا آشنا
بلبلیں رو رو کے یوں کہتی تھیں ہوتا کاشکے
یک مژہ رنگ قراری اس چمن کا آشنا
گو گل و لالہ' کہاں سنبل' سمن' اور نسترن
خاک سے یکساں ہوے ہیں ہائے کیا کیا آشنا

کیا دن تھے وے کہ یہاں بھی دل آرمیدہ تھا
رو آشیان طائر رنگ پریدہ تھا
قاصد جو وہاں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا
بیچارہ گریہ ناک و گریباں دریدہ تھا
حاصل نہ پوچھ باغ شہادت کا بوالہوس
یہاں پھل ہر ایک درخت کا حلق بریدہ تھا
مت پوچھ کس طرح سے کٹتی رات ہجر کی
ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا

خواہ مجھ سے لڑ گیا اب خواہ اُس سے مل گیا
کیا کہوں اے ہمنشیں میں تجسے حاصل دل گیا

اے نکیلے یہ تھی کہاں کی ادا کھپ گئی جیو میں تیری بانکی ادا
خاک میں مل کے 'مہر' اب سمجھے بے ادائی تھی آسماں کی ادا

سنو ہو! جل ہی بجھوں گا کہ ہو رہا ہوں میں
چراغ مضطرب الحال صبح گاہی کا

گرچہ سردار مزوں کا ہے امیری کا مزا
چھوڑ لذات کو اور لے تو فقیری کا مزا
اے کہ آزاد ہے تک چکھہ نمک مرغ کباب
تا تو جانے کہ یہ ہوتا ہے اسیری کا مزا

موند رکھنا چشم کا ہستی میں عین دید ہے
کچھہ نہیں آتا نظر جب آنکھہ کھولے ہے حباب
مت ڈھلک مژگاں سے میرے اے سرشک آبدار
مفت ہی جاتی رہے گی تیری موتی کی سی آب

دیکھہ خورشید تجھہ کو اے محبوب! عرق شرم میں گیا ہے ڈوب
'مہر' شاعر بھی زور کوئی تھا دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

این بیت کہ بالا مذکور شد گویا از زبان ما است :—

دست صیاد تلک بھی میں نہ پہنچا جیتا
بے قراری نے لیا مجکو تہ دام بہت

سہل سوجھیں تجھے دشواریاں عاشق کی آہ
حسرتیں کتنی گرہ تھیں رمق ایک جان کے بیچ

حال گلزار زمانہ کا ھے مانا بشفق
رنگ کچھہ اور ھی ھو جاے ھر ایک آن کے بیچ
تاک کے چھائوں میں جیوں مست پڑے سوتے ھیں
اینڈتی ھیں نگہیں سایۂ مژگان کے بیچ

نکلے گی میری قبر سے آواز میرے بعد
اُبھریں گے دل سے عشق ! ترے راز میرے بعد
بن گل ھواے آہ میں تو جا کے لوٹیو
صحن چمن میں اے پر پرواز میرے بعد

پرے سنگ مزار پر فرہاد رکھہ کے تیشہ کہے ھے " یااستاد "

اودھر فلک ھے عرش کے مشکل سے تک گذر
اے آہ پھر اثر تو ھے برچھی کی چوٹ پر
ھم تو اسیر کنج قفس ھو کے مر چلے
اے اشتیاق سیر چمن ! تیری کیا خبر

پاس رھنے کا نہیں ایک بھی تار آخر کار
ھات سے جاے گا سررشتۂ کار آخر کار

نہ ھو ھر زہ درا اتنا خموشی اے جرس بہتر
نہیں اس قافلے میں اهل دل ضبط نفس بہتر
نہ ھونا ھی بھلا تھا سامنے مجھہ چشم گریاں کے
نظر اے ابر اب آ پی نہ آوے گا ' برس بہتر

دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے آوے مجھے قرار
اے انتظار تجکو کسي کا ھو انتظار

ساقی تو ایک بار تو توبہ توڑا مری
توبہ کروں جو پھر میں تو توبہ ہزار بار

کر رحم ٹک، کب لگ ستم مجھہ پر جفا کار اس قدر
ایک سینہ، خنجر سیکڑوں، ایک جان وآزار اس قدر
بھاگے مری صورت سے وہ، میں عاشق اُس کی شکل پر
میں اُس کا خواہاں یہاں تلک وہ مجھہ سے بیزار اس قدر

دل دماغ اور جگر یہ سب ایکبار کام آئے فراق میں اے یار
ق
کیوں نہ ہو فتح ضعف اعضا پر مر گئے اس فشون کے سردار

مجھہ کو پوچھا بھی نہ، یہ کون ہے غم ناک ہنوز
ہو چکی حشر، میں روتا ہوں تہ خاک ہنوز
اشک کی لغزش مستانہ پہ مت کیجو نظر
دامن دیدۂ گریاں ہے مرا پاک ہنوز

باقی نہیں ہے دل میں، یہ غم ہے بجا ہنوز
ٹپکے ہے خون دمبدم آنکھوں سے تا ہنوز
احوال نامہ بر سے مرا سن کے کہہ اٹھا
جیتا ہے وہ ستم زدہ مہجور کہا ہنوز
بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ
تو نہیں چھوڑتا اس چال کی رفتار ہنوز
منتظر قتل کے وعدہ کا ہوں، اپنے یعنی
جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہ گار ہنوز

اے ابر تر تو اور کسی سمت کو برس
اس ملک میں ہماری ہیں یہ چشم تر ہی بس

حرماں تو دیکھہ ' پھول بکھیرے تھی کل صبا
ایک برگ گل گرا نہ ' جہاں تھا مرا قفس

مر گیا میں ملا نہ یار افسوس   آہ افسوس صد ہزار افسوس
یوں گنواتا ہے دل کوئی ' مجکو   یہی آتا ہے بار بار افسوس

آج کل کیا ہم کو * بتلاتے ہو گستاخی معاف
راستی یہ ہے کہ سب وعدے تمہارے ہیں خلاف
پاؤں پر سے اپنے میرا سر اُٹھانے مت جھکو
تیغ باندھی ہے میاں تم نے کمر سے خوش غلاف

سب پہ روشن ہے کہ شب مجلس میں جب آتی ہے شمع
تجھہ بھبوکے سے کو بیٹھا دیکھہ بجھہ جاتی ہے شمع

بالیں پہ میرے گھر سے تو آوے گا جب تلک
کر جاؤں گا سفر ہی میں دنیا سے تب تلک
اتنا دن اور دل سے تپش ' کرلے کاوشیں
یہ مجہلہ تمام ہی ہے آج شب تلک
نقاش ! کیوں کہ کھینچ چکا تو شبیہ یار
کھینچوں ہوں ایک ناز ہی اُس کا میں اب تلک

فصل خزاں میں سیر کی ہم نے بھی جائے گل
چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقش پائے گل
ارہ تھی † عندلیب کی آواز دل خراش
جیو ہی نکل گیا جو کہا اُن نے ہائے گل

گل کی جفا بھی دیکھی ' دیکھی وفائے بلبل
یک مشت پر پڑے ہیں گلشن میں جائے بلبل

---

* (ن) کاہے کو   † (ن) اندہ ری

کہا بلبل اسیر ہے بے بال و پر کہ ہم
گل کب رکھے ہے ٹکڑے جگر اس قدر کہ ہم
جیتے ہیں تو دکھا وینگے دعوائے عندلیب
گل بن خزاں میں ابکی وہ رہتی ہے مرکہ ہم

گرچہ آوارہ جیوں صبا ہیں ہم لیک لگ چلنے کو بلا ہیں ہم
آستاں پر ترے گزر گئی عمر اسی دروازے کے گدا ہیں ہم
تیرے کوچے میں تابسرگ رکھا - کشتۂ مدت وفا ہیں ہم

ہم چشم ہے ہر آبلہ پا کا مرا اشک از بسکہ تری راہ کو آنکھوں سے چلا ہوں
دامن نہ جھٹک ہاتھہ سے میرے کہ ستم گر
ہوں خاک سر راہ کوئی دم میں ہوا ہوں
آتے ہیں مجھے خوب یہ دونوں ہنر عشق
رونے کے تئیں آندھی ہوں کڑھنے کو بلا ہوں

گر تنگ ہو درد آئینے کو چرخ زشت میں
اِن صورتوں کو صرف کرے خاک و خشت میں

تو گلی میں اُس کی جا آ ولے اے صبا نہ چنداں
کہ گرے ہوے پھر اکھڑیں دل چاک درد منداں
ترے تیر ناز کے جو یہ ہدف ہوے ہیں ظالم
مگر آہنی تو ہیں جگر نیاز منداں

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں
اس غم کدے میں آہ دل خوش کہیں نہیں
آگو تو لعل نو خط خوباں کے دم نہ مار
ہر چند اے مسیح وہ باتیں رہیں نہیں

سن گوش دل سے اب تو سمجھ بے خبر کہیں
مذکور ہو چکا ہے مرا حال ہر کہیں
کیا فائدہ سراغ سے بلبل کے باغباں!
اطراف باغ ہوں گے پڑے مشت پر کہیں

کیا میں نے رو کر فشار گریباں   رگ ابر تھا تار تار گریباں

دیکھیں تو تیری کب تک یہ کج ادائیاں ہیں
اب ہم نے بھی کسی سے آنکھیں لڑائیاں ہیں
ٹک سن کے سو برس کی ناموس خامشی کھو
دو چار دن کی باتیں اب منہ پر آئیاں ہیں

مرے آگو نہ شاعر نام پاویں   قیامت کو مگر عرصے میں آویں

نہ ایک یعقوب رویا اس الم میں
کنواں اندھا ہوا یوسف کے غم میں

تری زلف سیہ کی یاد میں آنسو ٹپکتے ہیں
اندھیری رات ہے، برسات ہے، جگنو چمکتے ہیں

عام حکم شراب کرتا ہوں   محتسب کو کباب کرتا ہوں
ٹک تو رہ اے بنائے ہستی تو   تجھکو کیسا خراب کرتا ہوں

ملنے لگے ہو دیر دیر دیکھئے کیا ہے کیا نہیں
تم تو کرو ہو صاحبی بندے میں کچھ رہا نہیں
بوے گل اور رنگ گل، الدہ ہی الدہ ہے نسیم!
لیک بقدر یک نگاہ دیکھئے تو وفا نہیں

ایسے محروم گئے ہم تو گرفتار چمن
کہ ہوئے قید میں دیوار بدیوار چمن
سینے پر داغ کا احوال میں پوچھوں ہوں نسیم!
یہ بھی تختہ کبھی ہووے گا سزاوار چمن
خون ٹپکے ہے پڑا نوک سے ہر ایک کے ہنوز
کس ستم دیدہ کے مژگاں ہیں یہ خار چمن

عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو 'میر' سے
پاتا ہوں زرد روز بروز اس جواں کو میں

میں وہ پژمردہ سبزہ ہوں کہ ہوکر خاک سے سرزد
یکایک آگیا اس آسماں کی پائمالی میں
مرے اُستاد کو فردوس اعلیٰ میں ملے جا گہ
نہ سکھلایا بغیر از عشق مجھکو خرد سالی میں

اور اشک ہی سدا ہے یہاں — روز برسات کی ہوا ہے یہاں
ں جگہ ہو زمیں تفتہ سمجھ — کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یہاں

یہ غلط کہ میں پیا ہوں قدح شراب تجھ بن
نہ گلے سے میرے اُترا کبھی قطرہ آب تجھ بن
یہ ہے بستی عاشقوں کی کبھی سیر کرنے چل تو
کہ محلے کے محلے پڑے ہیں خراب تجھ بن
میں لہو پیوں ہوں غم میں عوض شراب ساقی!
شب تیغ ہوگئی ہے شب ماہتاب تجھ بن
کٹی عمر میری ساری‘ جیسے شمع باد کے بیچ
یہی رونا‘ جلنا‘ گھلنا‘ یہی اضطراب تجھ بن

نسیم مصر گر آئی سواد شہر کنعاں کو
کہ پھر جھولی یہاں سے لے گئی گلہاے حرماں کو

کوئی کانٹا سر رہ کا ہماری خاک پر بس ہے
گل و گلزار کیا درکار ہے گور غریباں کو

زبان نوحہ گر ہوں میں، قضا نے کیا ملایا تھا
مری طینت میں یارب سودۂ دلہاے نالاں کو

گل و سنبل ہیں نیرنگ قضا، مت سرسری گذرے
کہ بگڑے زلف و رخ کیا کیا بناتے اس گلستاں کو

کریں بال ملک فرش رہ اُس ساعت کے* محشر میں
لہو ڈوبا کفن لاویں شہید ناز خوباں کو

صداے آہ جیو کے پار ہوئی ہے تیر سے شاید
کسی بے درد نے کھینچا، کسی کے دل سے پیکاں کو

کیا سیر اس خرابے کی† بہت اب چل کے سو رہیئے
کسی دیوار کے سایے میں منہ پر لے کے داماں کو

کیا ہے گر بد نامی و حالت تباہی بھی نہ ہو
عشق کیسا جس میں اتنی روسیاہی بھی نہ ہو

جی‡ سے جہاں میں ہر$ سحر تیری کروں ہوں جستجو
خانہ بخانہ، در بدر، کوچہ بکوچہ، کو بکو

آنکھوں سے دل تلک ہیں چنے خوان آرزو
نومیدیاں ہیں کتنی ہی مہمان آرزو

---

* (ن) کہ
† (ن) کا
‡ (ن) جب
$ (ن) ہے

اس مجھلے کی سیر کروں کب تلک، کہ ہے
دست ہزار حسرت و دامان آرزو

دل پر خوں ہے یہاں تجھکو گماں ہے شیشہ
شیخ کیوں مست ہوا ہے تو ' کہاں ہے شیشہ
شیشہ بازی تو تک ایک دیکھنے آ آنکھوں کی
ہر مژہ پر مرے اشکوں سے رواں ہے شیشہ
جا کے پوچھا جو میں کل کارگہ مینا میں
دل کی صورت کا بھی اے شیشہ گراں ہے شیشہ؟
کہنے لاگے کہ کدھر بھکا پھرے ہے اے مست
ہر طرح کا جو تو دیکھے کہ یہاں ہے شیشہ
دل ہی سارے تھے یہ اک وقت میں جو کرکے گداز
شکل شیشے کی بنائے ہیں کہاں ہے شیشہ

جو ہوشیار ہو سو آج ہو شراب زدہ
زمین میکدہ یکدست ہیگی آب زدہ
بلے یہ کیونکہ ملے تو ہی یاہمیں سمجھیں
ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ

کہتے ہیں اُڑ بھی گئے جل کے پر پروانہ
کچھہ سنے * سو خدنگان تم + خبر پروا نہ
سعی اتنی تو ضروری ہے اُٹھے بزم سالک
اے جگر تفتگی بے اثر پروا نہ!

---

* (ن) سنی — + (س) لے —

بزم دنیا کی تو دلسوزی سنی ہوگی ' میرا '
کس طرح شام یہاں ہو سحر پروانہ

اس اسیری کے نہ کوئی اے صبا پالے پڑے
یک نظر گل دیکھنے کے بھی ہمیں لالے پڑے
حسن کو بھی عشق نے آخر کیا حلقہ بگوش
رفتہ رفتہ دل بروں کے کان میں بالے پڑے

اس واسطے کا نہیں ہوں کہ ہے آہ نپٹ سرد
یہ باؤ کلیجے کے کبھی پار نہ ہووے

کرے ہے خندۂ دنداں نما تو میں بھی روؤنگا
چمکتی زور ہے بجلی ' مقرر آج باراں ہے
چمن پر نوحۂ و زاری سے ہے کس گل کا یہ ماتم
جو شبنم ہے تو گریاں ہے جو بلبل ہے تو نالاں ہے

الم سے یہاں تئیں میں مشق ناتوانی کی
کہ میری جان نے تن پر مرے گرانی کی
چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے
جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی

سمجھے ہے نہ پروا نہ ' نہ تھا مے ہے زباں شمع
وہ سوختنی ہے تو یہ گردن زدنی ہے
لیتا ہی نکلتا ہے مرا لخت جگر اشک
آنسو نہیں گویا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے
اے ' میر ' جگر ٹکڑے ہوا دل کی تپش سے
شاید کہ مرے جیو پہ اب آن بنی ہے

گرم ہیں شور سے تجھ حسن کے بازار کئی
رشک سے جلتے ہیں یوسف کے خریدار کئی
اپنے کوچے میں نکلیو تو سنبھالے دامن
یاد گار مژۂ 'میر' ہیں وہاں خار کئی

صبح سے بن علاج تو خوش ہے تیرا بیمار آج تو خوش ہے
'میر' پھر کچھو سر گذشت اپنی بارے یہ کچھ مزاج تو خوش ہے

مرہی جاویں گے' بہت ہجر میں نا شاد رہے
بھول تو گئے ہو ہمیں پر یہ تمھیں یاد رہے
ہم سے دیوانے پھریں شہر میں سبحان اللہ
دشت میں قیس پھرے' کوہ میں فرہاد رہے

مرے درد دل کا تو یہ جوش ہے
کہ عالم جوان سیہ پوش ہے
کیا * رو برو اُس کے کیوں آئینہ
کہ بیہوش † اُس کا دم اور ہوش ہے

اچنبا ہے اگر چپکا رہوں مجھ پر عتاب آوے
و گر قصہ کہوں اپنا تو سنتے اُس کو خواب آوے
لپیٹتا ہے دل سوزاں کو اپنے 'میر' نے خط میں
الٰہی نامہ بر کو اس کے لے جانے کی تاب آوے

اس دشت میں اے سیل سنبھل ہی کے قدم رکھ
ہر سمت کوں یہاں دفن مری تشنہ لبی ہے

---

* (ن) گیا — † (ن) بیہوشی —

بتاں تو چھوڑ دیتے کر کے خاک راہ کے صدقے
مجھے محفوظ رکھا ' اپنے میں الله کے صدقے

کہا خط لکھوں میں گریے سے فرصت نہیں رہی
لکھتا ہوں تو پھرے ہے کتابت بہی بہی

ملوں کیونکہ ہمرنگ ہو تجھہ سے ظالم !
ترا رنگ شعلہ ' مرا رنگ کا ہی

ب خدا مغفرت کرے اُس کو صبر مرحوم تھا عجب کوئی

سبھوں کے خط لئے پوشیدہ قاصد آج جاتا ہے
چلا ہے یار کے کوچے کو اور مجھہ سے چھپاتا ہے

ہو گئی شہر شہر رسوائی اے مری موت تو نہیں * آئی
میر ' جب سے گیا ہے دل تب سے میں تو کچھہ ہو گیا ہوں سودائی

یارے نسیم ! ضعف سے کل ہم اسیر تھے
سناتے میں جو + کے گلستاں تلک گئے
صد کارواں وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں
گویا متاع دل کے خریدار مر گئے

سام اُس کے قد میں سناں کی طرح ہے نکہلی نہت اُس جواں کی طرح ہے
ے خاک کاہے ' رہے کاہ ویراں خراب اور پریشاں یہاں کی طرح ہے
لق کرو ' میر ' اُس پر جو چاہو مری جان ! یہ کچھہ جہاں کی طرح ہے

ں کے شعلے سر سے ہمارے گذر گئے بس اے تپ فراق کہ گرمی سے مر گئے

ناصح نہ روئیں کیونکہ محبت کے جیو کو ہم
اے خانماں خراب ہمارے تو گھر گئے

ہنگامہ میری نعش پہ، تیری گلی میں ہے
لے جائیں گے جنازہ کشاں یہاں سے کب مجھے

کاتب! کہاں دماغ جواب شکوہ تانئے
بس ہے یہ ایک حرف کہ مشتاق جانئے

شب خواب کا لباس ہے عریاں تنی میں یہ
جب سوئیے تو چادر مہتاب تانئے

کب تلک جیو رکے خفا ہووے   آہ کرئیے کہ تک ہوا ہووے
بے کلی مارے ڈالتی ہے نسیم   دیکھئے اب کے سال کیا ہووے

ہے یہ بازار جنوں، منڈی ہے دیوانوں کی
یہاں دکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کی

خانقہ کا تو نہ کر قصد تک اے خانہ خراب!
یہی ایک رہ گئی ہے بستی مسلمانوں کی

کیونکہ کہئے کہ اثر گریۂ مجنوں میں نہ تھا
گرد نم ناک ہے اب تک بھی بیابانوں کی

نہیں وسواس جیو گنوانے کے   ہائے رے ذوق دل لگانے کے
میرے تغیر حال پر مت جا   اتفاقات ہیں زمانے کے

غافل میں رہا تجھ سے نہ مت تا بجوانی
اے عمر گذشتہ میں تری قدر نہ جانی

مدت سے ہیں یک مشت پر آوارہ چمن میں
نکلی ہے یہ کس کی ہوس بال فشانی

یہ جان اگر بید مولہ کہیں دیکھے
رہ گئی ہے کسی موے پریشاں کی نشانی
بھاتی ہے مجھے ایک طلب بوسہ میں یہ آن
لکنت سے اُلجھہ جا کے تجھے بات نہ آنی

بسکہ ہے گردوں دوں پرور دنی   ہوے پیوند زمیں یہ کشتنی *

بزم میں سے اب تو چل اے رشک صبح!
شمع کے منہ پر تو پھر گئی مردنی

اس ستم دیدہ کی صحبت سے جگر لوہو ہے
آب ہو جاے کہ یہ دل خلۂ پہلو ہے

دہر بھی 'مہر' طرفہ مقتل ہے   جو ہے سو کوئی دم کو فیصل ہے
روز کہتے ہیں ملنے کو خوباں   لیکن اب تک تو روز اول ہے

ق

ہجر باعث ہے بدگمانی کا   غیرت عشق ہے تو کب کل ہے
مر گیا کوہکن اسی غم سے   آنکھہ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

خنجر بکف وو جب سے سفاک ہو گیا ہے
ملک اِن ستم زدوں کا سب پاک ہو گیا ہے
دیوار کہنہ ہے یہ' مت بیٹھہ اِس کے سائے
اُتھہ چل کہ آسماں سب کاواک ہو گیا ہے
زیر فلک بھلا تو رووے ہے آپ کو 'مہر'
کس کس طرح کا عالم یہاں خاک ہو گیا ہے

ساقی گھر چاروں اور آیا ہے   دے بھی مے ابر زور آیا ہے

---

* (ن) رفتنی

ذوق تیرے وصال کا مورے   ننگے سر تا بہ گور آیا ہے

کل اُس سے ہم سے بارے ملاقات ہو گئی
دو دو بچن کے ہونے میں اک بات ہو گئی
کن کن مصیبتوں سے ہوئی صبح شام ہجر
سو زلفیں ہی بناتے اُسے رات ہو گئی
گردش نگاہ مست کی موقوف ساقیا
مسجد تو شیخ جیو کی خرابات ہو گئی
کتنا خلاف وعدہ ہوا ہوگا وہ کہ یہاں
نومیدی اور امید مساوات ہو گئی
اپنے تو ہونٹھ بھی نہ ہلے اُس کے روبرو
رنجش کی وجہ 'میر' وہ کیا بات ہو گئی

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے
ہر سر حرف پہ فریاد نہایت کیجے

قصد اگر امتحان ہے پیارے   اب تلک نیم جان ہے پیارے
سجدہ کرتے ہی سر کٹے ہیں جہاں   سو ترا آستان ہے پیارے
۷ 'میر'! عمداً بھی کوئی مرتا ہے   جان ہے تو جہان ہے پیارے

رباعیات

تجھ رہ سے محال ہے اُٹھانا مجکو   خبطی کہے کوئی یا سیانا مجکو
سر مہرا لگا ہے نقش پا سے تیرے   سجدے کو خدا کے بھی بجانا مجکو

مسجد میں تو شیخ کو خروشاں دیکھا
مے خانہ میں جوش بادہ نوشاں دیکھا

ایک گوشۂ عافیت جہاں میں ہم نے
دیکھا تو محلۂ خموشاں دیکھا

کاھیکو کوئی خراب خواری ہوتا کاھیکو کسی پہ جان بھاری ہوتا
دل خواہ ملاپ ہوتا تو تو ملتے اے کاشکے عشق اختیاری ہوتا

جگ میں جوں شمع پاؤں جل کر رکھنا یا بن کے بگولا ہات مل کر رکھنا
آیا ہے قمار خانۂ عشق میں تو سربازی ہے یہاں قدم سنبھل کر رکھنا

کیا کرئے بیاں مصیبت اپنی پیارے دن عمر کے میری غم میں گذرے سارے
رنج وضعف وبلا ' مصیبت ' محنت پنہاں ہی نہ میں تو ان دکھوں کے مارے

پیغمبر حق نے حق دکھایا اُس کا معراج ہے کمترین پایا اُس کا
سایہ جو نہ تھا اُسے ' یہ باعث ہوگا کل حشر کو ہوگا سب پر سایا اُس کا

دل تجھہ پہ جلے نہ کیونکہ میرا بیتاب
یہاں مجکو توقع ہے کہ لاتا ہے جواب
وھاں اُن نے شراب پی کے مستی میں ' مہر '
کر کھائے بھی نامہ بر کبوتر کے کباب

محمد میر " میر "

تخلص ۔ از قافیہ سنجان شیرین گفتار است ' سخن را عذوبت می گوید ' این شعر در ہر دو تذکرہ مسطور است :—

شہرۂ حسن سے از بسکہ وہ محجوب ہوا
اپنے چہرے سے جگھڑ تا ہے کہ کیوں خوب ہوا

میرزا معزالدین " معز "

تخلص ۔ مخاطب بموسوی خان ' شاعر مضبوط فارسی است ۔

فقیر ترجمه اش را از تذکرۂ "سرو آزاد" بجنس نقل می نماید که" موسوی خان میرزا معزالدین محمد از اجلۂ سادات قم، و چراغ دودمان امام هفتم است- وصبیه زادۂ میر محمد زمان مشهدی که سر آمد علماء مشهد مقدس بود - موسوی خان از غنفوان شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد، و اوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد- ودر ریعان شباب باپدر خود میرزافخرا برهم زاده بدارالسلطنۃ ، صفاهان ، شتافت - و ده سال در حلقۂ درس آقا حسین خان ساری تلمذ نمود ، و جادۂ عقلیات و نقلیات نور دیده ، خود با قصی حدود کمال رسانیده ، و در سنۃ اثنتین و ثمانین و الف تشریف به هندوستان آورد ، و خلد مکان بواسطۂ جوهر ذاتی و نسبتی مورد الطاف ساخت وبتزویج صبیۂ شاه نواز خان صفوی و سلف ساختن با خود فرق عزتش بر افراخت - اول بدیوانی صوبۂ عظیم آباد پتنه مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم تپه پس امیرالامرا شایسته خان برنیامد - چه بزرگ امیدخان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میرزا رشتۂ سلفیت بادشاه ، و علاوۂ فضل و کمال سربه تبعیت ناظم فرود نمی آورد، آخر ناچاقی صحبت ایشان بسمع بادشاه رسید- میر حضور طلب شد، و در سنۃ تسع و تسعین و الف بخطاب " موسوی خان" ودیوانی تن سرفرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت - سال تولد میر سنۃ خمسین و الف ا ست وسال انتقال که در ولایت دکن اتفاق افتاد، سنۃ احدی و مائۃ والف"- انتهی-

راقم الحروف صاحب می گوید - (تاریخ)

موسوی خان یگانۂ عالم رخصت هستی بسوے عقبی برد
سال فوتش ز ہا تف غیبی شد ندا "آن معز فطرت مرد"

اول 'فطرت' تخلص می کرد - آخر 'موسوی' قرار داد' و خطاب 'خانی' هم برین تخلص گرفت. دیوان فارسیش متداول است - این بیت ریختہ میر محمد تقی 'میر' بنام او نوشتہ' خالی از لطافت نیست :—

از زلف سیاہ تو بدل دهوم پڑی هے
در گلشن آئینہ گهٹا جهوم پڑی هے

راے انند رام 'مخلص"

تخلص - مخلص شاهدان سخن بود' و این غزالان سیہ مست را بفصاحت کلام رام می نمود - مدتے بوکالت نواب اعتمادالدولہ مرحوم امتیاز می داشت' و اصلاح سخن بخدمت میرزا 'بیدل' و خان 'آرزو' می گرفت. شعر فارسیش کہ خیلے عذوبت می دارد' بر السنۂ عوام و خواص جاری است - فقیر را هم چند اوراق اشعار فارسیش بهم رسیدہ بود' حقا کہ معنی تلاشی فراوان نمود' و لآلی گران بہاے الفاظ شستہ بسلک نظم کشیدہ -

یوں پکارے هے کهڑا گلشن میں سرو از بیکسی
پهنچیو قمری کہ کیا آزاد جاتی هے بہار
پهول پر نرگس کے گویا دانۂ شبنم نہیں
عاشقوں کے حال پر انکهیاں پهراتی هے بہار

میر محمد تقی 'میر' این بیت او می نویسد :-

دھوم آنے کی کس کے گلزار میں پڑی ہے
ہار ارگجے کا لیا کہ نرگس لیے کھڑی ہے

میر محمد محسن* 'محسن'

تخلص - برادر زادۂ میر محمد تقی میر و ذله بر فضل آن معنی پژوہ بے نظیر است - ابیات او از هر دو تذکرہ می طرازد :-

مرا رنگ رو اس قدر زرد ہے — کہ یہاں زعفراں زار بھی گرد ہے
طپش! تشنه لب تڑپے ہے غالباً — دھڑاکے کا دل میں مرے درد ہے
اگر شیخ دوزخ میں گرمی ہے زور — مرے پاس بھی یک دم سرد ہے

یوسف مصر! پوچھتا ہے کوئی — تجھ سے دلبر عزیز دولہا کو
حرف تیرے عزیز لب کا شوخ — زندہ کرتا ہے نام عیسیٰ کو

دور ے گئے وہ کوہکن و قیس کے جو تھے
میرے جنوں کا اب تو زمانے میں شور ہے
'محسن' تمام عمر مری روتے ہی کٹی
اس غمکدے میں آہ کہیں بھی سرور ہے

اس کے کوچے میں ہے کچھ نالۂ شب کا چرچا
دیکھیو کوئی میاں میرا تو مذکور نہیں
طبع نازک کو مرے ہات میں رکھیو کہ میں
قیس و فرہاد سا دھقانی و مزدور نہیں

(*) حسن

بہتوں کا عاشقی میں یہاں کال ہوگیا ہے
اے دل ابھی سے تیرا یہ حال ہوگیا ہے
تک راہ پر تو آؤ اب سِہر کو 'محسن'
مانند نقش پا کے پامال ہوگیا ہے

تعزیت دار حسرت دل ہے یہ جو گریے کا جامۂ آبی ہے
دل پر آبلہ مرا 'محسن' رشک آئینۂ حبابی ہے

تنگ ابرو ہلے، عاشق اُلٹ گئے تجھے تلوار سے اے شوخ جس ہے

کیا جانئے وو شوخ کدھر ہے کدھر نہیں
ہم کو تو تن بدن کی بھی اپنے خبر نہیں
اُس دشت پر خطر کا میں باشندہ ہوں جہاں
آدم کا ذکر کیا ہے، ملک کا گزر نہیں
دل دینے پر ہو جیو، تو کرو خانماں خراب
یہ عاشقی ہے شیخ جی خالا کا گھر نہیں

مر گیا پوچھی نہ پر تم نے مری رخصت دل
جیو کی جیو میں ہی رہی ہائے مری حسرت دل
مجھ تہی دست کنے کیا تھا کوئی دن آگے
داغ پیسے سے جو ہاتوں پہ ہوں سب دولت دل
کیا حساب اپنے جفاؤں کا جو میں کھینچوں ہوں
میں گرفتار بلا میں جو ہوا بابت دل

دل مرا وابستۂ زنجیر زلف یار ہے
ہے تو دیوانہ، پہ اپنے کام میں ہشیار ہے

اور یہ عاجز تمھارا کچھہ نہیں رکھتا مگر
جان بر لب آمدہ حاضر ہے گر درکار ہے

اے دیدہ! خاندان تو اپنا تہ بو چکا
اب روتا تو ہے کیا ' جو کچھہ ہونا تھا ہو چکا
' محسن' نہ رووں میں' تو بھلا کہہ' کہ کیا کروں
ایک دل بساط میں تھا سو اس کو بھی کھو چکا

تک آکے دیکھہ' نہیں کچھہ بھی حال آنکھوں میں
پھرے ہے اس پہ بھی تیرا خیال آنکھوں میں
نہ پوچھہ دختر رز کی تو مجھسے کیفیت
لئے ہی جاتی ہے دل یہ چھنال آنکھوں میں

جاں بہ لب ہوں میں' نکل جاے نہ یہ جان کہیں
دل میں حسرت ہی رہی جاتی ہے آجان کہیں!
کب تلک نزع کی حالت میں رہوں میں تجھہ بن
ہو بھی اے مردن دشوار! اب آسان کہیں

جس دن تری گلی سے میں عزم سفر کیا
ہر یک قدم پہ راہ میں پتھر جگر کیا
بت خانے کی شکست و درستی کعبہ ہاے!
یہ سب کیا ' پہ شیخ نے دل میں نہ گھر کیا

(رباعی)

جب تخم محبت ہم نیں دل میں بویا
دین و دنیا سے ہات اپنا دھویا
اس عشق کا ہووے خانہ ویران یارب!
دونوں عالم سے اِن نے ہم کو کھویا

میر " میران "

تخلص- خلف الصدق ' نواب علی مردان ' است- خطاب سید
وازش خان می داشت ' و اکثر گاه طبع معنی رس خود را
نسخیر مضامین می گماشت - میر محمد تقی ' میر ' می نویسد
ہ ' بہید ' تخلص اوست- و فتح علی خان او را بتخلص ' میران '
ورحرف میم تحریر نموده ' ظاهرا میرزا فرموده- سیدعبدالولی
احب سلمه الله تعالی با میر نوازش خان ' بوید ' تخلص
ه تاحین تحریر این مزخرفات در اورنگ آباد قیام می دارد
احوالش بصرت الیا گذشت ' ظن افتاد باین هم همین تخلص
رار داده باشد - والله اعلم - احوالش کما ینبغی بسمع فقیر
رسیده ' و این اشعار طبع زادش از تذکرۂ ' میر ' وفتح علی خان
حریر می گردید :—

آه اگر باغ میں وه سرو خراماں گذرے
اشک قمری کا گلستان میں طوفاں گذرے
بسکہ ہے آتش غم تیز ' و رونے میں مرے
ناوک ناز ترا دل ستی * سوزاں گذرے

نواب * ذوالفقارالدوله خواجم قلی خان " موزن "
طبع موزون داشت ' و چندے به نظامت برهانپور می پرداخت-

---

* (ن) سے نقل

† خواجم قلی خان بهادر قائم جنگ ' موزون ' تخلص-
بر نذر بیں ترکمان دیوان بیگی سبحان قلی خان بهادر
قریب ایلچی گری سبحان قلی خان به هندوستان آمده ' بنوازشات
(بقیه حاشیه بر صفحهٔ ۲۹۰)

شعر فارسی خوب می گفت - غزلیاتش که در جواب غزلیات نظام‌الدوله ' شہید ' طرح نمودہ بنظر در آمد ' خوش محاورہ است - و اشعار او از قبیل ریختہ بسمع فقیر بجز این بیت نہ رسید :—

آیا ہے رشک حور نہ جانوں کریگا کیا
برپا کیا فتور نہ جانوں کریگا کیا

این یک بیت صاحبان ہر دو تذکرہ نوشتہ اند :—

موزوں نے کہ عشق میں پھر اب قدم رکھا
ہے مصلحت سے دور نہ جانوں کریگا کیا

(بقیہ حاشیہ بر صفحۂ گذشتہ)

بادشاہی خوش دل شت یوسف نوک پسر خود را کہ بخطاب مبارز خان سر افراز گردید ' در حضور گذاشتہ بولایت توران مراجعت کرد و از پیشتر بیشتر دخیل کارہاے سلطنت گشت - امرایان از راہ حسد و عداوت متفق شدہ اورا بقتل آوردند - دران ہنگام یکسالہ عمر داشت' والدہ اش در ہندوستان آورد - چون بہ سن تمیز رسید' در زمان بادشاہ محمد فرخ سیر بمنصب سر بلندی یافتہ با برادر بیگی بشیربوگ خان خود کہ قلعہ دار قلعہ ' دہار ' شدہ بود آمد - بعد از چند سال کہ برادرش از قلعہ داری تغیر شد' برفاقت رکن السلطنت آصف جاہ بدکن رسید - درین جا بعارضۂ جلو نے در گذشت - بعد فوتش رکن‌السلطنت آصف جاہ از روی قدردانی بمنصب بلند و خدمات عمدہ سر افراز فرمود - بصفت شجاعت‌موصوف است دماغ عالی‌دارد - از طبع رسا فکر شعر می‌نماید‌ودیوانے ترتیب دادہ - این غزلیات از وست (ہندی اشعار درج نہیں ہیں؛ تحفۃالشعراء) —

میر رحم علی "موزوں"

از شعرائے هند است، در فن ریختہ خوش بیان —

زرد هوتے بن نہ دیکھا هم سنگی کچھہ روے تھے
پھل بھی پایا جہاں میں تجھہ زنخ کو سیو کر

ہچہ خوش کمر 'موزوں' بہت هیں فدا هے جیو میرا اُس میاں پر

رام نراین "موزوں"

تخلص - از شاہ جہان‌آباد است، احوال و اشعارش بفقیر
سیدہ، مگر این یک بیت بزبانی سید عبدالولی صاحب
مہاللہ تعالی در حیدرآباد شنیدہ، بخزانۂ حافظہ موجود
د، نوشتہ شد :—

کچھہ گرانی نہیں مجھہ کو وو ستم گار کے سات
دل پگھل جو هے بہا اشک سبکبار کے سات

محمد مزمل "مزمل"

تخلص - شاعریست ممتاز، وعیسی نفسی است سحر پرداز-
م علی خان در احوالش می طرازد کہ " معاصر میان ' آبرو '
' در سخن تلاش معنی تازہ می نمود " - گویند در اواخر
جنون بر مزاجش طاری شد، واختلالے در حواسش ساری -
باستغنائے نوکری و ترک ملازمت ارباب دول پرداختہ
شاہ جہان‌آباد زاویۂ خمول ساخت ؛ بعد چندے نوائے
رجعی " شنید، ورخت بسرائے خاموشان کشید - انتہی - این
ار آبدار از ' مزمل ' است :—

انکھوں سے نکل کر وو گئی جاگتی تھی سات جن کے سو گئی

غرض حسدہ لیے کے شعلم سے انجھو پھول کلیاں جھاڑ پر رو دھو گئی
من ھرن میرا 'مزمل' رم کیا دشمنوں کے من کی جیسی ھوگئی

آنکھ لاگی سو گیا سونا نہ تھا ھو گیا وہ کام جو ھونا نہ تھا

این ریختہ شہرۂ عوام میدارد، اما نکتہ چیدان خوردہ بین حرف بر بیت اول کہ مذکور شد می نہند —

بول میٹھے اس شکر لب کے تمام زھر تھا پن صرف مٹھونا نہ تھا
کیوں کماں ابرو سے مل رسوا ھوا چلہ‌کش کو کیا مگر کونا نہ تھا
میں کہا تھا تو 'مزمل' دل نہ دے نقد یہ دل را یگان کھونا نہ تھا

طبیب عشق سے پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا بہتر ھے تم پر سورۂ یوسف کا دم کرنا
نظر میں ھیں تمھاری داؤ گھاتیں من ھرن میرے
شکار اوروں سے جا جا کھیلنا اور ھم سے رم کرنا
نہیں اشراف زادوں کا طریقہ ان جویاروں میں
لٹا کر مال، پڑھ کر فاتحہ، اخلاص کم کرنا

فتح‌علی خان در تذکرۂ خود این بیت بنام او می نویسد : —
راز دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا ھائے کسیا رودیا رونا نہ تھا

میر مرتضی " مہدی "

از شاگردان سید عبدالولی صاحب سلمہ‌الله تعالی بود، و تلاش مضامین تازہ می نمود - برائے میر دولت بفوج پیوست کہ در سنۃ اربع و سبعین و مأیۃ والف در جنگ مرھتہ شربت شہادت چشید - محرر الحروف "محمد مہدی شہید شد" (۱۱۷۴) تاریخ یافت - این قدر شاھدان اشعارش بد دستخط او پردہ از رخ می کشا یند ا ست

جب سے تیرے حسن نے گلشن میں بھدادی کیا
گل نے اپنا اب تلک چاک گریباں نہیں سیا

چار داغوں سے جلا ہے لالہ ایسا آگ میں
ہیں ہزاروں داغ مجھ دل پر، سرا ہیں پھ ہیا

تجھ رنگیلے لب کے یک بوسے کی خواہش بیچ دل
رات دن جلتا ہی رہتا، لعل کا جیسا دیا

نان داغ دل ہمارا، آب آنکھوں کا سرشک
عشق کی دولت سے ہم نے خوب کچھ کھایا پیا

بوجھتے ہیں پشم گر فرش تجمل خاکسار
نقش قالی سے نہیں کمتر ہے موج بوریا

چار دن بچھڑا سجن، ہم پر قیامت آگئی
'مہدی' حیرت ہے کہ تنہا خضر ابتک کیوں جیا

ہر کسی مکھ کا تاب دیدہ ہوا یوں جو آئینہ آب دیدہ ہوا

گرم جوشی ستی خورشید لقا گھر سے نکل
ہوگئی صبح دم سرد کے بھر تے بھر تے

کرے ہے آج چشم عندلیباں روشن آئینہ
ہوا ہے اس کے عکس روے رنگ گلشن آئینہ

گذر جاوے گا وہ تیر نگہ شیشہ ستی اس کے
پھر آڑا ہے! گر چہ جوہروں سے جوشن آئینہ

ان گلر خوں سے یارو ہم نہ کیوں نبھائیں
بانکی بھواں چھرا گر، بر چھی کریں نگا ہیں

میر مہدی "متین"

تخلص - مولدش برہان پور است ' و والدش میر محمد 'امین' مقرب دربار شاہی است - صاحب سخن و شاگرد میرزا 'بیدل' بود.'متین' ہم طالب علم جید و خلیق و کم سخن وخوش فکر و متلاشی مضامین رنگین است' اصلاح سخن از شاہ 'سراج' می کرد.این چند ابیات از طبع زاد اوست:—

روز اول سے مجھے ورد زباں ہے شیشہ
بات شیشہ ہے ' سخن شیشہ ' فغاں ہے شیشہ

اس بسنتی پوش قاتل پر چھڑک لو ہو کا رنگ
عاشقو لازم ہے اب بھگوے کا سر وا کیجئے
عرس کو مجنوں کے ہرنوں نے کیا ہے اتفاق
وحشیو لازم ہے تم بھی اپنے ساماں سے چلو
جان جاتا ہے مرا افسوس کوئی کہتا نہیں
آنسوو بہتے ہو کیا ' آنکھوں کے ایواں سے چلو

گل شاخ پر صبا سے ہلتے نہیں چمن میں
گلرو کے نیم بسمل سب تلملا رہے ہیں

میر منو "مراد"

تخلص - برہان‌پوری است - والدش محمد فخرالدین قاضی نصیرآباد بود - از چندے برحمت‌حق پیوست - ' مراد ' مذکور الحال برفاقت نجف علی‌خان بسر می‌برد - اگرچہ درکتب فارسی دستگاہ نیست ' امافکر صاف می دارد - ازوست —:

اپنا دامن اشک پر خوں سہتی افشاں کیجئے
بیٹھی صحرا میں اور سیر گلستاں کیجئے
خوب نہیں دیوانگی میں شہرت کا بود وباش
مصلحت یوں ہے کہ اب مسکن بیاباں کیجئے
کیجئے پیدا اگر رتبۂ نسیم صبح کا
بے تکلف سیر باغ کوے جاناں کیجئے
آخرش ملک عدم کو یہاں سے جانا ہے ضرور
بے فکر کیا بیٹھی ' چلنے کا ساماں کیجئے

میر عبد القادر " مہربان "

تخلص - صیاد غزالان سخن و جامع غرائب هر فن است - رنگین خیالے ' فصیح زبان ' حاوی کمالات ' در صغرسن همتاے این معنی رس بچشم نرسیده ' و شیرین مقالے عذب البیان با این جودت ذهن از بدو شعور فقیر بعالم شهود سر نکشیده - این نا آشنا مزاج طرح ارتباط بخدمت او گرم می دارد ' و آن شهنشاه اقلیم نازک خیالی اکثر گاه به غریب خانهٔ نظر به تخلص خود کرده و رعایت هم مکتبی منظور داشته ' تشریف شریف می آرد - درین ولا تذکرۂ شعراے کبیشران با ستصواب فقیر می طرازد ' و بجهة تنقیح احوال انیها یک دمی پردازد نسبش به هشت و دو واسطه به حضرت امام علی موسی رضا علیه التحیة والثنا می رسد - اصلش از نیشاپور و بعدازان اجدادش در کنتور که قصبه ایست از مضافات صوبهٔ اوده

توطن گزیدند - قاضی محمود کنتوری از اجلهٔ سادات آن دیار و اعاظم خلفاے حضرت شاه بدیع‌الدین مدار بود ' و احوالش در ' اخبارالاخیار ' و لطائف اشرفی وغیره کتب معتبره مندرج از اجداد اوست - والد ' مهربان ' سید شریف‌الدین خان بدامادی حضرت شاه نظام‌الدین نگرامی قدس سره که از مشاهیر مشایخ دکن بود و عروس جمعیت در آغوش کشید - قبل ازین گاه گاهے بمقتضاے موزونیت طبع یک دو بیت در سلک نظم می کشید ' و ' شرافت ' تخلص دارد - و احوالش انشاالله تعالی می آید - ولادت ' مهربان ' در سنه خمسین و مایة و الف در اورنگ‌آباد واقع شده ' کتب درسیه را قریب تحصیل نمود کلام‌الله را در اندک ' مدت یاد گرفت ' و فن شعر و انشا از جناب آفتاب روشن کلامی‌میر غلام علی ' آزاد ' بلگرامی اقتباس می نماید - و بتلمذ میر صاحب ' آزاد ' سر افتخار باوج می نشاند . چنانچه در مطلع غزلے که مطلع دیوان اوست می گوید :—

سایه گستر باد یارب بر دل ناشاد ما
قبلهٔ ما ' پیر ما ' استاد ما ' آزاد ما

در اکثر علوم غریبه چنانچه نجوم ' و جفر ' و تکسیر وغیره مناسبتے دارد - از مریدان حضرت سید الکاملین میر فخرالدین است ' واز جناب مبارک ایشان بهرها اندوخت - دریں ولا بفضاء روضهٔ شاه غریب برهان‌الدین مقلد است و سوال تعلقه مذکوره ' ازین دفتر صدارت که بنام والد فقیر مقرر است دستخط شده - اگرچه شعر ریخته بسیار کم گفته '

اما زبان فارسی و کبت بیشتر ورزیده و مشق سخن درین السنۂ ثلاثہ خوب رسانیده - بزبان ترکی هم آشنا است ' و درین زمین هم گاهے موزون می کند - اوّل تخلص خود رنگین ' می نمود - روزے در مجلس غزلے خواند که مطلعش اینست :—

خمارم بر نتابد منت صهبا کشیدن ها
ز فیض چشم یارم سرخوش بے خود طپیدن ها

بعضے یاران که غزل مذکور را از زبان میر ضیاءالدین حسین خان که او هم ' رنگین ' تخلص می کرد ' و احوالش انشاء الله تعالیٰ می آید ' شنیده بود ' اثبات سرقه بر ' مهربان ' گردند - ' مهربان ' با آن مجمع یاران بخانۂ خان ' رنگین ' رفتد برائے دفع سرقه مباحثه پیش آمد ' خان ' رنگین ' گفت که من این غزل بنام خود نخواندم ' منشاء این همه شبه اشتراک تخلص است - بعد از انقضائے این مجلس خان ' رنگین ' رقعۂ نوشته درخواست ترک تخلص ' رنگین ' نمودند آن رقعه اینست (رقعۂ منظوم)

برادرا ز تو چشم عنایتے دارم　　ز بارگاه تو امید رأفتے دارم
که یک تخلص رنگین من بمن بگذار
ز اشتراک تخلص دل من است فگار
ترا که قدرت چندین هزار مضمون است
ز آب و تاب کلام تو جمله مشحون است
اگر تو خواسته باشی تخلصت بسیار
که لفظها بجناب تو می دوند هزار

شنیده ام که در ایام سابق استادان
نموده اند عنایت تمامی دیوان
عجب نیست ز اشفاق عام آن مخدوم
که از تخلص من بر کشی تو دست کروم
همین بس است مرا از تو رحمت و الطاف
دل مرا کن از این دغدغه سراپا صاف

ازان روز تخلص خود ایثار گزید ' و در تحریف و تبدیل مقاطع غزلها که دران ' رنگین ' تخلص داشت ' تعب فراوان کشید - بعد ازان میر صاحب ' آزاد ' از راه مهربانیها ' مهربان ' تخلص عنایت کرده که بالفعل مروج است - ودر بعض بحور که تخلص ' مهربان ' نمی گنجد ' تخلص ' ایثار ' بحال داشته - کلیاتش در نظم و نثر قریب سی هزار بیت بدین تفصیل :- دیوان غزل قریب پنج هزار بیت ' وقائع کربلا که درو ' غمگین ' تخلص می کند ' قریب ده هزار بیت - قصائد قریب دو هزار بیت - مناقب مرتضوی مسمی به " خلاصة المناقب " قریب سیزده هزار بیت - در کبت تخلص ' سیامی ' می کند ' و اکثر کتب کبت از اساتذه خوانده است ' و رنگ سخن چنین می نماید :—

دل خوں بن کوئی سنگیں دلوں کے پاس آتا ھے
کوئی کافر بجز سیندور بت خانے میں جاتا ھے

شعلہ رویوں کی بھویں ھر وقت رھتی ھیں سچی
کیا کمانیں ھیں کہ آتش میں بھی نہ چھوڑی کجی

جان کندن سے نہ ہووے کیوں کر اُسے حاصل نجات
جس کے حق میں 'مہرباں' فرماوے وو قاتل نجی

خدا محشر میں لیوے داد قاتل سے میرے لیکن
سبب جس دل کے میں مارا گیا اُس سے خدا سمجھے
اشارت تو کہاں مستوں کے فہم (صرف ؟)میں آوے
کہاں فریاد خاموشاں وو چشم سرمہ سا سمجھے

ہوے پر بال و پر بھی باغ میں رہنے نہیں دیتا
خدا جانے عداوت کیا ہے تجھہ کو باغباں ہم سے

ترش رو کو نہیں ہے زیر خاک بھی جائے ثبات
تخم انبلی (املی) کا نکلتا ہے زمیں سے جھاڑ سا ت

آہ کیوں کر کریں شکستہ دلاں ٹوٹتی اُنگلی بھی کہیں چٹکتی ہے

محمد ماہ "محرم"

تخلص - المخاطب بمحمد معظم خان' خلف الصدق نواب شجاعت خان بہادر شہید' نبیرہ حضرت شاہ نظام الدین نگرامی قدس سرہ کہ از مشاهیر مشائخ دکن بودند - والدش در عہد نواب آصف جاہ بمنصب پنج هزاري و خطاب شجاعت خان بہادر و صوبہ داری ژاژ (؟) علم امتیاز افراشت' و بکمال تہور و شجاعت و عزت منزلت بنظامت آن دیار تا مدت بسیار پرداخت - آخر در جنگ "راکھو" کہ غنیم صوبۂ مرقومہ بود' بدرجۂ شہادت رسیدہ' فوز در دو جہانے حاصل ساخت - الحال برادر کلان خان محرم بخطاب پدری مخاطب

شدہ بعز و امتیاز و سر انجام خدمات حضور می گذارند - خان محرم جوانیست بسلامت سلیقه و ذکاء ذهن موصوف، و بتهکینی و متانت و فراست و درایت معروف - در اندک مدت مشق شعر بجائے رسانیدہ، اگرچه کم گفته، اما هرچه گفته خوب گفته - مشق شعر ریخته بسیار کم می کند، اکثر متوجه شعر فارسی است - این قدر احوال بموجب گفتهٔ میر 'مهربان' بقلم آمد، این چند بیت طبع زاد اوست :-

شاخ کی مینا کو کس شوخی سے لاتی هے بهار
گل په شبنم، نهیں هے اس کو مے پلاتی هے بهار

نزاکت بسکه رکهتا هے وہ دلدار جهاں آرا
صفائے آئینه هے باز اس کے عکس عالی کا
بجا هے گا جو کوئی فرش راہ گلرخاں هووے
ملے جیوں خار اس کو هر گل نازک نهالی کا

بهار آوے تو بلبل کو قفس میں قید مت کرنا
تو ایسا ظلم اس بیکس په اے صیاد مت کیجو

شیخ احمد "مضطر"

تخلص - شاعریست رنگین بیان، و سخنوریست شیرین زبان- در همین زمین خجسته آئین نشو و نما کردہ، به تجارت مشغول است - و به عبور کتب فارسیه و تحصیل استعداد و مشق شعر مصروف - این دو سه بیت ازانست :-

عبث هم کو سجن وعدہ قیامت کا بتاتا هے
اسی دنیا میں هر کوئی کسی کے کام آتا هے

جو عرض حال کرتا ہوں، جواب تلخ ہے جب تب
تمھیں یارو کہیں اس بات کا کچھ انت پاتا ہے

محمد جان "مقدس"

ساکن روضۂ مقدسۂ حضرت شاہ برہان الدین غریب، و صاحب
لاشہاے عجیب است - سابق مشق سخن ریختہ و فارسی باصلاح
ر "مہربان" .... وحدت طبع گوے سبقت از ہم وطنان
ربود، خداے تعالیٰ او را توفیق مشق نصیب سازد، ازوست :-

دل میں، عزلت میں می وحدت کو پیدا کیجئے
خم میں رکھہ یہ دانۂ انگور صہبا کیجئے
تجھہ قدم کی خاک ہو دل میں یہی ہے آرزو
دیدۂ عالم میں سبزے کی طرح جا کیجئے

میرزا محمد بیگ "میرزا"

تخلص سحر پردازیست معنی یاب، و سخن طرازیست
اکت مآب - تا حالت تحریر بہ ہمین گل زمین خجستہ آئین
ریف می دارد، و گل دستۂ سخنہاے رنگین نزد اصحاب
غت باین رنگ می آرد :-

مرا غم نامہ اے قاصد سجن کے ہات رو دیجو
یہی مضمون ہے اس کا کہ انجواں سوں لکھو دیجو
میں نقد دل کو اپنے سر بسہر داغ دیتا ہوں
توں اتنا کرکے لے جا یار کے کوچے میں کھو دیجو
"میرزا" کو آج حاجت قاصد نہیں رہی
پیغام بھیجتا ہے نگاہ رسا کے ہاتھ

تیر ہو دل میں مرے بوند لگی ساون کی
سانس ہی ایک لگی آس پیا آون کی
جان جاتا ہے چلا' جان دکھانا دیدار
کوئی اس وقت خبر دو مرے من بھاون کی

مہر علی "مہر"

تخلص - شاعریست رنگین خیال و خوش فکریست شیرین مقال - از صغر سن مشق شعر می کند و اصلاح سخن از میرزا محمدی بیگ 'مہر زا' تخلص می گیرد- روزے اتفاقیہ بفقیر خانہ تشریف آورد' و اشعار خود بسیار خواند و دو سہ بیت طبع زاد خود از دست خود بہ بیاض تحریر نمود - معلوم شد کہ سودائے سرشار دارد و عندلیب کلکش چنین ترانہ سر می کند :-

خسروی میں عشق کی بے داد ہے جان شیریں جو دیا فرہاد ہے
قید میں کیا کم ہے پابند چمن سرو کو کیونکر کہوں آزاد ہے
حشر تک ہرگز نہ بھولینگے کبھو ظلم تیرا ہم کو ظالم یاد ہے

خاک ہونا کیمیائے عشق کی تدبیر ہے
پارۂ بے تابی دل مارنا اکسیر ہے
آبرو پائی شجاعت میں عطائے فقر سے
موج نقش بوریائے جوہر شمشیر ہے
(.................) کہ تجھہ بن باغ میں
ہے گریباں چاک گل' غنچہ نپٹ دل گیر ہے

و الفاظ نو آئین پیراستگی گزیدہ - درین و لا با مصور را ے 'تصویر' بواسطۂ غلام محمد خان 'انور ' رابطۂ اخلاص پیدا کردہ' گاہ گا ھے بغریب خانہ قدم رنجہ می فرماید ' عزیز کسے است ' حق تعالے سلامت دارد - از وست:—

دن بدن کیوں زرد رو اور نا تواں ہو تی ھے یہ
کچھ دوا کر باغباں اس نرگس بیمار کی

لٹ پٹا جاتی ھے اس کے وصف میں میری زبان
شوخ جب آ تا ھے سربر سج کے چیرہ لٹ پٹا

ظاہر میں عشق و حسن میں اتناھی فرق ھے
تم نے جفا و جور کئے ' میں دعا دیا

فہیں آرام تم بن ھم سری کے دل شکستوں کو
کبھو تو یاد کر نا شوخ اپنے خوار و خستوں کو

گہ ناز ' گہ عتاب ' گہے جنگ ' گہ غضب
دلبر ھے ان دنوں میں دل آزار بے طرح

دل کو خوش آئیں یہ دلبر کی ادائیں بھولیاں
غیر کو دشنام دے ' کہتا ھے ھم پر بو لیاں

غنچۂ گل خوں میں آغشتہ ہوے گلشن میں صبح
فندقیں منہدی کی انگشتوں سے جب تم کھولیاں

داغ دل دے کر یہ بلبل کی نہ عرضیں مانیاں
شوخ لالہ کن سے سیکھے ہو یہ نا فرمانیاں

کوئی اگر پر درد تیرے پاس آ زاری کرے
تجھسے غم خواری نہ ہوے پر اور آزاری کرے

دیکھ چشم مہر سے اے باغباں وقت خزاں
عندلیباں پھر کہاں اور یہ بہاراں پھر کہاں

سوز دل سے آہ کی بھڑکی اُٹھاؤں تو سہی
خرقۂ پشمینۂ زاہد جلاؤں تو سہی

ریش قاضی افسر ' مہدا ہے جیوں بال ہما
ریش زاہد تخت طاوسی بناؤں تو سہی
ترش روی سے ہوی زاہد کو کہا نسی آ خوش
اس بہانے اس کو میں دارو پلاؤں تو سہی

پڑھ نماز بار بار' ہروقت رندوں کو نہ چھیڑ
تجکو اے زاہد پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ
میکدے کی راہ اے زاہد نہ جا ' جائیے خضاب
رند داڑھی کو ترے دیویں گے لائی مے لتھیڑ

یہ دل دیوانہ آہوں کے تراقے جب جڑے
ہوے زمیں کا شق جگر اور آسماں آڑا پڑے
قید میں جو کوئی سو ہیں آزاد اور آزاد قید
قمریاں پرواز میں اور سرو کیچڑ میں گڑے

الف خاں " مبتلا "

جوا نے است صالح ' سپاہی وضع' فصیح زبان ' بلند کوشی می‌کند و تخمیر معانی را بناوک فکر رسا می زند - آثار سعادت از جبینش ہویدا ' و نور نجابت از لمعان انوار او پیدا است - گویا رسام قدر نقش ہستیش را از آب و رنگ غربت و انکسار آراستگی بخشید ' و شاہد زیبای سخنش از زیور معانی تازہ

پارۂ دل کر گزک، پیتے ہیں ہم خون جگر
مجھ بغیر از کون اس مستی سے می خواری کرے

میر منصور ''منصور''

تخلص - در آوان سبق به قلعه داری اسیر مامور بود - الحال لباس فقر اختیار کرده در برهان پور بسر می برد - خسر افق می شود، این دو شعر از انست:—

ہم نے جانے تھے کہ دلدار ہمارا ہووے گا
یہ نہ جانے تھے کہ وہ غیر کا پیارا ہووے گا
رمز کرتے ہیں رقیباں مجھے معلوم ہوا
ان کی قدرت نہیں دلبر کا اشارا ہووے گا

سید شاہ میر ''میر''

تخلص - باشندۂ دارالسرور برهان پور، در غزل و رباعی وقطعه بند و مرثیه و دو هره وکبت و علم موسیقی مهارت تمام می دارد - بزبان سلطان الدین 'شوریده' تخلص که احوالش هم انشاالله تعالیٰ می آید، معلوم شد که درین ولا ''برہ بہار'' نام کتابے تصنیف کرده است و عالی تلاشی فراوان نموده، از وست:—

درخت انبہ پر کویل پکاری   ہیں یوں جانا کہ ہے نے بانگ ماری
شکل محراب ہیں بھواں پی کی   سرنگوں ہو، اے دل دوگانہ کر

پنگھٹ پہ چل کے دیکھ بہار ہجوم حسن
چنچل چلی ہے مکھ کھولے، سر پر گھڑا اُٹھا

لاله موهن لعل " مهتاب "

تخلص - فکر سخن خوب می کند، و اکثر گاه طبع را بہ طرف ریختہ مصروف می دارد، این انموزج مزاج اوست :-

آب آنکھوں سے کم ھوا رو رو　　چشمۂ آفتاب کی سوگند
دل سے وسواس دور کر، آ مل　　تجکو تیرے جناب کی سوگند

فقیر هم درین زمین ریختۂ یازده بیت می دارد، این دو سه ابیات از انست :—

تشنہ لب ھوں شراب کی سوگند　　جل گیا جی کباب کی سوگند
ہر گھڑی تو قسم نہ کھا جھوٹی　　تجکو دل کی کتاب کی سوگند
کیا جھلک ھے سجن کے چہرے پر　　'زرزری' کے جناب (؟) کی سوگند
بے سخن ھوں ترا دھن دیکھے　　یار حاضر جواب کی سوگند
دور کر اب حجاب کو اپنے　　چادر ماھتاب کی سوگند
دل 'صاحب' ھے کیا پریشاں آج　　زلف کے پیچ وتاب کی سوگند

" مشہور "

از شعراے نا مشہور است، و گلدستہ بند چنین گلہاے سرور :-

کرتے هیں هم اشک کے دریا کی سدا سیر
کیا کام مجھے موتی سے گوھر کی قسم ھے
'مشہور' مجھے یاد سیں اس غنچہ دھن کے
دل خون ھوا لالۂ احمر کی قسم ھے

" مشتاق "

برا حوالش اطلاع دست نداد —

عجب دلبر چھبیلا ھے مرا وہ   ھرایک رنگ میں رنگیلا ھے مرا وہ
دوجگ کے جملہ خوباں کا ھے سالار   سبھوں میں وہ نکیلا ھے مرا وہ

محمد منعم " منعم "

تخلص - متوطن برھان پور، خوش نویس ھفت قلم است، و در فارسی مہارت خوب گدارد، و اکثر اوقات بغریب خانہ تشریف می آرد - و این چند ابیات از و نوشتہ می شود:—

تجھہ حسن کے ھیں قرباں یوسف جمال والے
مہتاب گال والے، ابرو ھلال والے
گردش سے تجھہ نین کی، ساتوں فلک ھیں حیراں
خورشید ڈھال والے جاہ و جلال والے

" محمود "

نہ آج کل تھیں پرم پیا کا ھمارے من میں کہا ھے تہارا
سکھی ازل سوں رہے ھیں لکھا لو ھمیں پیا کے پیا ھمارا

لوگاں کہیں پتھر سے کچھہ سخت نہیں و لیکن
جو کوئی پیا سے بچھڑا وہ سخت ھے پتھر سے
'محمود' تجھہ میں دستا پورا ھنر وفا کا
ھے کیا عجب جو بھاوے توں پیو کو اس مہر سے

" ملک "

تن میں فدا کروں اُس هشیار ساقی اوپر
یک قطرہ سے چکھا کر جن بے خبر کیا ہے

میر مقصود علی " مقصود "

تخلص - مولوی ' با فقیر ربط تمام می دارد ' و اکثر اوقات بغریب خانه می آید - مشق شعر تازہ می کند ' از وست :-

دیکھے سے چشم یار میں یوں کیف کی بہار
رهتا نہیں ہے ہوش کسی ہوشیار کا

باب النون

محمد شاکر "ناجی"

تخلص - از شعراے شاہ جہاں آباد است - شعرش آب و رنگ ازہ' و معنیش نزاکت بے اندازہ می دارد - صریر کلکش چنین است :-

لگا کر عطر شب کو چاندنی میں گر نکل بیٹھے
عجب نہیں ماہ سے تا ماہی ڈالک عالم سبھی مہکے

بدر نے پایا ہے تجھہ مہ رو کی خوبی کا کمال
آسماں اوپر نہ لایا تاب آخر کہہ گیا

ملک دل کی لوٹ میں سکتا نہیں ہے حرف غیر
شوخ تھا اپنی غرض کو سب کی باتیں سہہ گیا

کل کا پھیٹا بس نہ تھا جس پر ہوا تھا قتل عام
آج یہ خونخوار نے سج اور نکالی الحفیظ

این ابیاتش کہ بقلم می آیند از انتخاب میر محمد تقی میر' و فتح علی خان است :-

روا کب ہے مجھہ اوپر تیغ کو ہر دم علم کرنا
مرے تقصیر بھی کچھہ کی ہے ناحق' یہ ستم کرنا

بلند آواز سے گھڑیال کہتا ہے کہ اے غافل
گئی یہ بھی گھڑی تجھ عمر سے اور توں نہیں چیتا

نسکوں حسن دیکھ کر پی کا رنگ گل کا لگا مجھے پھیکا

دیکھ ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم
لب صدف کے تر نہیں ہر چند ہے گوہر میں آب

گر سلیماں کا تخت دیں' مت لے کہ سب آخر کو جاے گا برباد

تری نگاہ کی کثرت سے اے کمان ابرو
ہمارے سینے میں تودا ہوا ہے تیروں کا

پیالہ پیوے ہے سو نہوڑوں سے کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

کرے کرم اے مہرباں پھر ہم کہاں اور تم کہاں
نہیں دیکھ سکتا آسماں پھر ہم کہاں اور تم کہاں

تکلیف کھینچے حد سے زیادہ رکھے جو فیض
گو نام کو ہما ہے پہ کھاوے کیا اپنے ہاڑ

ملنے کو نو خطاں کے واعظ برا کہے ہے
مجہول ہیں یہ باتیں ہم خوب جانتے ہیں

عید ہوتی ہے جو کوئی افطار کرتا جس کے گھر
اب بتادیں طے کا روزہ دیکھ کر مہمان کو

آج تو 'ناجی' سجن سے کر توں اپنا عرض حال
مرنے جینے کا نہ کر وسواس ہونی ہو سو ہو

غم نہیں گر دلبری سے دل کو لے جاتا ہے وہ
پاس میرے تب تو آتا ہے جو دل پاتا ہے وہ

کیا فردا کا وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ہے

ہوا جب آئینے میں جلوہ گر تب میں لیا بوسہ
جو آیا اپنے قابو میں تو پھر مونہہ دیکھنا کیا ہے

موجی ہے اپنے دل کا مچھی ندے کھے سے
اور اب مخالفوں نے وہ بات ہی ڈبودی *

نہ جانا یہ کہ اُس پر کئی موے ہیں
عبث کرنے گیا میں گور پر گور (؟)

نرگس کے تئیں میں ہرگز لاتا نہیں نظر میں
دیکھے ہیں میں نیں آخر پیارے تمہاری آنکھیں

دیکھہ دلبر! تری کمر کی طرف پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
حشر میں پا کھاز ہے 'ناجی' بدعمل جائینگے سقر کی طرف

مجھہ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کہہ گیا
لے چلا جب دل کے تئیں مونہہ دیکھتا میں رہ گیا
ڈوب گئے کئی ملک جب کھولی لب دریا پہ زلف
حیف 'ناجی' کو نہ پوچھا کس لہر میں بہہ گیا

اغنیا کے در پہ تو مقدور جب تک ہو نہ جا
سخت حاجت ہو تو جا ' لاچارگی ہے جا ضرور

---

* (ن) ہے ڈبوئی —

چاهئے اشراف کو مفلس هو مجلس میں نہ جا
گو کہ وہ دبلا نہ هو پر بوجھتے هیں سب حقیر

جہاں دل بند هو 'ناجی' کا وهاں آوے خلل کرنے
رقیب لا ولد ناصح گویا لڑکوں کا باوا هے

هر نگہ ظالم کی نہیں فتنے سے خالی الحفیظ
کیا قیامت هے یہ تیغ پرتگالی الحفیظ
باغ میں غنچوں کے دل تڑپے هیں اور جھڑتے هیں گل
دیکھہ تیری رنگ وبو کہتا هے مالی الحفیظ
خون کا پیاسا تھا میرا جن کھلاے تجکو پان
کیا بلا لاویگی تیرے لب کی لالی الحفیظ

صبح دم جب جا چمن میں تم نے زلفیں کھولیاں
لے چلی باد صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں
جامہ زیبوں سے ڈرو صیاد هیں اس دور کے
لے گئے دل گھیر نیچے دامن اونچی چولیاں

کہوں مدّاتا هے زلف کو پیارے
دیکھہ تجکو کہیں گے سب مورکھہ

میر عبدالرسول " نثار "

تخلص - مطرح مضامین رنگین ' و موجد خیالات شیرین است - نخل هستی او در چمنستان اکبرآباد زینت طراوت پذیرفتہ ' وشمع استعدادش فروغ از تجلی انوار تربیت

جوهے یعقوب ! یوسف دیکھنا منظور آنکھوں سے
تو اتنا پھوٹ کر مت رو کہ جاوے نور آنکھوں سے

ٹک دیکھہ تو چمن کا کیسا ھے رنگ تجھہ بن
مونہہ سے اُڑا ھے گل کے گلشن میں رنگ تجھہ بن
ھر سمت صد تمنا تڑپھیں ھیں خاک و خون میں
ھے صحن خانہ میرا میدان جنگ تجھہ بن
یہاں گل رکھے پھرے ھے دستار پر تو اپنی
وھاں عاشقوں کے سر پر پڑتے ھیں سنگ تجھہ بن

اکثر ھیں دل فگار ولیکن نہ اس قدر
کتنے ھیں بیقرار ولیکن نہ اس قدر
میں وو ھوں جس کے رشک سے گل نے کیا حذر
ٹکڑے جگر ھزار ولیکن نہ اس قدر

ھات سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاویں گے ھم
یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلا ویں گے ھم

یہ عزم کس مریض پہ بیہ خشم کس پہ شوخ
ایک میں ھوں مضطرب سو تو نبض طپیدہ ھوں
قاصد تو مقتضا نہیں غیرت کا خط لئے
مشتاق پر فشانی رنگ پریدہ ھوں
طوفان خلق ھووے کا اشک ستم زدہ
ایسا نہ ھووے یار کہ میں آبدیدہ ھوں

نواب نظام الدوله بهادر ناصر جنگ شهید "ناصر"

تخلص - طبع موزون می داشت، دیوان اشعار فارسیش سیر ضخامت قریب شش هزار بیت از دستخط خاص بنظر رسید، معنی تلاشی عالی نموده است - می گویند که تصویر را خوب می کشید و کبت را بنهایت استواری می گفت، و در علم موسیقی و سنگیت علم استادی می افراخت، و زبان سنسکرت به نیکو وجه می شناخت - احوالش مستغنی از توصیف قلم قطع اللسان است و گاهے فکر ریختہ هم می کرد، اما کمتر گفته -

شهادت نواب قریب قلعه چنچی بفاصلۂ بست کروه از پهلچری بتاریخ هفدهم محرم آخر شب سنه اربع و ستین ومایة و الف رو داد، واقعۂ جان گسل او مشهور آفاق است - حضرت میر صاحب قبله مدظله العالی در "سرو آزاد" مفصلاً برنگاشته و تاریخ شهادت چنین یافته اند - (تاریخ)

نواب عدل گستر عالی جناب رفت
فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در هفدهم ز ماه محرم شهید شد
تاریخ گفت - نوحه گری آفتاب رفت

نمونۂ مزاجش اینست :—

یار خورشید جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
ذرے ذرے میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

مجھے بہاری گلے والا گویا خوش نہیں آتا
کھٹکتا ہے کلیجے میں وو ہی باریک سُر والا

این شعر بنام دیگرے هم شنیده شد والله اعلم —

گالی نہ کہو کوئی مرے دلبر کو حسد سے
مجھہ دل کی کلی بیچ دعا کی پہلی ہے

چشم بد دور خوش نین سارے
اپنے 'ناصر' کو پیار کرتے ہیں

میرزا محمد خان "نثار"

المخاطب توارث خان ' بن دیانت خان ' بن امامت خان مرحوم - سر بر آرائے قلمرو معانی و انجمن پیرائے محافل سخندانی است - نکتہ سنجے در امرائے زمان باین جودت ذہن و رسائے طبع بنظر امعان نرسید ' و معنی تلاشے ذی شان باین حسن خلق و دلجوئی مسموع نشد - ذاتش از ارکان عمدۂ ' اورنگ آباد ' است و مزاجش در سخن فہمی نسبت تامہ می دارد - بیشتر مجلس مراختہ در دولت خانۂ او تقرر یافتہ بود ' الحال از چلہے برہم خورد - اصلاح سخن بخدمت شاہ ' سراج ' می کرد ' چنانچہ در مثنوی خود کہ جملہ سی صد و ہفتاد بیت متضمن بر سوز و گداز خود خواهد بود ' اکثر جا دو سہ ابیات مثنوی بوستان خیال تصنیف شاہ ' سراج ' آوردہ است ' و صریح حرف استادیش بیان نمودہ ' جاے می گوید :—

مجھے بیت استاد کی یاد تھی — نہ یہ بیت تھی بلکہ فریاد تھی
مرے پر عجب طرح کے درد ہیں — کہ سب درد اسی درد کے گرد ہیں

فقیر را با خان موصوف یک ملاقات دست داد ' بتواضع تمام پیش آمد - غرض عزیز خوش محاورہ و خوش خلق است

حق سبحانہ سلامت دارد ، این چند ابیات از بیاض مشارٌالیہ بقلم آمد :—

کیا آستیں چڑھا کر آتا ھے شوخ ھم پر
یہ بانکپن کی طرزیں کس نے سکھائیاں ھیں
پرتاں ھوا ھے پیدا نرگس کو ھر چمن میں
آنکھوں سیں جب سیں تیری آنکھیں ملائیاں ھیں
جی کا نثار کرنا نہیں کام ھر کسی کا
یہ کوہ کن کی باتیں ھم نے نبھائیاں ھیں

ھے جی میں وصف اُس کا کس کس مزے سے کہئے
جس لب کا نام لیتے شیریں دھن ھوا ھے
ھاتوں اُپر کیا ھوں اُن کے نثار جی کو
اس واسطے حنائی میرا کفن ھوا ھے

اگر شہرہ تمھارے حسن کا جا مصر میں پہنچے
زلیخا چاہ سیں یوسف کی شاید باز آجاوے
شب تاریک میں گر عزم ھووے سیر کا تم کو
تعجب نہیں ھے لے کر چاند مشعل ھات میں آوے

کیا ھے مجکو محبت نے دلربا کی اسیر
پڑی ھے دل کے گلے بیچ زلف کی زنجیر

اگر اول نہ آدم دانۂ گندم کے تئیں کھاتا
تو دل ان گندمی رنگت کی الفت میں نہ لے جاتا
نہ ھوتے شور و نالے میں مرے آنسو اگر جاری
نہ صحرا سبز ھو جاتا نہ دریا جوش میں آتا

مانند گل چمن میں گریباں دریدہ هوں
جوں عندلیب درد جدائی کشیدہ هوں

دکھایا چشم ساقی نے کرشمہ جب ستی مجکو
نہیں هوں معتقد ان زاهدوں کی میں کرامت کا

ترے زلفوں کے سائے نیں دوا نہ کردیا سب کو
گریباں چاک کرتا هاتھہ میں هر شانہ آتا هے

ظلم هے اس لالہ رو بن جنبش باد نسیم
اس جلے دل کو مرے بهڑ کے لگا تی هے بہار

غم کی قمری سرو پر هر آہ کی کرتی هے شور
آبجو لو هو کی میری چشم سوں جاری هے زور

رات کو دیکھا تھا میں نے خواب میں مار سیاہ
صبح تیری زلف دیکھا اس کی یہ تعبیر هے

مصحف رخ پر نہیں هے خط کی سبزی کا نمود
متن اوپر حسن کے یہ حاشیۂ تفسیر هے

مسکرا خنجر کو لے چھاتی چڑھا هے پر جفا
عاشقوں کے ذبح کرنے کی یہی تکبیر هے

بلبل دل سات میکش رات وو گلفام تھا
سرو مینا، باس نے، مجلس چمن، گل جام تھا
تم موے گلرو کے هاتھوں، هم موے گلشن کے هات
روح بلبل سے هماری روح کا پیغام تھا

رام نہیں هوتا مرا آهو نین دن بدن افزود وو کرتا هے رم

بغیر جام و ساقی اس ہوا میں کیا قیامت ہے
ترشح ابر کا ہوے، سبزہ ہوے، اور بجلیاں کڑکیں

جان جاناں آملا ہم سیں جدا ہو آن میں
جان آیا یہ ہمارے اس دل بے جان میں
اشک دریا سے ہمارے ناخدا ڈرتا رہے
ہے تباہی نوح کی کشتی کو اس طوفان میں
دل کہیں اور پھرتے ہیں دانۂ تسبیح کو
ہے خلل ان زاہدوں کے سر بسر ایمان میں
قوت جاں مے ہے، غذائے روح ہمکو راگ ہے
اے 'نثار' اب آرزو ہے ہم رہیں ملتان میں

موسم ہجر میں یہ تازہ بہار آئی ہے
دل مرا داغ کے گلشن کا تماشائی ہے
بسکہ روتا ہوں ترے ہجر میں اے گوہر حسن
مردم چشم مرا مردم دریائی ہے

ہماری جان کا دفتر ہوا سابق سے ابتر تر
نہ کر نامے کو آنسو سے دوبارہ اے کبوتر تر
میں پوچھا شوخ کو کس قسم کا پتھر ہے دل تیرا
کہا اُس سنگدل نے سخت رو ہو کر مجھے مرمر

بہار آنے سے گلشن میں کیا مچی ہے دھوم
کیا ہے قمری و بلبل نے سرو وگل پہ ہجوم

گھٹا غم ہے، بجلی ہے ہر آہ میری برستا ہے آنکھوں ستی ابر نیساں

نہ خبر ہے دل کو جہان کی، مئے بیخودی سیں وو مست ہے
کہ خیال چشم صنم اسے قدح شراب الست ہے

نثار، آتش عشق سیں جو جلا ہے فرشتوں کو ہے الحذر اُس کے غم سیں
کروں نالۂ درد جب میں زمیں پر تو ساتوں فلک سوز غم سے جلاؤں

قفس سے ہم اسیروں کو جدا صیاد مت کیجو
ہوے ہیں ان دنوں بے بال و پر آزاد مت کیجو
نہ بھولیجو تو احساں اس طرح کے خواب شیریں کا
گلہ محشر میں خسرو کا ارے فرہاد مت کیجو
خجالت مجکو ہووے گی نہ نکلا گر کبھی لو ہو
مجھے ہے ناتوانی، ذبح اے جلّاد مت کیجو
جلا کر خانماں اپنا رہے ہیں آکے گلشن میں
ہمارے حال پر اے باغباں بیداد مت کیجو
وصیت ہے گذر کیجو مزار جاں نثاراں پر
ارے قاتل ہماری روح کو ناشاد مت کیجو

دام میں کر ذبح جلدی تا نہ ہوئیں آزاد ہم
آرزو رکھتے ہیں گلشن میں مریں صیّاد ہم
ہم اگر ہوتے تو لے آنکھوں سیں آتے جوے شیر
اس طرح تیشہ نہ لیتے ہات میں فرہاد ہم

کیا سیہ بختوں کو نسبت سبز بختوں سیں نثار
ہم رہے محروم اور پاؤں تلک پہنچی حنا

حضرت مجنوں سے مت تمثیل دو فرہاد کو
قیس سا نہیں، کو بکو پھرتے ہیں ایسے سر چڑے

ھنستے ھو طفل ! دیکھہ عبث مو سفید پر
گر پیر میں ھوا تو مرا عشق ھے جواں

غافل تو اس کی یاد سوں ایک پل نہوئیو
آنکھیں اگرچہ سوئیں، تو اے دل نہ سوئیو
محشر میں اس نشاں سیں پاویں گے ھم تمھیں
دامن سوں اپنے خون ھمارا نہ دھوئیو

نیاز مند خان " نیاز "

تخلص - ولد میر فقیراللہ خان است ' طبع موزوں می دارد ' و دم از شاگردی مرزا محمدی بیگ " مرزا " تخلص می زند - این چند ابیات آبدار از طبع زاد اوست :-

سراپا جل گیا گلشن سوں نافرماں کی فرقت سیں
مرے سینے کے داغوں کو گل لالہ سے کیا نسبت

رنگ آنسو، خامہ مژگاں سیتی دل کے صفحہ پر
کھینچ کر تصویر تیری ھوگئے بہزاد ھم
یک نگہ بھی آسماں پر نا کیا اے سنگ دل
جوں بگولا اڑگئے تجھہ یاد میں برباد ھم

پھول کو مت توڑ گلچیں رحم کر بہر خدا
فرقت گل کا الم تو بلبل محزوں سے پوچھہ

مست چشم دلربا کس طرح آوے ھوش میں
کیا گذر ھے ناصحوں کو بزم نوشا نوش میں

غفلت دشمن سے ہرگز مت ہو غافل یک گھڑی
جس قدر ہے خواب' رم ہے اس قدر خرگوش میں

مرا دل ہجر سے صد چاک ہوکر
تمہاری زلف کا شانہ ہوا ہے

اگر وہ شوخ اپنے ہات کی مہندی نہ دکھلاتا
نہ گل کا رنگ خوں پاتا' نہ مرجاں سرخ ہوجاتا

باغ میں جب مست آوے خوشخرام اے عندلیب
گل پیالہ' بادہ شبنم' سرو مینا کیجئے
کیا ہوا گر مہر خاموشی کئے ہیں لب پہ ہم
گر فغاں کیجے تو یک دم حشر برپا کیجئے

فقیر هم درین زمین ریختهٔ نه بیت می دارد' این دو سه ابیات ازانست :-

اب چمن میں جاکے بلبل طور غوغا کیجئے
یاد کر قد گل بدن کا حشر برپا کیجئے
یاد آوے گا چھٹی کا دود شیریں لب کو دیکھ
کوہ سا دل ہو تو فرہاد عشق پیدا کیجئے
اے دوانو! کیا نفع ہے تم کو ایسے حال میں
ہات لڑکوں کے بکا اپنے کو رسوا کیجئے

میر نجف علی "ندرت"

تخلص - ولد میر جمال الدین علی بن فدویت خان بن اسافت خان مرحوم - بجودت ذهن و رسائی طبع علم یکتائی می افرازد' و مشق سخن ریختہ بجناب عارف الدین خان 'عاجز'

تخلص می نماید۔ وزارت خان 'نثار' مصرع طبع زادش را تضمین می کند و می گوید :-

کئے ہم گوہر غلطاں 'نثار' مصرع 'ندرت'
خجل ہے ابر نیسانی ہمارے چشم گریاں سیں

این چند ابیات ازانست :-

جلایا برق کا سینہ ہماری آہ سوزاں نے
خجل کی ابر نیسانی کو میری چشم گریاں نے

اشک کے پانی سے اپنے مونھ کے تئیں دھو کر اٹھے
ہم دکھاروں پاس جو بیٹھے سو وہ رو کر اٹھے

"نصرتی"

شاعرے بود فصیح البیان' و از زمرۂ دکن زایان شیرین زبان- با حاکم کرناٹک قرابت قریبه داشت' و هر چه پیدا می کرد' نصف آن برائے خرچ فقرا می گماشت۔ اشعار او اکثر مضامین تازه دارد' و معانی بیگانه را بالفاظ آشنا می سازد۔ اگرچه الفاظش بطور دکھنیان بر زبانها گران می آید' اما خالی از لطفے و لذتے نیست۔ نقلیست که روزے شاه میر نام فقیرے نزد 'نصرتی' آمده سوال کرد' 'نصرتی' چیزے باو داد۔ فقیر پرسید که شعرے از اشعار خود 'بخوان' نصرتی' این بیت را که همان روز بفکر آورده بود' خواند :-

نہ بولا ہے نہ بولے گا کدی کو — زمیں کی زلف میں بولا ندی کو

فقیر بداهةً بجواب او خواند :-

نہیں ظاہر دکھے چینٹی موئے کو — زمین کی (...) بولا ہوں کرھے کو

' نصرتی ' بہم بر آمد و شاہ میر را تا سہ روز بہ چاہ آویخت - این چند بیت بوقت تحریر این مزخرفات بدست آمد ' نوشتہ شد :—

ناداں سیں نصیحت کے بچن بول نکو
پانی منے کہاری تو شکر گھول نکو

تجھ عشق کے دریا منے جن تہر گیا ہے
وہ گوہر مقصود گماں کر' سو لیا ہے

میر محمد شاہ " ناطق "

تخلص - از اولاد حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز - عندلیب رنگین گفتار ' و طوطی ' ناطق' نذر یار است - اشعار نمکین و مضامین شیرین دارد' این چند ابیات رقمزدۂ کلکش بدست افتاد' درین جا التقاط یافت :—

آیا تھا مست رات کو وہ مے پیا ہوا
آنچل زری کا ناز سیں مکھ پر لیا ہوا

رات ساری سخت درد و غم کا سب اسباب تھا
ہجر تھا ' میں تھا' الم تھا' اور دل بیتاب تھا
ناحق اس حسرت سے افلاطوں موا یوناں کے بیچ
قدر داں اہل ہنر کا دہر میں نایاب تھا

بس اے مشاطہ کہاں لگ سخن شرط و شروط
عیش و عشرت کی گھڑی قول و قسم میں گذری
کچھ سر مو نہ ہوا بھید کمر کا معلوم

نہ پوچھو خال کو کچھ اور نزدیک اس زنخداں کے
یہ سلطان ، جس پیاسا ہو آیا چاہ زمزم پر
نجات حشر کی 'ناطق' جو ہم اُمید رکھتے ہیں
بھروسا سب طرح سے ہے جناب غوث اعظم پر

میرزا عتیق اللہ " نجات "

تخلص ۔ سلسلۂ نسبش بسیدانی کہ از اکابر اولیاے سلف بود ، منتہی شود ۔ والد ' نجات ' حاجی محمد ' سامی ' بعد فراغ از حج توطن روضۂ متبرکۂ حضرت شاہ برہان الدین غریب قدس سرہ گزیدہ چندے بصلوہ حوالئی مقبرۂ خلدمکان و چندے بتولیت درگاہ شاہ جلال الدین گنج روان قدس سرہ کہ واقع روضۂ متبرکۂ مرقومہ است بسر بردہ' ' نجات' کمر سیاحت براے تحصیل علوم بر بستہ ' چندے در بندر سورت و پارۂ در ' احمدآباد ' گجرات کسب علم نمودہ ' کتب درسی اکثر خواندہ' چندے رفاقت خواجۂ نعمت اللہ خان و حیدرجنگ اوقات بسربردہ ' آخردست بیعت بدامن حضرت شاہ یسین نذریاري بردہ ' بلباس رنگین فقیرانہ سرمایۂ دولت دو جہان اندوخت ۔ غرۂ شوال سنہ خمس و سبعین و مایۃ و الف بعالم بقا شتافت ۔ دیوان فارسی جمع نمودہ' اما باغلاق بسیار و خود تراشی تمام گفتہ شعر ریختہ فکر میکرد ۔ تاریخ وفات اورا ' میر صاحب مخدوم میر اولاد محمد صاحب ' کامیاب ' سلمہ اللہ تعالیٰ کہ ذکر ایشان گذشت ' قطعۂ چنین موزون کردند : —

(تاریخ) فقیر و شاعر خوش میرزا عتیق‌الله
که بود مسکن او در دکن به خلد آباد
نمود رحلت جان کاه از جهان فنا
به گلستان ارم چشم خویش را بکشاد
به حسن تعمیه مہر چنین سخن سنجے
که شد سیاه ز فرط غمش جہان مداد
شکست کلک دل خویش وزد رقم تاریخ
نجات یافت زدام زمانۂ صیاد
(۱۱۷۵)

راقم الحروف گوید - تاریخ :—
قانون شناس شعر و سخن سنج بے بدل
از دار بے بقا شده در گلشن جنان
تاریخ فوت او به صد آه و فغان دلم
گفتا نجات یافته زین بے وفا جہان

نقش سخن چنین می بندد:—
سب رزا لیے ہوے غلی تک لے چرخ ایسوں کو مال دیتا ہے
پر پیکان تھر آه کرے دل بے تاب بسکہ آب ہوا
گھر بسے تیرے ہات سے مئیں گیا خانۂ آئینہ خراب ہوا
منعم آخر چکھا و یہ دنیا پر بے خرو مائل شراب ہوا

شیخ نورالدین "نادر"

تخلص - درعلم بھاکا و محاورۂ فرس ممتاز' مان است' و باراقم سطور گرم جوشیہاے فراوان می دارد - از ان جا که طبع موزون افتاده' فکر شعر هم می کند - اما مزاجش بطرف

ریختہ کم می آید، از وست: —

ہوا اس شمع رو سے آشنا دل　　لگی آتش، اُٹھا شعلہ، جلا دل

محمد علی "نیاز"

تخلص - مردے است مہذب و صاف تقریر، اوقات را در 'حیدرآباد' بسر می برد، و با محرر حروف ارتباط خاص می داشت، و اکثر گاہ بغریب خانہ می آمد-ازوست :—

عنقا بھی اُس نگاہ ہما گیر کا ہے صید
ہمت آسمان جس کی ہیں جالی شکار کی

باب السین

میرزا محمد رفیع ' " سودا "

تخلص - صیاد غزالان سخن ' و سرامد نکته سنجان این فن است - شاهین زبان ناقص بیان را که پارهٔ لعمے بیش نیست ' چه جرأت که به هوائے تو صیف آن همائے اوج نازک خیالی ' چنانکه باید ' بال کشاید - و شبدیز قلم دو زبان را که بیش از گیاهے نئے ' چه قدرت که در میدان تعریف آن فارس مضمار خوش مقالی جولان نماید - خلعت رنگین سخن طرازی بقامتش دوخته اند ' و طوطیان هندستان شکر بیانی ازان آئینه دل آموخته - گویا نزاکت مضامین دلچسپ چون حسن بیوسف بذاتش حسن اختتام پزیرفته ' و این زبان کج مج ریخته در زمانش بیمن اقبال آن نکته پرداز درجهٔ علویت کرده (............) ازان ملک الملوک مملکت فن و شهنشاه قلمرو سخن' امروز بکوس انا ولا غیری .... جویائے معنی بلند و غواص لالی دل پسند - الحال .... صوبهٔ دکن .... بانگ نغمات دهد ' بطورش خوش نما - کلیاتش متضمن بر قصائد و مثنوی و .... مخمس و ترجیع بند ' و قطعه ' و رباعی ' و مرثیه قریب دو هزار بیت بنظر امعان رسیده .... ازان دریافت

باید کرد که چه لآسه لی گران بها بسلک نظم کشیده که در همه اقسام سخن ممتاز اقران برآید و .... موزونے بسمع نرسید که در پلۂ میزان اقتدار کامل بسیار نماید - اگر صریر کلکش را همدم اعجاز مسیحا انگارم بجا' که دل مردگان را حلول جان تازه ازان متصور - و اگر چشمۂ خضر در ظلمات الفاظ ذوایش پندارم روا' که حیات سخن فام صاحب ازو ممکن - حقا که هر نقطۂ نقش پذیر قلمش مثال سیاهی مردم بر بیاض دیده جا دادنی است' و هر یک بیت طبع زادش چون مصرعین ابرو بر چشم نهادنی - قصیدۂ او قریب شصت بیت در مدح نواب سیف الدوله بهادر و در تمهید هجو بعضے شعراے دهلی بنظر در آمد' تمهید خوبے دارد - و قصیدۂ که در مدح بسنت جان خواجه سراے سرکار فردوس آرامگاه محمد شاه بادشاه غفرالله تعالی گفته' این ست :-

(قصیده) کل حرص نام شخصے 'سودا' په مهرباں هو
بولا نصیب تیرے سب دولت جهاں هو
گر اشرفی روپے کی خواهش هو تیرے دل میں
ظاهر ترے په هر جا گنجینۂ نهاں هو
لعل و گوهر کی هووے تجهکو اگر تمنا
مصرف کے بیچ تیرے اشیاے بحر و کاں هو
عمده تو اس قدر هو سرکار بیچ' تیرے
سوو و بلیم سے زیاده کهول سلازماں هو

جاہ و جلال یہاں تک دیوے تجھے زمانہ
جب ہو تری سواری صد فیل پر نشاں ہو
گر ملک چاہتا ہے تو تحت بیچ تیرے
ہندوستاں سے لے کر اور تا بہ اصفہاں ہو
آگے تو کیا کہوں میں دل چاہتا ہے، تیرا
قبضے میں لے زمیں سے اور تا بآسماں ہو
سن کر یہ حرف 'سودا' بولا کہ قدر و رتبہ
کب اشرفی روپے کی نزدیک عاقلاں ہو
یہ تو بڑے ہیں اتنے آفاق میں کہ جن کو
کیسے سے دور کیجے کام اپنا تب رواں ہو
لعل و گُہر جو پوچھو پتھر ہیں اور پانی
رتبہ نہ ان کو پیش ارباب ہمتاں ہو
عمدہ تو وہ کوئی ہے نزدیک فہم جس کے
اہل کمال آگے دنیا میں عزوشاں ہو
نام نکو سے بہتر دنیا میں کیا نشاں ہے
وہ بھی نشاں ہے کوئی جو فیل پر رواں ہو
ملکوں کی سر زمیں سے حاصل یہی ہو آخر
دو مشت خاک جس میں اک مشت استخواں ہو
ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے
یہ دعوی خدائی کیونکر تجھے گماں ہو
جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجکو سب مبارک
میں اور میرے سر پر ظل بسنت جاں ہو
دیکھے سے جس کا جلوہ، پاکیزہ طینتوں کی

جو مرتبہ جہاں میں ہے بے نیازیوں کا
سمجھے ہے وہ جو کوئی اس کا مزاج داں ہو
یہ وضع لا اُبالی رکھتا ہے وو کہ جس کا

(مطلع)

اشعار میں غزل کے ممکن نہیں بیاں ہو
بلبل کو گاہ سن کر انعام بوستاں ہو
پھولوں کی بو سے گاہے گلشن میں سرگراں ہو
لاکھوں دے جس جگہ میں وو گرگ کو خریدے
بکتا ہو یک نگہ کو یوسف تو وہاں گراں ہو
جس قدر مرتبہ میں ہو بے دماغی اُس کی
پرواز اعتنا کی قدرت کہاں کہ یہاں ہو
رخصت نہ دیوے خاطر یہاں گوشۂ نگہ کو
عالم کا گو کہ اس میں برباد خانماں ہو
گر معدلت پر آوے وو گلشن جہاں میں
آنکھوں میں باغباں کے بلبل کا آشیاں ہو
مشت حباب جو سے مرغ ہوا نہ چھوٹے
شبنم کے دانوں میں سے دانے کا گر زیاں ہو
جب ناتواں کی اُس کو منظور پرورش ہو
مور اُس کے سایہ نیچے آوے تو پہلواں ہو
خورشید اُس کی خو کا ذرہ جو ہو معاتب
ہیبت سے دن بدن وو جوں بدر ناتواں ہو
میدان میں کھڑا ہو استاد میں وہ اپنے
[illegible] کے ہر چند وہاں کماں ہو

بندہ ہوں لیک اس کے میں تیر کی وفا کا
بیٹھے ہے خاک خوں میں اُس سے جدا جہاں ہو
جوہر تو کیا بتاؤں شمشیر کا میں اُس کی
جس کی برش سے اس سے دانا کو امتحاں ہو
کرتا ہوں ذکر اُس کا جس سے وو یوں کہے ہے
چپ رہ کسی کے جی کوں یوھیں کہیں اماں ہو
سن کر وو شخص بولا ہم بھی ملیں گے اُس سے
یا سود دل ہو اس میں یا جان کا زیاں ہو
یہ حرف اُس کے منہ سے نکلا تو سن کے 'سودا'
کہنے لگا غلط ہے اے یار یہ کہاں ہو
گہ دل میں، گاہ جی میں، گہ چشم میں بسے ہے
ملنا ہو تب معین اُس کا اگر مکاں ہو
ہووے بھی گر معین اُس کا مکاں تو کس کے
وہاں چھوٹنے کا ناداں دل کے تئیں گماں ہو
مجلس کے داب سے وہاں یہ دور ہے کہ ' وارد
پروانہ بے اجازت نزدیک شمعداں ہو
ایسا ہوں ایک میں ہی جا کر حضور اُس کے
مطلع اگر پڑھوں یہ 'دل اُس کا شادماں ہو

(مطلع)

صحن چمن میں گلگوں گر تیرے زیرراں ہو
ہر گل پیادہ ہوکر وہاں " طرقوا " کناں ہو

تک چھیڑئے روش پر اُس کو تو آب جو تک
جس جس طرف وہ پلٹے اُس اُس طرف رواں ہو
انداز چھیڑنے کا یہ کچھ ہے جو کہا میں
تک وہم ڈانٹئے کا دل کے جو درمیاں ہو
اس سرعتوں سے تڑپے تنگی سے اُس کے اوپر
عرصہ یہ شش جہت کا دام کبوتراں ہو
کہتا ہے وہ جو دیکھے اُس پر سوار تجکو
یا رب ہمیشہ جگ میں یہ اسپ، یہ جواں ہو
شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہوں میں
چرخی، بجا ہے اُس کی گر چرخ آسماں ہو
ہے سر بلند اتنا یہ بھی عجب نہیں ہے
آ نکس یہ ماہ نو کے گر دست پیل باں ہو
مستک پہ رنگ اُس کے جس طرح جلوہ گر ہے
گو سانجھ لاکھ پھولے یہ لطف پر کہاں ہو
دانتوں کے بیچ اُس کے ہے جس قدر بھسو ندا
وصف ضخامت اُس کا کیجے تو کیا بیاں ہو
اس دانت سے تو ہم اُس دانت تک جو گذرے
پہنچے نہ ایک دن میں تا شب نہ درمیاں ہو
ابر سیہ متکتا آوے ہے جس طرح سے
مستی میں حسن اُس کے چلنے کا یوں عیاں ہو
اس قد و قامت اوپر یہ حسن ہے کہ اس کی
زنجیر پا بجا ہے گر زلف مہوشاں ہو

مائل نہ جھول سابر کیا کہا کہوں میں اُسکی
اصلا کہیں جو اس میں شوخی ہو یا تکاں ہو

گبھ باگ یک سہاوت چھیڑے تو یوں چلے ہے
عاشق کہ وصل کی شب جس طرح سے رواں ہو

ہاتھی میں یہ چھلاوا کب ہے سواے اُس کے
تشبیہ یاب جس سے رفتار خوش قداں ہو

رکھے خدا جہاں میں اس کو بہت و گر نہ
تشبیہ یہ مسلم کب نزد شاعراں ہو

جس وقت تھان پر سے کھولے اسے سہاوت
ہمت سے تیرے اُس کو خطرہ یہ ہر زماں ہو

دیویں گے بخش مجکو ناحق کہیں صلے میں
یا رب حضور جاوؤں تو وہاں نہ مدح خواں ہو

اور دیکھئے تو سچ ہے خطرہ یہ اس کے جی کا
کس طرح سے کہو تو اُس کو نہ یہ گماں ہو

ادنیٰ جو مرتبہ ہے ہمت تری کب اس کو
پہنچے یہ وہم حاتم جب تک نہ نردباں ہو

آب ہمم سے تیرے گر بخشش کہر پر
یک قطرہ جوش مارے توبحر بیکراں ہو

خورشید دست سایل ہو جاوے آسماں پر
تیرا علوے ہمت جس وقت زرفشاں ہو

لیکن نہ سمجھیو یہ اس گفتگو سے ہر گز
منظور مجکو تیری ہمت کا امتحاں ہو

کس واسطے کہ مجکو اتنا هی چاهیے هے
جامہ هو ایک بر میں کھانے کو نیم ناں هو
سو تو زیادہ اس سے تیرا کرم هے مجھہ پر
کفران نعمت اوپر قادر نہ یہ زباں هو
اتنی هی آرزو هے کچھہ عمر هو جو باقی
مصرف جہاں میں اس کا تیرے قدم کی یہاں هو
کب جا سکے هے کوئی دروازے تیرے آکر
بیٹھے جو در پہ تیرے وہ سنگ آستاں هو
تا مہر و مہ فلک پر یا رب رهے درخشاں
یہ آستان دولت مسجود دو جہاں هو

قصیدہ کہ در هجو اسپ گفتہ و مضامین عالی خرچ نمودہ اینست :—

قصیدہ

هے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار
رکھتا نہیں هے دست عناں کا بیک قرار
جن کے طویلے بیچ کوئی دن کی بات هے
هرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
اب دیکھتا هوں میں کہ زمانے کے هات سے
موچی سے کفش پا کو گتھاتے * هیں وے اودهار
تنہا وهی نہ دهر سے عالم خراب هے
خسّت سے اکثروں نے اٹھایا هے ننگ و عار
هینگے چنانچہ ایک همارے بهی مہرباں
پاوے سزا جو ان کا کوئی نام لے نہار

* (ن) گنکاتے

نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ سے
گھوڑا رکھے ہیں ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ نہ کاہ نہ تیمار و نے سئیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شہر خوار
مانند نقش نعل زمیں سے بجز فنا
ہرگز نہ اُٹھ سکے وو اگر بیٹھے ایک بار
اس مرتبے کو بھونک سے پہنچا ہے اُس کا حال
کرتا ہے راکب اُس کا جو بازار میں گذار
قصاب پونچھتا ہے مجھے کب کرو گے یاد
امید وار ہم بھی ہیں کہتے یہی * چمار
جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہے وو
گذرے ہے اس نمط اُسے ہر لیل و ہر نہار
ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر
دیکھے ہے آسماں کی طرف ہو کے بے قرار
خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ
ہر دم زمیں پہ آپ کو تپکے ہے بار بار
تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا
چو کے کو آنکھیں موند کے دیتا ہے وہ پسار
دیکھے ہے جب وہ توبرہ و تھان کی طرف
کھودے ہے اپنی سُم سے کنوئیں تاپیں مار مار
فاقوں سے ہنہنانے کی طاقت نہیں رہی
گھوڑی کو دیکھتا ہے تو پادے ہے بار بار

نہ استخواں نہ گوشت ، نہ کچھ اس کے پیٹ میں
دھونکے ہے دم کو اپنے کہ جیوں کھال کو لوہار
پیدا ہوئی ہے تس پہ اگن باؤ اس قدر
ہرگز دروغ اس کو تو مت جان زینہار
گذرے وو جس طرف کو کبھو ، اُس طرف نسیم
باد سموم ہووے ، وہیں گر کرے گذار
سمجھا نہ جائے یہ کہ وو ابلق ہے یا سرنگ
خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بے شمار
ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں
کہتے ہیں اُس کے رنگ کو مگسی اس اعتبار
یہ حال اُس کا دیکھ غرض یوں کہے ہے خلق
چنگل سے موذی کے تو چھوڑا اِس کو کردگار
لے جاویں چور یا مرے یا ہو کہیں یہ گم
اس تہمت بات سے کوئی جلدی ہو آشکار
تنہا نہ اُس کے غم سے ہے دل تنگ زین کا
خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار
القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
رہتے تھے گھر کے پاس قضا را وہ آشنا
مشہور تھا جنوں کنے وہ اسپ نابکار
خدمت میں اُن کے میں نے کہا جاکے التماس
گھوڑا مجھے سواری کو دو اپنا مستعار

فرمایا تب اُنہوں نے کہ اے مہربان من
ایسے هزار گھوڑے کروں تم اُپر نثار
لیکن کسو کے چڑھنے کے لائق نہیں یہ اسپ
یہ واقعی ہے اِس کو نہ جانوگے انکسار
صورت کا جس کے دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ
سیرت سے جس کی نت ہے سگ خشمگیں کو عار
بد رنگ جیسے لید و بد بو ہے جیوں پشاب
بد یمن اس قدر کہ کرے اصطبل اُجاڑ
مانند مینڈکوں کے اکڑ زن ہے تھان پر
لا جنب وہ زمیں سے ہے جیوں میخ استوار
حشری ہے اِس قدر کہ قیامت کو اُس اُپر
دجال اپنے منہ کو سیاہ کرکے ہو سوار
اتنا وہ سر نگوں ہے کہ سب اُڑ گئے ہیں دانت
جبڑے پہ بس کہ ٹھوکروں کی نت پڑے ہے مار
ہے پیر اس قدر کہ جو بتلاوے اُس کی سن
پہلے وو لے کے ریگ بیاباں کرے شمار
لیکن مجھے ز روے تواریخ یاد ہے
شیطان اُسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
کم رو ہے اس قدر کہ اگر اُس کے نعل کا
لوہا منگا کے تیغ بناوے کبھو لوہار
ہے دل کو یہ یقین کہ وو تیغ روز جنگ
رستم کے ہات سے نہ چلے وقت کارزار

مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پاؤں
جز دست غیر کے نہیں چلتا ہے زینہار
مٹھا تو اس قدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سدا
لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہوں میں یار
دلی میں آن پہنچا تھا جس دن کہ مرہٹہ
مجھ سے کہا نقیب نے آکر ہے وقت کار
مدت سے کوڑیوں کو اُڑایا ہے گھر میں بیٹھ
ہو کر سوار اب کرو میداں میں کارزار
ناچار ہو کے تب تو بندھایا میں اُس پہ زین
ہتھیار باندھ کر میں ہوا اُس اُپر سوار
جس شکل سے سوار تھا اُس دن میں کیا کہوں
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار
چابک تھے دونوں ہاتھوں میں پکڑے تھا منہ میں باگ
تک تک سے پاشنے کے مرے پانوں تھے فگار
آگے سے توبرہ اُسے دکھلائے تھا سئیس
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار
ہرگز وو اس طرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
ہلتا نہ تھا زمیں سے مانند کوہسار
اس مضحکے کو دیکھ ہوے جمع خاص و عام
اکثر مدبروں میں سے کہتے تھے یوں پکار
پہیے اسے لگاؤ کہ تا ہووے یہ رواں
یا بادبان باندھ پون کے دو اختیار

میں کیا کہوں غرض کہ ہر ایک اُسکی شکل دیکھہ
تیغ زباں سے کاٹ کے کرتا تھا گل نثار
کہتا تھا کوئی ہے بز کوہی نہیں یہ اسپ
کہتا تھا کوئی ہے گا ولایت کا یہ حمار
پونچھے تھا کوئی مجھہ سے ہوا تجھہ سے کیا گناہ
کُتوال نے گدھے پہ تجھے کیوں کیا سوار
ایک شخص نے جواب اس اجماع سے دیا*
مرکب† نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گناہ گار
سمجھوں ہوں میں تو یہ کہ سپاہی کے بوس میں
ڈاین چلی ہے سیر کو ہو ترس‡ پر سوار
اس مخمصے میں تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز
فتنے کو آسماں نے کیا مجھہ سے پھر دو چار
دھوبی کُمہار کے گدھے اس دن ہوے تھے گم
اس ماجرے کو سن کیا دونوں نے وہاں گذار
ہر ایک نے اس کو اپنی گدھے کا خیال کر
پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمہار
دریاے کشمکش ہوا اس آن موجزن
تھا عنقریب ڈوبے خفت سے ایک بار
بد پشمی اس کی دیکھہ کے کر خرس کا خیال
لڑکے ہوے تھے جمع تماشے کو بے شمار

---

* (ن) کہنے لگا یہ آکے اُس اجماع میں ایک شخص

† (ن) گھوڑا ‡ (ن) چرخ

رکھتا تھا کوئی لاکے سپاری کو منہ کے بیچ
سو اس کے تن سے کوئی اکھاڑے تھا بار بار
کہتا تھا کوئی مجھہ سے کہ تو مجکو بھی چڑھا
دوں گا تکا تجھے میں بھی نوچندی ایتوار
کُتے ھی بھونکتے تھے کھڑے اُس کے گرد و پیش
ساتھہ اُس سمند خرس نما کے ھو چشم چار
اس وقت میں نے اپنی مصیبت پہ کر نظر
کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار
جھگڑوں میں دھوبیوں سیں کہ لڑکوں کودوں جواب
کتوں کو ھانکوں یا مروں میں اپنا پیٹ مار
بارے دعا مری ھوئی اُس وقت مستجاب
وھاں سے بھر نسط کیا جنگ گاہ تک گزاز
دست دعا اُٹھا کے میں پھر وقت جنگ کے
کہنے لگا جناب الٰہی میں یوں پکار
پہلے ھی گولا چھوٹتے اس گھوڑے کے لگے
ایسا لگے یہ تیر کہ ھووے جگہ سے پار
یہ کہہ کے حق ستی میں ھوا مستعد جنگ
اتنے میں مرھٹہ بھی ھوا مجھہ سے آ دو چار
گھوڑا تھا بسکہ لاغر و پست و ضعیف و خشک
کرتا تھا یوں خفیف مجے وقت کارزار
جاتا تھا جب ڈپٹ کے میں اس کو حریف پر
دوڑوں تھا اپنے پانوں سے جیوں طفل نے سوار

جب دیکھا میں کہ جنگ کی اب یوں بندھی ہے شکل
لے جوتیوں کو ہات میں، گھوڑا بغل میں مار
دھر دھمکا وہاں سے لڑتا ہوا شہر کی طرف
القصہ گھر میں آن کے میں نے کہا قرار
گھوڑے مرے کی شکل یہ ہے تم نے جو سنی
اس پر بھی دل میں آئے تو اب ہوجئے سوار
سن کر تب ان سے میں نے یہ قصہ، دیا جواب
اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار
گفتن ہمیں بس است کہ اسپ من ابلق است
سمجھوں گا دل میں اپنے اگر میں ہوں ہوشیار
'سودا' نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا
ہے نام اس قصیدے کا 'تضحیک روزگار'

'مثنوی' او در ہجو حکیم 'غوث' قریب ہشتاد بیت و واسوخت او قریب نود بیت کہ در عوام شہرت دارد' و چند مخمسات کہ بر غزل حضرت خواجہ 'حافظ' قدس سرہ و ابوطالب 'کلیم' و میر محمد تقی 'میر' و عبدالحی 'تابان' و مخمسے در ہجو شیخ علی 'حزین' تخلص جملہ نو زدہ بند بے مقطع و دیگر رباعیات و قطعات در ہجو مردم آن جا بنظر در آمد حقا کہ طرفہ تلاش مضامین نمودہ و داد سخنوری دادہ' در جواب 'ندرت' می گوید : — (رباعی)

گر ہجو یہ 'سودا' کی اسے رغبت ہے
ہونے دو کہ گھدی تئیں رجعت ہے
موزوں نہ کرے شعر کو اچھے بھڑوا
کرتا پھرے ہجو اوروں کی یہ 'ندرت' ہے

برین دو بیت ' سودا ' که بالا مذکور شد' دو بیت فار
بیاد آمد ' ازآن جا که خالی از فائده نیست تر قیم یافت
چون میان جعفر ' عاشق' تخلص در هجو میرزا تراب ' غب
تخلص پسر التفات خان ' تفته ' که صاحب تلاش معانی دلچ
و شاعر والا قدرت بود ' قصیدهٔ گفت- ' غبار ' بلند حوصلگی
کار فرموده باین جواب اکتفا ساخت: — (رباعی)

گویند که هجو کرد مارا 'جعفر' شیرین و لطیف همچو شهر
صدشکر که آن چه عیب مابودغبار امروز برائے دیگرے گشته

از رباعیات میرزا ' سودا' است این رباعی:—

مجکو هر چند نهیں شیعهٔ وسنی سے کام
پریه سمجها هوں که اس دور میں بارہ هیں امام
ان سوا هو جو کوئی ' هے وہ امام تسبیح
جس تلک پہنچے سے موقوف هو الله کا نام

من انفاس نفیسه:—

قطرہ گرا تها جو که مرے اشک گرم سے
دریا میں هے هنوز پهپولا حباب کا
حیراں هوں کس طرح ستی اے برق تجهه کفے
نقشه هے تهیک دل کے مرے اضطراب کا
جهنم سے ڈراتا کیا هے میخواروں کو اے زاهد
که چوب خشک سے بهتر نهیں کچهه باب آتش کا
دماغ جهڑ گیا آخر ترا نه اے نمرود
هر ایک پشے کو دعویٰ هے یهاں خدائی کا
طلب نه چرخ سے کر نان راحت اے ' سودا'
پهرے هے آپ وہ کاسه لئے گدائی کا

یونان سی زمیں کو ارسطو ڈبو چکا
لیکن * غبار مور کے دل سے نہ دھو چکا

سجن میں رات سن کر ہر کسی کے پاؤں کا کھٹکا
اُٹھا یا سر کو بالیں سے تو پھر دیوار سے پٹکا

قابو میں ہوں میں تیرے، گو اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کسو نے تک دم لیا تو پھر کیا
ملئے اگر بتاں سے ہے لطف زندگی کا
اے خضر آب حیواں تو نے پیا تو پھر کیا

اگر چہ تمکو نہ چھوڑیں گے بد گماں تنہا
کرو جو بندہ نوازی تو مہرباں تنہا

جس طرح چاہتا ہے دنیا میں زندگی کر
لیکن تو یاد رکھیو عاشق کبھو نہ ہوتا

جوئیں پڑی روتی ہیں، دیکھا میں گلستاں میں
تجھ قد سے خجل ہو کر شمشاد بہت رویا
آئینہ جو پانی میں ہے غرق یہ باعث ہے
تجھ سخت دلی آگے فولاد بہت رویا

کہاں ہے شوخ جو دیکھے مرے بت کے کرشمے کو
کہ ہر بندہ خدا کا کر لیا دل سے غلام اپنا

---

* کلیات میں یوں ہے :—
اے دیدہ خانماں تو ہمارا ڈبو سکا — لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا
یہی صحیح معلوم ہوتا ہے —

دو سکو سکتے هو 'سودا' کا خدا حافظ هے
عشق کے هات سے رهتا هے یہ رنجور سدا

حکاک کا پسر بھی مسیحا سے کم نہیں
فیروزہ هووے مردہ تو دیتا هے وہ جلا

جب مست چمن سے هو چلا گھر کو وو لالا
غنچے نے صراحی لی اُتھا ' گل نے پیالا
مانگا جو میں دل کو تو کہا بس بھی یک دل
جتنے هی تو چاهے مرے کوچے سے اُتھا لا
اے غنچہ سبب کیا هے کہ آتے هی چمن میں
گل جھاڑے هے دامن ' تو نے بقچی کو سنبھالا

پہنچ چکا هے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو ' کوئی مرهم کرو ' هوا سو هوا

چھوتا جو زلف سے تو پھنسا دام خط کے بیچ
یہ مرغ دل همیشہ گرفتار هی رها

بیداری مسجدوں کی خوشا حال زاهدا
ایک هم هیں روسیہ کہ خرابات و بنگ و خواب
کس نے چمن میں آن کے آنکھیں لڑائیاں
نرگس کا اُڑ گیا هے مری طرح رنگ و خواب
کیا کیا کہوں جو مجھہ سے ترے عشق نے لیا
صبر و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب

جائے گل توڑے هے گلچیں باغ میں اب چوب گل
کچھہ نظر آتی هے اے 'سودا' بہار آنے کی طرح

میں دیکھتا ہوں جسے ' ہے وہ آپ ہی نالاں
تمھاری کیجئے کس پاس اے بتاں فریاد

کس کو گلگشت چمن کا ہے دماغ اے باغباں
کھینچ کر میرا گریباں یہاں لے آتی ہے بہار

بدتر ہے مے کے پینے سے رشوت کلال کی
کہہ محتسب سے دختر رز کی نہ کھائے بہاڑ

باغ میں جب سے گیا تھا تو خمار آلودہ
گل ہوں خمیازے میں' انگڑائی میں ہے تاک ہنوز

آشیاں کو مت اجاڑو کر کے فریاد و خروش
باغباں ظالم ابھی سویا ہے اے بلبل خموش

کس طرح دل میں چھپاؤں تجھکو ہے سینے میں داغ
ڈال ہے یہ گھر کی بستی پر جو روشن ہو چراغ

دیکھوں ہوں یوں میں اس ستم ایجاد کی طرف
جوں صید وقت ذبح کے صیّاد کی طرف
نے دانہ ہم قیاس کیا ' نے لحاظ دام
دھس گئے قفس میں دیکھ کے صیاد کی طرف
ثابت نہ ہووے خون مرا روز باز پرس
بولیں گے اہل حشر سو جلاد کی طرف

لالۂ خودرو نہیں ہے ' خون نے فرہاد کے
جوش میں آکر لگادی کوہ کے دامن میں آگ
گر نہ ہو پانی دل اُس کا خوف سے اے شعلہ خوا
لگ اُٹھے تیری نگاہ گرم سے درپن میں آگ

برج میں ہے دھوم ہوری کی و لیکن تجھہ بغیر
یہ گلال اُڑتا نہیں ، بھڑکے ہے اب تن من میں آگ
ہو گیا * ہے رنگ یاقوتوں کا آتش کے نمط
حسرت لب سے تری ازبس لگی معدن میں آگ
گو بہار آئے ، کسے ' سودا ' بھلا لگتا ہے باغ
گل چمن میں یوں نظر آتے ہیں جیوں گلخن میں آگ

کرتی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ
اِس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ
ہر مرغ کو پہچان کے تو نامے کو لینا
نامے کے کبوتر کا ہے میرے جگری رنگ

ہووے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل
روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل

ہے شرط درد یوں کہ بجز حکم عندلیب
کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے گل
ہستی سے نیستی میں جو بہتر نہ ہو مزہ
ہنستا ہوا جہان سے ہرگز نہ جائے گل
' سودا ' کہا بہار میں وضع زمانہ دیکھہ
اے وائے وائے بلبل و وے ہائے ہائے گل

جب قافلہ تھمے تو ہو بانگ جرس تمام
اشک آنکھہ سے تھمبے تو رکے نالہ سے یہ دل

پان کھا کھا کے آرسی کے بیچ   اپنے ہونٹوں کو دیکھتا ہے لال

---

* کلیات میں یوں ہے : رنگ یاقوں کا دھکے اب انگارے کی طرح

دے ہے دولت فلک ہمیں لیکن | کس سے ہم لیں یہ کہاہے ایسا مال
لے مرے دل کو دے کے اپنا دل | سنگ کے مول یہ بکے ہے لال
میوہ نخل امید سے 'سودا' | جتنا چاہے تو کہا یہ توڑنہ ڈال

بھری ہے دل میں ترے اس قدر محبت غیر
کہ جا نہیں مرے کہنے کو مہر تو معلوم
نہ زر ' نہ زور ' نہ طالع ' نہ تیرے دل میں رحم
جو چاہے اُس سے یہ دل کامیاب ہو معلوم
خطا ہے زلف کو تیرے کہوں جو مشک ختن
سیاہ فام تو وہ ہے پر ایسی بو معلوم

مت گئے وو شور دل کے ہاے تب آئی بہار
ورنہ کیا کیا ہم بھی کرتے شہر و ویرانے میں دھوم

عاشق تو نامراد ہیں پر اس قدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کہ ہم
دیکھیں تو کس کی چشم سے گرتے ہیں لخت دل
تو اس طرح سے روسکے اے ابر تر کہ ہم
کہتے ہو شیخ تم جو گنہ گار حق ہمیں
کعبہ کی آپ راہ میں چرھتے ہیں خر کہ ہم *
خانہ پرورد چمن ہیں آخر اے صیاد ہم
اتنی رخصت دے کہ ہو لیں گل ستی آزاد ہم
ذبح تو کرتا ہے تک فرصت گلے لگنے کی دے
عید قرباں ہے تجھے دے لیں مبارک باد ہم

---

* یہ شعر کلیات میں نہیں ہے

قیس جس دم سے گیا ، اپنے قدم کے فیض سے
خانۂ زنجیر رکھتے ھیں سدا آباد ھم

تجھہ عشق میں روز خوش نہ دیکھا دکھہ بھرتے ھی بھرتے مرگئے ھم

نہ دیکھا اِس سوا کچھہ لطف اے صبح چمن تیرا
گُل اِیدھر لےگئے گلچیں ، گئی روتی اُدھر شبنم

گُتھی نکلی ھیں لخت دل کی تار اشک سے لڑیاں
یہ آنکھیں کیوں مرے جی کے گلے کی ھار ھو پڑیاں
گرہ لاکھوں ھی غنچے کی صبا یکدم میں کھولے ھے
نہ سلجھیں تجھہ سے اے آہ سحر اِس دل کی گلچھڑیاں
کھلاے گرچہ شانے سے تم اپنے زلف کے عقدے
نہ سمجھے یہ کسی دل میں ھزاروں ھیں گرہ پڑیاں

نہ غنچے گل کے کھلتے ھیں نہ نرگس کی کھلیں کلیاں
چمن میں لے کے خمیازہ کسی نے انکھڑیاں ملیاں
کہیں مہتاب نے دیکھا ھے اُس خورشید تاباں کو
پھرے ھے ڈھونڈتا ھر شب جہاں آباد کی گلیاں
تبسم یوں نمایاں ھے مسی آلودہ ھونٹھوں سے
نہ ھوئیں ابر سیہ میں اِس طرح بجلی کی اچپلیاں

فرھاد و قیس دو گئے ' سودا ' کا ھے یہ حال
کیا کیا کیا ھے عشق نے خانہ خرابیاں

کس نے کہا خرام چمن میں کہ اب صبا
لاتی ھے بوئے ناز کی بھر بھر کے جھولیاں

نظر آتی ہیں بن ساقی چمن میں تاک کی چاہیں
روئیں آ باغباں باہم گلے میں ڈال کر باہیں *

بتاں کی دوستی سے مطمئن ہووے سو کافر ہے
یہ ظالم مار ڈالیں بات کے کہتے جسے چاہیں

نہ پہنچا منزل مقصود کو مجنوں بھی اے 'سودا'
سمجھ کر جائیو لٹتی ہیں ملک عشق کی راہیں

نہ اپنا سوز ہم تجھے بیاں جیوں شمع کرتے ہیں
جو دل خالی کیا چاہیں تو آہیں سرد بھرتے ہیں

جگر اُن کا ہے جو تجھ کو صنم کہہ یاد کرتے ہیں
میاں ہم تو مسلماں ہیں خدا بھی کہتے ڈرتے ہیں

گہے بولیں عقیق اور گہ نگیں لعل تھیرا وہں
یہ نا شاعر ترے ہونٹوں کو کیا کیا نام دھرتے ہیں

گلی میں اُس کی مت جا بوالہوس آ' ساں کہتے ہیں
قدم پڑتا نہیں اُس کو' میں وہاں سر سے گذرتے ہیں

نہ چارہ کر سکی کچھ موج دریا کی روانی کا
کہیں وارستگاں زنجیر جکڑے سے ٹھہرتے ہیں

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز
بہت سا روئیے اُن کو جو اِس جینے پہ مرتے ہیں

'سودا' خدا کے واسطے کر قصہ مختصر اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانے میں

فصل گل آخر ہے یارو دیکھ لو نرگس کو تک
باغ میں مہماں ہے کوئی دن یہ بہار چمن

---

* کلیات میں نہیں ہے —

پھرنے لگے تو جھوں کف دریا بہا بہا
دامن اگر نچوڑیے اے ابر تر کہیں

سن کے یہ کہتا ہے مہرے نالۂ جانکاہ کو
کیوں مجھے ایسا بنایا کیا کہوں اللہ کو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو!
سمجھاکے تم اُسے بھی تو ایک بار کچھہ کہو

ریختہ اور بھی دنیا میں رہے اے 'سودا'
جھلے دیوے جو کبھو کاوش دوراں مجکو

دل تو ہے آفت طلب' پر کور ہوجاویں یہ چشم
جو بلا ملتی ہے ایسی اس کو دکھلاتے ہیں یہ
آمین رب العالمین

مے پیا کر جو ترقی ہو تری بخشش میں
تیغ ہمت کے تئیں سنگ فساں ہے شیشہ

چشم نمناک و دل پر میں رکھوں ہوں تم سے
جام کیدھر ہے مرے پاس' کہاں ہے شیشہ ؟

تنہا نہ ہمارا ہی مضحک ہے تو اے زاہد
کیدی تری ڈاڑھی پر ہنستا ہے سدا شانہ

حسن سے اس کے اسے دے ہے خبر آئینہ
درپے جان ہماری ہے مگر آئینہ

عکس پڑتا ہے ترے سیب ذقن کا اُس میں
حسن کے باغ سے پاتا ہے ثمر آئینہ

جس سمت نگہ کیجے اودھر نظر آتا ہے
لوہو سے ترے سر کے دیوار و در آلودہ

کوئی سسکتا ہے کوئی تڑپھے کوئی بے حس ہے
آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی
شیخ مجھکو نہ ڈرا اپنی بڑی پگڑی سے
ایسے تو دیکھے ہیں میں گنبد دستار کئی
خوب دیکھا جہاں میں اہل جہاں بھی دیکھے
ایک زنداں ہے کہ جس میں ہیں گنہگار کئی

جھڑکی تو مدتوں سے مساوات ہوگئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہوگئی
اب تو میں چھوڑنے کا نہیں اس کو ناصحا
ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہوگئی
گردش سے اس نگاہ کی لے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہوگئی
یارو وو شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہوگئی

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یہاں خاک کرگئی
شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی
زاہد میں کہہ رہا کہ پی اس کے عوض شراب
آخر نہ اے گدھے تجھے افیون چڑ گئی
نظارہ باز بزم بتاں کا ہوں جب سے میں
تو ہی نظر پڑا مجھے جدھر نظر گئی

لہذا جو شیشۂ دل منظور ہے تو یہ ہے
ثابت جو ہے تو یہ ہے کہ چور ہے تو یہ ہے
کچھ بس نہیں ہے تجھہ سے جزرو کے چپ ہو رہنا
قدرت جو ہے تو یہ ہے مقدور ہے تو یہ ہے
گردش سے آسماں کے نزدیک ہے سبھی کچھہ
ہم سے تجھے ملانا ایک دور ہے تو یہ ہے
ہر آن اس سے کہنا 'سودا' سے تو نہ ملیو
بد وضعوں میں جہاں کے مشہور ہے تو یہ ہے

ہر شب شراب خوار ہمیشہ سیاہ مست
آشفتہ زلف اب ستی دستار کون ہے

ہرگز میں تجھے چھوڑ کے یوسف کو نہ دیکھوں
اس چشم کو ہم چشمیٔ یعقوب نہیں ہے
الفت میں ہماری بھی اثر چاہئے کچھہ ہو
ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہیں ہے

مری آنکھوں میں تو بستا مجھے پھر کیوں رلاتا ہے
سمجھہ کر دیکھہ تو اپنا بھی کوئی گھر ڈبوتا ہے
جیسے قبلہ نما کہتے ہیں اس جگ میں یہاں ہوگا
سو یہ دل ہے کہ پھر پھر تجھہ خم ابرو کو جاتا ہے
خوشی دو دل کو بھی یکجا نہ دیکھا میں زمانے سے
چمن میں گل اگر خنداں ہے تو بلبل بھی نالاں ہے

نہ کھینچو تیغ ہر یک دم تمہارے عشق سے گذرے
ملیں گے اور سے جا کر جو اپنا سر سلامت ہے

درد میرے استخواں کا کیا ترا دمساز ہے
اس قدر اے نے تری محزون کیوں آواز ہے
قد کو تیرے جس جگہ مشق خرام ناز ہے
اس جگہ شور قیامت فرش پا انداز ہے
خط کے آتے ہی، چلے اکثر غلامی سے نکل
بندہ پرور دیکھئے آگے ہنوز آغاز ہے
شاعران ہند کا تو گرچہ پیغمبر نہیں
پر سخن کہنے میں اے 'سودا' تجھے اعجاز ہے

عجب احوال کو 'سودا' ستم تیرے سے پہنچا ہے
کوئی معشوق بھی عاشق پہ یہ بیداد کرتا ہے
بسان نے ترے ہاتھوں سے نالاں اس کو دیکھا ہے
کوئی تک منہہ لگاتا ہے تو وو فریاد کرتا ہے

قاتل سے کیوں جھگڑتے ہو کیا مجھہ سے بیر ہے
جاے خطر نہیں ہے مرا زخم خیر ہے
چاہا کہ جیوں حباب میں دیکھوں یہ کائنات
کھولے نین تو اور ہی عالم میں سیر ہے
رکھتے ہیں ایک طرح کا ہم وصف ذات حق
وو شخص کون سا ہے جو 'سودا' بغیر ہے

نامے کا یک سمجھہ کر میرے جواب لکھو
انشاے ظاہری کے باطن میں مدعا ہے
آنکھوں کے گرد میرے مژگاں کی ہے یہ صورت
جیسے کنار دریا خس بہو کے آرہا ہے

اے لالچی تو کیسہ غیروں کا مت ٹٹولے
جو کچھ تو چاہے یک شب مجھ پاس آکے سولے
جیوں غنچہ تو چمن میں بند قبا جو کھولے
پھر گل سے اے پیارے بلبل کبھو نہ بولے
انصاف کچھ بھی یارو ہے عشق کے نگر میں
دل غم سے پانی ہووے اور چشم موتی رولے
دھقان پسر وہ ہم سے یوں صلح کب کرے ہے
بونٹوں کے کھیت اوپر جب تک نہ جنگ ہولے
وہ تو پچی کا ہرگز ہم کو لکھے نہ نامہ
گذری میں جا کبوتر لیتا ہے مول گولے

شیخ کی بانگ و صلواۃ اوپر تو اے ناداں نہ جا
خانۂ قصاب میں بھی روز و شب تکبیر ہے

اے ابر جا تُو مت کم رونے پر ہمارے
یہ چشم پھوے پھوے تالاب بھر رھیں گی

شیخ وو رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے
چھڑ ڈالی ہے ترے سبحے کے ہر دانے کی

کسو نے حال سے میرے کہی نہ تجسے بات
اگر کہی بھی کسو نے تو اپنے مطلب کی
نہیں ہے رشتۂ تسبیح صورت زنار
قسم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

جو کوئی شہر محبت میں بیچے خانۂ دل
بغیر داغ کے مہر قبالہ ہو نہ سکے

ہم اپنی جان تلک دے چکیں جو تو مانگے
پر ایک آرزوے دل حوالہ ہو نہ سکے

ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن نہیں سجھے
موج مئے دو آتشہ کم ذوالفقار سے
اُس کو یہ مثل دانہ انگور دیں گرہ
قطرہ بچے اُنھوں کے اگر زہر مار سے
' سودا ' جو مے پرست جہاں کے ہیں اُن سے تو
مت کر طلب شراب کی ' مر جا خمار سے

کعبے اگر نہ جاویں تو کیوں چڑھیں گدھے پر
رسوا جو شیخ جی ہوں اپنی حماقتوں سے
ہو خامہ اشک ریزاں پیش سخن کے کہتے
کاغذ کی چھاتی پھاتے میری حکایتوں سے

عجب واشد ہے غنچوں کو صبا سے دیکھ تو ظالم
نہ کھلوایا کبھو تیں اس طرح بند قبا ہم سے
جب اپنے بند قبا تم نے جان کھول دیے
صبا نے باغ میں جا گل کے کان کھول دیے
چمن میں کس کی مدارات تھی بتا تو نسیم!
کہ صبح غنچوں کے تئیں عطر دان کھول دیے

ساق سیمیں تری شب دیکھ کے گوری گوری
شرم سے شمع ہوئی جاتی ہے تھوڑی تھوڑی
نیشکر نے کبھیں تجھ لب سے کیا تھا دعویٰ
آج تک اُس کی پڑی کٹتی ہے پوری پوری

دیوانگی ہماری کیا کیا سہاتی دھومیں
زنجیر پڑ کے پاؤں گر اپنے گھر نہ لاتی

جفا و مہر جو خاطر میں اب ترے آوے
وہی ہے خوب مرے حق میں جو تجھے بھاوے
صبا تو دیکھ کے کیجو گلی میں اُس کے گذر
مبادا پاؤں تلے دل کسی کا آجاوے

قطعہ بند

سودا چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو
وو گل نظر آوے کہ جسے خار نہ ہووے
جز لخت دل اپنے تو نہ دیکھے گل بے خار
سو بھی کہ جو مژگاں پہ نمودار نہ ہووے

جس دن وو صنم سوار ہووے تا صید حرم شکار ہووے
جو اُٹھ نہ سکے تری گلی سے رہنے دے کہ تا غبار ہووے
سوزن کی نہ چوب لیجو منت یوں پھٹیو کہ تار تار ہووے
ناصح تو قسم لے ہم سے، دل پر اپنا کبھو اختیار ہووے
کن زخموں میں زخم ہے کہ جب تک چھاتی کے نہ وار پار ہووے

معشوق کی الفت ہے بندہ کری عاشق کو
کس گل نے خریدا ہے بلبل کے تئیں زر دے
کب شمع مجالس کی فانوس میں چھپتی ہے
جو حسن ہو بازاری مت اُس کو بتھا پردے

گل پھینکے ہے عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

کی ہے میں جیوں کوہ، مدت سے خموشی اختیار
سخت رسوا ہو، کہے گر نا سزا بدگو مجھے

نہیں بے وجہ کوچے سے ترے اُٹھنا بگولے کا
ہماری خاک بھی جاتی ہے تیری راہ کے صدقے

عجب احوال میں تھے رات تم اے شیخ رحمت ہے
میں اس ریش دراز اور دامن کوتاہ کے صدقے

کبھو وو شب بھی اے پروانہ حق باہم دکھاویگا
تو بل بل شمع پر جاوے، میں ہوں اُس ماہ کے صدقے

پھر نظر تجکو ندیکھا کبھی ڈرتے ڈرتے
حسرتوں جی کی رہوں جی ہی میں مرتے مرتے

پھر گلگشت عدم سے جو کوئی پھنچا ہے
سمت اس باغ طے منزلیں کرتے کرتے

جوں شمع مجھے شرم ہے زنار کی اے شوخ
مالا نہ جپوں رات کو بے اشک فشانی

جا کر میں کہا دیکھ ترا جس سے، کہا اُن نے
کچھ اور کہو، یہ تو ہے میری ہی زبانی

زاہد یہی ہے نعمت حق، جو ہے اکل و شرب
لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا

تجھ حسن نے دیا نہ کبھو مفسدی کو چین
فتنہ نہ تیرے دور میں پھر نیند سو سکا

وو ہم نہیں جو کریں سیر بوستاں تنہا
بہشت ہو تو نہ مونہہ کیجے باغباں تنہا

کدھر کو چھوڑ گئے مجھہ کو ھمرھاں تنہا
پھروں ھوں دشت میں جوں گرد کارواں تنہا

صبا سے ھر سحر مجھہ کو لہو کی باس آتی ہے
چمن میں آہ کس گلچیں نے بلبل کا دل توڑا

آخر نہ پھرے ہے وو سدا خانہ بخانہ
ایدھر بھی کبھو اُس کا گذر ھووے کا یارب

زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ تحقیق تو کھولے
یہ از یوسف نظر آوے گی ھر انسان میں صورت

ہے جو خوش رو تماکھو والی کا دے ہے لونڈا مجھے دکھا کر گال*

تجھہ مکھہ پہ تا نثار کریں ' ماہ و مہر کی
لبریز سیم و زر سے ھیں دونوں رکابیاں

جن نے سجدہ کیا ' نہ آدم کو شیخ کا پوجتا ہے بایاں پاؤں

مجھہ سا تجھے ہے ایک ' مجھے تجھہ سے ھیں کئی
جا تو دیکھہ لے تو آپ کو آئینہ خانے میں

کس کی ملت میں کہوں آپ کو' بتلا اے شیخ
تو مجھے گبر کہے گبر مسلماں مجھہ کو

مجھہ میں اور یاروں میں ہے ربط سپند و آتش
اِن کی جوشش نے کیا ایسا گریزاں مجھہ کو

شب تئیں یہ رو سیاہ خانہ بخانہ کو بکو
دیکھے ہے تجھہ کو مثل ماہ خانہ بخانہ کو بکو

---

* کلیات میں یوں ہے :
واہ وا بے تماکو والے کے دے ہے تودھا ھمیں دکھا کرگال

تجھہ کو فقط چراغ شام ڈھونڈے نہیں ھے گھر بگھر
پھرتی ھے باد صبحگاہ خانہ بخانہ کو بکو

ھمت کہاں جو سنت دو ناں نہ کیجئے
ایدھر ھو جن کی پشت اُدھر رو نہ کیجئے

میسر ھو اگر محراب تیری تیغ کے خم کی
طرف کعبے کے سجدہ پھر تو کس کافر کو بھاتا ھے

فلک گوشے میں تنہائی کے بھی آرام نیں دیتا
یہ ھم پر شمع کے فانوس میں جلنے سے روشن ھے

تصور میں ترے کہیو صبا ' اُس لااُبالی سے
گلے لگ لگ میں رویا رات تصویر نہالی سے

تری تیغ نگہ کا اے فرنگی زادہ کشتہ ھوں
مجھے کہہ فصل دیں ظالم شراب پرتگالی سے

ھو گئے صاحب جوھر ترا منہ دیکھہ فقیر
ھیں نمد پوش سدا آئینۂ فولادی

میر محمد تقی ' میر ' و فتح علی خان ین ابیات انتخاب می نمایند :—

بے کس کوئی مرے تو جلے اُس پہ دل مرا
گویا ھے یہ چراغ غریبوں کی گور کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئیں تو مزہ ھے شراب کا

آہ کس طرح تری راہ میں گھہروں کہ کوئی
سدّ رہ ھو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

زباں ھے شکر میں قاصر شکستہ بالی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رھائی کا

قطعہ

'سودا' قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ھے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ھو سکا

نہ کھینچ اے شانہ ان زلفوں کو یہاں 'سودا' کا دل اٹکا
اسیر ناتواں ھے یہ نہ دے زنجیر کو جھٹکا
پرے رہ برق خار آشیاں میرے سے کہتا ھوں
اُڑے گا دھجیاں ھو کر ترا دامن جو یہاں اٹکا

'سودا' ھوے جو عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ھے اے دوانے جب دل دیا تو پھر کیا

موج آتش ھے سیل آنکھوں کا شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا
نہ جیا تیرے چشم کا مارا نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

پھرے ھے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منہ موڑا
الٰہی اِن نے اب داڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا

جو گذری ھم پہ مت اُس سے کہو ھوا سو ھوا
بلا کشان محبت پہ جو ھوا سو ھوا
مبادا ھو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ھوا سو ھوا

ترا دل مجھہ سے نہیں ملتا مرا دل رہ نہیں سکتا
غرض ایسی مصیبت ھے کہ میں کچھہ کہہ نہیں سکتا

تیرے آگو مری آنکھوں سے آنسوں کیوں کہ چلتے ھیں
جو تو دریا پہ گزرے ھے تو پانی بہہ نہیں سکتا

تجھہ بن عجب معاش ھے ' سودا ' کا ان دنوں
تو بھی تک اُس کو جاکے ستمگار دیکھنا

نے حرف ' و نے حکایت ' و نے شعر ' و نے سخن
نے سیر باغ ' و نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کُلبۂ احزاں میں روز و شب
تنہا پڑے ھوے در و دیوار دیکھنا

یا جاکے اُس گلی کوں جہاں تھا ترا گذار
لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اس میں بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

کہتے تھے ھم نہ دیکھہ سکیں تجھہ کو ٭ پھر پاس
پر جو خدا دکھاے سو ناچار دیکھنا

کسی دیندار کافر کو خیال اتنا نہیں آتا -
سحر کیا ھوچکا ' سودا ' کے جی پر شام کیا ھوگا

' سودا ' سے یہ کہا میں دل اس طرح سیں کھونا
کہنے لگا کہ نادان کیا پوچھتا ھے ھونا

٭ (ن دوم) روز ھجر کو —

گل مرے مشہد پر کب پھنچے ہے وہ ابرو کمان
طرح غنچے کے کھلے جب تک نہ پیکاں تیر کا

'سودا' سے میں یہ پوچھا دل میں بھی دوں کسی کو
وہ کرکے بیان اپنا رو داد بہت رویا

کیوں اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب
کیا قفس آباد ہوگئے کون سے گلشن خراب

ہندو ہیں بت پرست، مسلماں خدا پرست
میں پوجتا ہوں اُس کو* جو ہو آشنا پرست

کل رخصت بہار تھی، شبنم صفت میں زور
رویا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

یا تبسم، یا نگہ، یا وعدہ، یا گاہے پیام
کچھ بھی اے خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کی طرح

منعم! نہ مر بنائے عمارت کی فکر میں
یے سب حویلیاں تھیں جہاں تک ہے اب اُجاڑ
کتنا شگفتہ رو ہے کہ مانند آرسی
چھاتی کے جس کے رو برو کُھل جائے ہیں کواڑ

گزری جس غم سے مجھے زندگی دہ روزہ
رکھے اُس غم کو خدا شہر محرم سے دور
عقل نیں ایک دن آکر یہ کہا 'سودا' سے (قطعہ‌بند)
خواہ نزدیک ہمارے رہو خواہ ہم† سے دور

---

* (ن) پوجوں میں اس کسی کو —
† پاس یا ہم سے رہا کیجے یا (ن ک)

لیکن اتنا ھے کہ وہ کام نہ کریو پیارے
جس کا ثمرہ رکھے تم کوں * دل عالم سے دور

انکار قتل سے تو کرے ھے سجن ھنوز
میلا نہیں ھوا ھے ھمارا کفن ھنوز

کس کے ھیں زیر زمیں دیدۂ نمناک ھنوز
جا بجا سوت ھیں پانی کے تہ خاک ھنوز

'سودا' کا تو نے حال نہ دیکھا کہ کیا ھوا
آئینہ لے کے آپ کو دیکھے ھے تو ھنوز

اے لالہ ! گو فلک نے دئیے تجھہ کو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ یک دل ھزار داغ

کون کہتا ھے مت اوروں سے ملا کر، مجھہ سے مل
جس کے ملنے میں خوشی تیری ھو مل، پر مجھہ سے مل

رنگ گل بے طرح دھکے ھے بس اے ابر بہار
آشیاں میرا چھڑک ! لگتی ھے اب گلشن کو آگ

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ھوس تمام
ذرہ بھی ھم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

تسلی اس دوانے کی نہ ھوئے جھولی کے پتھروں سے
اگر 'سودا' کو چھیڑا ھے تو لڑکو مول لو پھریاں

ظاھر میں دیکھنے کا کچھہ اسباب ھی نہیں
آوے مگر تو خواب میں سو خواب ھی نہیں

---

* جس کے باعث سے رھو تم (ن ک)

مجھکو نہیں ہے دل میں ترے راہ کیا کروں
پر بے اثر ہے عشق مرا آہ کیا کروں

کس کی ہیں یہ چمن میں صدا ! بد شرا بیاں
ٹوٹی پڑی ہیں غنچہ کی ساری گلابیاں

نہ پوج سنگ و گل اے شیخ اس صدا کو مان
مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

نہ غنچے گل کے کھلتے ہیں نہ نرگس کی کھلی کلیاں
چمن میں لیکے خمیازہ کبھی نیں انکھڑیاں ملیاں

عاشق کی بھی کٹتی ہیں کیا خوب طرح راتیں
دو چار گھڑی رونا ، دو چار گھڑی باتیں

بلبل خاموش ہوں جیوں نقش دیوار چمن
نے قفس کے کام کا ہرگز نہ درکار چمن

نوک سے کانٹوں کے ٹپکے ہے لہو اے باغباں
کس دل آزردے کے دامن کش ہیں یہ خار چمن

جھوتک تو دے کے اوں جو تو ہو کارگر کہیں
اے آہ کیا کروں نہیں بکتا اثر کہیں

ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند
جس کو پکارتا ہوں سو کہتا ہے مر کہیں

جادو بھری ہیں چشم مست آئینہ دیکھ تو
دھڑکے ہے دل مرا کہ نہ پلٹے نظر کہیں

میر کے پاس یہ اپنا ہی گماں ہے کہ نہیں
جلوہ گر یار مرا ورنہ کہاں ہے کہ نہیں

جرم ہے اس کی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو میاں منھہ میں زباں ہے کہ نہیں
دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لئے پھرتا ہوں
کچھہ علاج ان کا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت میں جو لکھا ہے الہی شتاب ہو
اس کشمکش سے دام کے کیا کام تھا مجھے
اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

بہار و باغ ہو ' مینا ہو ' جام صہبا ہو
ہوائے ابر ہو ' ساقی ہو ' اور دنیا ہو
روا ہے کہہ تو بھلا اے سپہر نا انصاف
ریائے زہد چھپے ' راز عشق رسوا ہو
جو مہربان ہیں ' سودا ' کو مغتنم جانیں
سپاہی زادوں سے ملتا ہے دیکھئے کیا ہو

الہی ہے سکت نعم‌البدل کے تجھکو دینے کی
مجھے اس کا عوض تو کچھہ نہ دے پر پھیر لے دل کو
بوئوں میں تخم گل کو جہاں وہاں زقوم ہو
پالوں جو عندلیب قفس میں تو بوم ہو
اپنے چمن کو فائدہ کیا تجھہ سے اے نسیم
یہ جا ہے وہ کہ یہاں دم عیسیٰ سموم ہو

کعبے کی زیارت کو اے شیخ میں پہنچوں گا
مستی سے مجھے بھولے جس دن رہ میخانہ نہ

مت هنس مرے رونے پر آسمان میں کہتا ہوں
ٹپکے ہے ابھی کوئی قطرہ اثر آلودہ

نسیم بھی ترے کوچے میں اور * صبا بھی ہے
ہماری خاک سے پوچھو تو کچھہ رہا بھی ہے

قدم سنبھال کے رکھہ خار دشت پر مجنوں
کہ اس نواح میں 'سودا' برهنہ پابھی ہے

'سودا' جہاں میں آ کے کوئی کچھہ نہ لے گیا
جاتا ہوں ایک میں دل پر آرزو لئے

غیرت عشق آن کر 'سودا' تو پروانوں سے سیکھہ
شمع سے اپنا بھی ملنا دیکھہ جل جاتے ہیں یہ

کس قدر اب کے ہوا مست ہے ویرانے کی
کسی لڑکے کو نہیں سدہ کسی دیوانے کی

'سودا' کو جرم عشق پہ کرتے ہیں قتل آج
پہچانتا ہے تو یہ گنہ گار کون ہے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھہ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

اس چال کے نبھنے کا کچھہ اسلوب نہیں ہے
یہ کج روشی ہم سے فلک خوب نہیں ہے
کہتا ہے بناگوش تری زلف کے آگے
میں صبح قیامت ہوں مری شام یہی ہے

* (ن) بھی ہے چمن میں اور اب

قاصد کے تئیں میں اپنے جو کچھ کہ دوں بجا ہے
جیتا پھرے تو اجرت مُوا تو * خوں بہا ہے

تیری گلی کی طرف اگر ٹک پون بھی
میں آپ کو جلا کے کروں خاک تو سہی
پہنچی نہ آہ تجھکو مرے حال کی خبر
قاصد گیا تو اُن نے بھی اپنی ہی کچھ کہی

ایں بیت کہ مذکور شد در دیوان تاباں هم بنظر در آمد ۔

عشرت سے دو جہاں کے یہ دل ہاتھ دھوسکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہ ہوسکے
جس سر زمیں یہ جا کے روؤں تیری یاد میں
دہقاں کچھ اُس زمیں میں بجز دل نہ بوسکے

نے ضرر کفر کا ' نہ دین کا نقصاں مجھ سے
باعث دشمنی اے گبر و مسلماں مجھ سے ؟
اُس کی خو سے نہیں محرم ' اُنہیں رونے سے کام
کیا کیا چاہتے ہیں دیدۂ گریاں مجھ سے

آ گیا رات میں جیوں دزد حنا تیرے ہات
ورنہ جا ' پانوں کو لاگا ہی تھا چوری چوری

تجھ تیغ تلے کیھ توں رستم سے کہ سر دھر دے
پیارے یہ ہمیں سے ہو ہرکارے و ہر مردے
دل کے تئیں یک عالم کہتا ہے خدا کا گھر
اے عشق اسے آتش دے ہے تو سمجھ کر دے

---

* (ن) ورنہ یہ

کھلنے تو لگا ہے دل جیوں غنچہ ہمارا بھی
لیکن نہ صبا تجسے کا ہے بدم سرد ے
سینے کو وسکمیوں کے نکہ تیری پھوڑ دے
انکھیوں کی ہر پلک صف محشر کو توڑ دے
مرجاں کا نخل ہوں نہ پھلوں برگ و بار سے
ٹپکے ہے خوں ہمیشہ مرے شاخسار سے
خنجر طلب ہے مرگ سے ہر آہوے حرم
دل پھر گیا ہے کس کی مژہ کا شکار سے

زاہد چلا ہے کعبے کو اور برہمن کنشت
بندے ہیں اُس کے ہم جو کسی دل میں گھر کرے
جگ میں شراب خوار کی تشہیر کے لئے
'سودا' جو محتسب ہو تو زاہد کو خر کرے

دولاب کی ہے حق بطرف مستی سے فریاد
پیمانہ کسی کے گلے کا ہار نہ ہووے
ہو دشت جدائی میں تو یہ کیجیے منادی
ظالم ہو جو کوئی سو طرح دار نہ ہووے
کر ذبح شتابی مجھے صیاد کہ یہ صید
ہاتھوں میں ترے ہی کہیں مردار نہ ہووے

میں کہتا ہوں دل اپنے سے کہ ننگ و نام سے گذرے
نہیں گر اس میں یہ باتیں تو کیا آرام سے گذرے

رباعی

مومن نہیں زنار سے میری آگاہ
اِس رشتے کو ہے سبحۂ اسلام میں راہ

اُس بت کا برہمن ہوں کہ صوفی یا شیخ
کہتے ہیں جسے دیکھ کے اللہ اللہ

در منقبت جناب پاک مرتضوی صلوات اللہ علیہ گفتہ (رباعی)

دیوان عدالت میں تمہارے پاشاہ کچھ ظلم کو ہے دخل معاذ اباللہ
شیشے کا جو وہاں طاق سے رپٹے ہے پاؤں پتھر سے نکلتی ہے صدا بسم اللہ

مقدور نہیں اُس کی تجلی کے بیاں کا
جیوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو تعیّن کے در دل سے اُٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا
یک چشم خرد کھول تامّل سے برہمن *
جیوں شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتاں کا
'سودا' جو کبھو گوش سے ہمت کے سنے تو
مضمون یہی ہے جرس دل کی فغاں کا
ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

میں دشمن جاں ڈھونڈ کے اپنا جو نکالا
لو حضرت دل سلمّہ اللہ تعالیٰ

جسے کہ زلف سیہ نے تری ڈسا ہوگا
غرض وہ مر ہی گیا ہوگا کیا جیا ہوگا

قطعہ بند

یوں کہا شیخ نے شیطاں سے کہ آ ہم سے مل
آشنا مت ہو تو 'سودا' سے خراباتی کا

---

* (ن) تک دیکھ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ (گلشن ہند)

کہا اُن نے کہ ہے میری تو سعادت اس میں
لیک ہے خوف مجھے آپ کی بد ذاتی کا

کھینچا نہ میں چمن میں آرام یک نفس کا
صیاد تیری گردن ہے خون اس ہوس کا
کب عشق کی حمیت یہ چاہتی ہے مجنوں
ناقے کے پانوں اوپر تڑپے ہے دل جرس کا

گلہ لکھوں میں اگر تیری بے وفائی کا
لہو میں غرق سفینہ ہو آشنائی کا

جو کہ ہے ظالم وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھو شمشیر کا
توڑ کے بت خانے کو مسجد بنا کی تونے شیخ!
برہمن کے دل کا بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

جو یہ منظور ہے تمکو مرا دل لے کے جی لینا
گیا اک مجھ سادنیا سے ترے سر صدقے کیا ہوگا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پونچے کب اس کو ہات ہمارے غبار کا
موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے دل خاک ہوگیا ہے کسی بیقرار کا

آوارہ ہے اتنا کہ میں جاتا ہوں جب اس پاس
رہتا ہے یہی سوچ کہ گھر ہوئے گا یا رب

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکرونکیر لیکن نہیں دماغ سوال وجواب کا

ترے خط آنے سے دل کو مرے آرام کیا ہو گا
خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہو گا

نہ دی رخصت ہمیں صیاد نے تک سیر گلشن کی
بہت اے بلبلو کنج قفس میں ہم نے سر پٹکا

کر قطع ہات پہلے تب فکر کر رفو کا
ناصح! جو یہ گریباں تو نے سیا تو پھر کیا
'سودا' یہ کیا کرے گا نت اس طرح رونا
عالم کو اے دوانے مت سات لے ڈبونا
جس طرح چاہتا ہے دنیا میں زندگی کر
لیکن یہ یاد رکھیو عاشق کبھو نہ ہونا

ہر مژہ پر ہے ترے لخت دل اس رنجور کا
خون ہے سودا پر ثابت مرے منصور کا
پونچھتے ہی پونچھتے گذرے ہے مجکو روز و شب
چشم ہے یا رب مری یا منھہ ہے یہ ناسور کا
کیا کروں گا لے کے واعظ! ہات سے حوروں کے جام
ہوں میں ساغر کش کسی کی نرگس مخمور کا
اس قدر بنت العنب سے دل ہے 'سودا' کا برا
زخم نیں دل کے نہ دیکھا منھہ کبھو انگور کا

کس کس طرح سے دیکھوں اس باغ کی فضائیں
کید ھر گئے وہ ساقی' وہ ابر' وے ہوائیں
حیرت سے آئینے کا دل کیوں نہ ہو وے پانی
شانہ حضور اس کے زلفوں کی لے بلائیں

باتیں کدھر گئیں وو تری بھولی بھولیاں
دل لے کے بولتا ہے جو تو اب یہ بولیاں

ہر بات ہے لطیفہ و ہر یک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایۂ و ہر دم ٹھٹھو لیاں
کبھو نہیں ہے آنکھوں کی کاوش سے دل کو چین
مژگاں نہ کر سکیں تو نگاہیں چبھو لیاں
کیا چاہئے تجھے سر انگشت پر حنا
جس بے گنہ کے خون میں چاہیں ڈبو لیاں
اندام گل پہ ہو نہ قبا اس مزے سے چاک †
جیوں خوش چھبوں کے تن پہ مسکتی ہیں چولیاں
'سودا' کے دل سے صاف نہ رہتی تھی زلف یار
شانے نے بیچ پڑ کے گرہ اس کی کھولیاں

خواہ کعبے میں تجھے، خواہ میں بت خانے میں
اتنا سمجھوں ہوں مرے یار کہیں دیکھا ہے

نہ استفسار کیجے ہم سے اس لب کی حلاوت کو
شکر کا ذائقہ خون جگر خواروں سے مت پوچھو
ہمیں گر نالۂ کنج قفس کہئے تو آتا ہے
چمن کے زمزمے کرنے گرفتاروں سے مت پوچھو

مر جائیے، کسی سے یہ الفت نہ کیجئے
جی دیجئے تو دیجئے پر دل نہ دیجئے

ملائم ہوگئیں دل پر برہ کی ساعتیں کڑیاں
پہر کٹنے لگے اُن بن نہ کٹتیں جن بنا گھڑیاں

---

† (ن) تنگ ۔

ھنوز آئینہ گرد اس غم سے اپنے منہہ کو ملتا ہے
نہیں معلوم کیا کیا صورتیں اس خاک میں گریاں

اب تلک اشک کا طوفاں نہ ہوا تھا سو ہوا
تجھہ سے یہ دیدۂ گریاں نہ ہوا تھا سو ہوا
جن نے دیکھا ترے منہہ کو کہا سبحان اللہ
قدرت حق سے نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
خط کی خوبی ترے عارض پہ یہ کہتی ہے ھنوز
رونق ملک سلیماں نہ ہوا تھا سو ہوا
قابل شانہ تری زلف ہوئی جس دن سے
کبھو جو دل کہ پریشاں نہ ہوا تھا سو ہوا
ابر مژگاں کے تصدّق سے ترے اے 'سودا'
سبز و خوّرم جو بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا

تونے 'سودا' کے تئیں قتل کیا' کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں؟
جس سے پوچھا کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں
رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا "کہتے ہیں"

برھمن بتکدے کے' شیخ بیت اللہ کے صدقے
کرو لے جا کے 'سودا' کو دل آگاہ کے صدقے

جن نے نہ دیکھی ہو شفق صبح کی بہار
آکر ترے شہید کو دیکھے کفن کے بیچ
کل رخصت بہار تھی شبنم صفت میں زور
رویا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

'سودا' میں اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہوں
ایسی کی ایک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ

اب خدا حافظ ہے 'سودا' کا مجھے آتا ہے رحم
ایک تو تھا ہی دوانہ تس پہ آتی ہے بہار

صدقے ترے، نہ کیجیو گلشن میں پھر گذر
اُس دن سے چاک کرتے ہیں گل پیرہن ہنوز
شبنم کرے ہے دامن گل شست و شو ہنوز
بلبل کے خون کا نہ گیا رنگ و بو ہنوز
ہمرہ صبا کے خاک بھی میری ہے در بدر
جاتی نہیں ہے مجھ سے تری جست و جو ہنوز

ایک دن گھر میں دامن کا ترے دیکھا تھا
گرد پھرتے ہیں گریباں کے مرے چاک ہنوز

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب سے ہم کنج قفس میں ہیں گرفتار ہنوز
ہوئیں گے پا مال نہ کر ہم کو رہا اے صیاد
مشق پرواز نہیں تا سر دیوار ہنوز
تب سے پا مال ہے دل کا ورق صبر و قرار
سبق ناز نہ لیتی تھی وہ رفتار ہنوز
زخم شمشیر ستمگر نے کیا کام تمام *
یارو تم ڈھونڈتے ہو مرہم زنگار ہنوز
شیخ اتنا تو جتاؤ نہ تم اپنا تقویٰ
عوض مے ہے گرو جبہ و دستار ہنوز

---

* (ن) اپنا کام —

تیری دوری سے عجب حال ہے اس 'سودا' کا
میں تو دیکھا نہیں ایسا کوئی بیمار ہنوز
حق تعالیٰ اُسے جیتا ہی رکھے دنیا میں
اس قباحت سے نہیں ہے تو خبردار ہنوز
قیس و فرہاد کے ماتم سے تو جگ میں اب تک
دشت ہے خاک بسر' روتے ہیں کہسار ہنوز

ساقی! گئی بہار' رہی دل میں یہ ہوس
تو منّتوں سے جام دے اور میں کہوں کہ بس

کہتا تھا کل کسو سے 'کروں گا کسو کو قتل
اتنا تو کُشتنی نہیں کوئی مگر کہ ہم
قاصد کے سات چلتے ہیں یوں کہہ کے میرے اشک
دیکھیں تو پہلے پہنچے ہے وہاں نامہ بر! کہ ہم
'سودا' نہ کہتے تھے کہ کسو کو تو دے نہ دل
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب در بدر کہ ہم

مجھ کو نہیں ہے دل میں ترے راہ کیا کروں
پر بے اثر ہے عشق مرا آہ کیا کروں

تجھے مکتوب لکھ 'سودا' نے مرغِ روح کو سونپا
نہ کھینچا انتظار اتنا بھی تا پیدا کبوتر ہو

غیر پہ نعمت ہے کرم' ہم پہ ستم واہ واہ
دیکھ لیا بس تمہیں ہم نے صنم واہ واہ

ہے زلف میں میرا دل مت کھینچیو تو شانہ
زنجیر نہ کھل جاوے ہے سخت یہ دیوانہ

نیم جاں ھوں یہ تری چشم کے بیمار کئی
مر گئے خنجر مژگاں کے دل افگار کئی
تیرے بازار میں اب کیوں کہ نہ بگڑے 'سودا'
ایک یوسف نظر آتا ہے' خریدار کئی

ترا غرور' مرا عجز' تا کجا ظالم!
ہر ایک بات کا آخر کچھہ انتہا بھی ہے

عبث نالاں ہے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں یہ رسم یہاں کوئی کسی کی داد کو پہنچے

طریق عجز میں مجھہ سا تھہ جو مقابل ہو
سوائے خاک نہ میرے کوئی بسر آوے

اتنا لکھائیو میری لوح مزار پر
یہاں تک نہ دے حیات کہ کوئی خفا کرے
فکر معاش و مہر * بتاں' یاد رفتگاں
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے
گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوبروے
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

کیجو اثر قبول کہ تجھہ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغاں لئے لخت جگر گئی
مت پوچھہ یہ کہ رات کٹی کیوں کہ مجھہ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ؟ پیارے گزر گئی
'سودا' لکھا فغاں کو یہ خط اس کے یار نے
جس وقت اُس کے حال کی اس کو خبر گئی قطعہ بند

---

* (ن) عشق —

سن اے فغاں جہان میں عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اِسی روش اُس کی گزر گئی

شیریں نے جور کب نہ کیا کوہ کن کے سر
مجنوں پہ کیا جفا تھی جو لیلی نہ کر گئی

گل ھی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اُس کے حال پہ گل کی نظر گئی

پروانے رات شمع سے اتنے جلے کہ بس
خاکستر اُن کی لے کے صبا دوش پر گئی

میں تازہ کچھہ کیا ھے کہ بدنامی کو مری *
تیری صداے آہ و فغاں § گھر بگھر گئی

حرمت رکھی نہ رعد کی. فریاد نے تری
رونے سے تیرے ابروے ابر تر گئی

لوھو سے تیرے سر کے ' ھے دیوار گھر کی سرخ
آنکھوں سے موج خون کی بھرون در گئی

القصّہ خط کو پڑہ کے یہ ان نے لکھا جواب †
تیرے ھی دل کی چاہ ‡ نہ جانوں کدھر گئی

شیریں کی بات $ میں نہ کہوں ورنہ بارھا
لیلی ' جدھر تھی وادیِ مجنوں ادھر گئی

یہاں تک تو گھٹ میں لیلی کے مجنوں سما گیا
اُن کی اس اتحاد سے باھم بسر گئی

---

* (ن) تیری † (ن) کہ خیر ‡ (ن) مہر

$ (ن) ایک § آواز آہ و نالہ تری

جاری ہوا ہے خوں رگ مجنوں سے وقت فصد
لیلی کی پوست مال اگر نیشتر گئی
ظالم! کروڑ گل کا گریباں ہوا ہے چاک
اک عندلیب گر اجل اپنی سے مر گئی
پروانہ کون سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی
یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے مجھ کو کیا
مجھ سے جفاے ہجر کی طاقت اگر گئی
شکوہ تو کیوں کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستیں مرے لوہو سے بھر گئی

عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہے
دکھاتا ہے اُسے مجھ کو جسے آزاد کرتا ہے

منہ لگاوے کون مجھ کو گر نہ پوچھے تو مجھے
عکس بھی دیتا نہیں اب آئینے میں رو مجھے
ناتوانی بھی عجب کچھ ہے کہ گلشن میں، نسیم
نت لئے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے

کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے وگرنہ
کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی
کہہ ابر! قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھی لخت جگر بھی
کس ہستی موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی

'سودا' تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے فجر ہونے کو تک تو کہیں مر بھی

میر سجاد "سجاد"

تخلص - صف آرائے معارک سخندانی' و شہسوار چابک خرام میدان معانی است - مرآت طبعش از مصقلۂ تربیت میاں 'آبرو' صفا پذیرفتہ' و آفتاب عالم تاب ہستی او در مشرق 'اکبر آباد' طلوع و سطوع گرفتہ- شعر ایہام بسیار میگوید' و مضامین خوب خوب بنظم می آرد - حقا کہ رتبۂ عالی او فوقیت بر رتبۂ میاں 'آبرو' میدارد' و شعر شیرینش در عذوبت' این احقر بہتر ازو می شمارد - و اشعارش بفقیر نرسیدہ' این چند ابیات از تذکرتین فرا گرفتہ' زیب اوراق می سازد —

کافر بتوں سے داد نہ چاہو کہ یہاں کوئی
مرجا ستم سے اُن کے تو کہتے ہیں حق ہوا

بجاے لفظ 'کافر' کہ اوّل پیش مصراع واقع است' اصلاح میر تقی 'میر' "باطل" گفتہ —

گر تیرے گل کے آنے نوں کھوئے نہیں حواس
'سجاد' کیوں پھرے ہے سجن آج فق ہوا

ساقی! بغیر جام کے جیو کا بچاؤ نہیں
جوں فیل مست آوے ہے ابر سیہ' پلا!

کیوں مشت گِل بھی دل کی نہ رونے میں بہہ گئی
'سجاد' مجکو باقی ہے چشموں سے یہ گلا

بے تکلف ہو سبھوں سے وہ ملے ہے ' سجاد '
دختر رز بھی عجب طور کی مستانی ہے

میر محمد تقی " میر" نوشتہ کہ " اگر شعر من می بود ' بیش مصراع این قسم موزوں می کردم: —

ع - بے تکلف ہو نپٹ سرپہ چڑھے ہے ' سجاد' —

راقم سطور 'صاحب' می گوید کہ فقیر را ہم بریں دو مصرع یک مصرع چنین بخاطر گذشت: —

ع : ہر کسی مست کے وہ منہہ کو لگے ہے ' سجاد ' —

ہم نہیں گر گم ہوا بالوں میں تیرے جا کے دل
پیچ پر تجھہ زلف کے گویا کہ اس کو بل دیا

تجکو اے ' سجاد ' پھر از خنجر بیداد کے
اور بھی کچھہ ظالموں کی دوستی نے پھل دیا

جو دل ہو گلوں سے اٹکتا ہوا — ووکا نتّا ہے دل میں کھٹکتا ہوا

بتاں تو چاہتے ' سجاد' تجکو — کریں پر کیا خدا نے جو نہ چاہا

---

* گر تک زمیں پہ اونڈے کی پیٹھہ کو لگاوے
جا نوں ہم اپنے دل میں رستم کے تئیں پچھاڑا

آتش غم نوں ہم کو سرد کیا — دل پھپولا ہوا و درد کیا

---

* نکات الشعراء میں نہیں ہے —

بتوں کی بھی یہ یاد دو روز ہے   ہمیشہ رہے نام اللہ کا

اب چلا لے تک آن کر ساقی!   عمر کا بھر چکا ہے پیما نہ

عشق میں جا ئیگا کہیں مارا   بے طرح دل ہوا ہے آوارا

مقبول اس جہاں کا ہر ایک فنی نہ دیکھا
را جا وہی جو کوئی یہاں سے گیا ہے رانا

'سجاد' کوئی دیکھے بھٹابیاں تو دل کی
ہے زندگی ہماری یہ موت کا نمونا

یار سے دل ملا وہ غیر ستی   نہ دل اپنا ہوا' نہ یار اپنا

لاؤ تے ہو میرے آگے کیا دوا   خون دل اپنا پیوں میں یا دوا

دل میں تو خطرہ نہ لا ہرگز طبیب   دیکھہ کر میرے مرض کو لا دوا

جان و دل سے قبول ہے جانا   پن گلی میں تری مجھے آنا

میں نے جا نا تھا قلم بند کرے گا دو حرف
شوق کے لکھنے کا 'سجاد' نے دفتر کھولا

بیٹھے اگر خوشی سے آکر چمن میں بلبل
کر یال میں غلولا ایسا لگے کہ اُڑ جا

خط کترواکے آج قینچی سے   ہم سے ملنے میں جاے ہے کترا

تیری شمشیر سے جدا ہو کر   سر مرا مجکو تن نہیں دیتا

کیاکرے پاؤں بھی کہ جنگل میں   کچھہ نہیں آبلوں سے چل سکتا

مرے دیکھہ کر حال داماں کا   پھٹے کیوں نہ سینہ گریبان کا

سب کی نظر سے گر کر ایک دم میں پست ہو جا
گر میکشوں میں آوے زاہد تو مست ہو جا

قاتل کی تیغ آگے جاتے ہیں ہم ندھڑ کے
ہرگز ہمارے دل میں سر کا نہیں ہے دھڑ کا

شتابی پلا دے کہ جاتا ہے ابر جو کچھ باقی ساقی رہی ہو شراب

'سجاد' مہرباں کرے کوئی اس کو کس طرح
غصہ ہوا ہے یار میں کچھ ان دنوں غضب

چین دے ہے نہ چین لے ہے آپ دل ہمارا ہوا ہے جیو کو پاپ
کبھی منزل ہوی نہیں پوری بہت اس راہ کو گئے ہیں ناپ

ہر کام کا اگرچہ ہوتا ہے سہل اول
پر عشق کی ستم ہے کوئی ابتدا نہایت

ایک دکھ ہے عاشقی کے پنتھ میں پاؤں کے نزدیک راہ دور دست

جلنے سے صدق دل کے سب بچ گیا خلیل
وہ بات ہے کہ سانچ کو ہرگز نہیں ہے آنچ

دل! آبادی میں تنہا کھینچ مت رنج
کہ ویرانے میں دیوانوں کا ہے گنج

بند میں مت رہ دوانے! عقل کے ‏‏‏‏‏‏‏‏‏ کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

غیروں کو جان! خواب میں غفلت میں ڈال کر
اک رات آ کے سو رہو ہم پاس آنکھہ موند

مر گئے پر، اگر نہیں آسیب ‏‏‏‏‏‏‏‏‏ کیونکہ رکھتے ہیں قبر پر تعویذ

مت ہو نامہ عبث کو جا کاغذ ‏‏‏‏‏‏‏‏‏ اپنے اوپر نہ حرف لا کاغذ
یہ دھواں سا فلک ستاروں سات ‏‏‏‏‏‏‏‏‏ ہے نظر میں مری جلا کاغذ
آسماں ایک رقعہ وار نہیں ‏‏‏‏‏‏‏‏‏ غم کے لکھنے کو ہو بڑا کاغذ

جتنے چمن کے بیچ بٹھائے ہیں نو نہال
تعظیم تیری کرتے ہیں سب اٹھہ کے سر و قد

اس فصل گل میں جوش جنوں کا ہوا ہے قہر
جنگل میں آ بھرا ہے نکل کر تمام شہر
ہوتی نہیں ہے سرد ہمارے یہ دل کی آگ
لاگی ہے جس زمانے سے جلتی ہے دھر دھر

سبھی جلتے تھے شمع و پروانہ ‏‏‏‏‏‏‏‏‏ رات یہ دن تھے اہل مجلس پر

باد صبا سے زلف معطر کی ہم تلک
مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھہ خبر عطر *

کوئی کم گیا ہو گا زلفوں کی راہ ‏‏‏‏‏‏‏‏‏ بہت رکھتے ہیں اس سفر سے حذر

دوانے کا نہیں مطلب دوانہ ‏‏‏‏‏‏‏‏‏ تو کیوں نامے پہ ہے سطروں کی زنجیر

---

* مطبوعہ نکات الشعراء میں نہیں ہے —

شوق جنوں میں تیرے، عوض چاک جیب کے
نرگس چمن میں دیکھے ھے آنکھوں کو پھاڑ پھاڑ

لخت جگر ھمارا پانوں کے سات کھا کر
کرتے ھو ھم سے باتوں اب تم چبا چبا کر

کیوں زرق برق کرکے نہ حاضر ھوں تجھہ حضور
ھیں تیرے گھر کے سب یہ زری پوش خواجہ تاش*

کہا گیا مجروح دل میرے کو داغ
حال کیا کچھہ گوشت کا کرتا ھے زاغ

میرے تمام حال کی تقریر ھے یہ زلف
روز سیاہ و نالۂ شبگیر ھے یہ زلف

خاموش اس سبب ستی رھتا ھے بیشتر
تنگ اس قدر ھے منہ کہ نکلتا نہیں ھے حرف

دور میں رخسار کے تیرے کہیں انصاف نہیں
خط چرالے جاھے دل کو اور باندھی جاھے زلف

جس خوبرو کے دل میں نہ عاشق سے ھو نفاق
کہتے ھیں سارے اُس کے تئیں حسن اتفاق

دل کو کبھی پیار دلا کر کے تو سجن!
لا کا نہیں گلے سے مرے آ کے آج لگ

جب تک ترے بدن کو نہ عاشق بدن لگاے
لگتا نہیں ھے تب تئیں ھرگز کچھہ اس کے انگ

---

* مطبوعہ نکات الشعراء میں نہیں ھے —

زلفوں کے جب اُلجھتی ہیں اُس سات آکے بال
دیتا ہے شانہ عاجزی سے دانت تب نکال

گلی میں تری بیٹھتے ہی سجن
اِن آنکھوں سے آتے ہیں آنسو نکل

تدبیر اور کچھ نہیں مجنوں کے حسب حال
لیلوں کے والدین اسے دیں شہر نکال

کیا جانتے تھے ہم سے مل کر کے اصل سے گُل
اب کے بہار میں یوں ہوویں گی فصل سے گُل

' سجاد ' فکر ہم نہ کریں کیونکہ شعر کی
لگتے ہیں جا کے یار کے منہ سے سخن میں ہم

ایک دل رکھتا ہوں جو چاہے سو لے جاوے اُسے
خواہ زلفیں، خواہ ابرو، خواہ مژگاں، خواہ چشم
پھیر جائیں خوبرو آنکھیں، کریں ہیں جب بناو
دیکھ کر سرمے کے تئیں ہوجاہیں ظالم سیاہ چشم

، ہم آغوش یار ہوتے ہیں سب مزے در کنار ہوتے ہیں
عدائی تک ایک کر ساقی! ایک کشتی میں پار ہوتے ہیں
وو ہیں کسی نشانے پر میرے سینے کے پار ہوتے ہیں

تو ہم نے کیا گریباں چاک تیرے دامن کو کس طرح چھوڑیں

برابر اچھے سجن! بندگی کے کاموں میں
نہیں میں دیکھتا صاحب کے کوئی غلاموں میں

کس طرح کوہ کن پہ گذریں گی ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں *

ہیں شیشیاں شراب کی پیارے! بھری ہوئیں
آنکھیں نشے کے بیچ تمہاری گلابیاں

میں جو اس کی گلی میں جاتا ہوں دل کو کچھ گم ہوا سا پاتا ہوں

سایے میں ہم اُس باغ کے ہر بلبل و گل ساتھ
مدت تئیں دیوار بدیوار رہے ہیں

دیکھوں طبیب درپئے دارو ہے کب تئیں
مرتا ہوں میں تو عشق میں، جیتا ہوں جب تئیں

جو اک دھج ہے ابروے خمدار میں
کہاں پائی یہ ضرب تلوار میں

ہر سادہ رو مخطط ہونے کی دھن رکھے ہے
لیکن کوئی نکالے تیرا سا خط تو لکھ دیں

جب کرے ہے ترے دہن کا بیاں منہ سے غنچے کے پھول جھڑتے ہیں

تیغ تیری کے تلے دھر جائے سر جان! اتنا کوئی جی رکھتا نہیں

تیری وحشی نگہ سے جنگل میں بھاگ گئے پر غزال بیٹھے ہیں

دونوں طرف جو منہ پہ ہیں موجیں سی ماریاں
لہریں ہیں میرے شوق کی زلفیں تمہاریاں

---

* از مصنف ہم چنیں ہر دو مصرع شنیدہ شد :—
ہجر شہریں میں کیوں کہ کاٹے گا کوہ کن یہ پہاڑ سی راتیں
نکات الشعراء

صحت شعر اب مرا ہوا ہے بلند　　شاعروں کو کہو کہ فکر کریں

لب شیریں پہ اُس کے مرتا ہوں　　زندگی اپنی تلخ کرتا ہوں

یہ 'سجاد' کے دل کے جلنے کی قدر　　نہیں بوجھتی شمع اس کو بجھاؤ

میرا جلا ہوا دل مژگاں کے کب ہے لائق
اس آبلے کو کیوں تم کانٹوں میں اینچتے ہو

دیکھ مہندی لگی ان ہاتھوں کو　　پھول آکر لگے ہیں پانوؤں کو

تو روز وصل لے بیٹھے ہے پاس کن کن کو
یہ راتیں ہجر کی کاٹی نہیں ہم اِسی دن کو

چھاتی تڑپے ہے کھلتے وس کی گانٹھ　　زرہ و غنچے کی طرح جس کی گانٹھ
سانپ کی طرح کنڈلی مارے ہے　　زلف تیری ہے کوئی بس کی گانٹھ

نہ جیوں زلف تیرہ ہے ہر دل کی آہ　　نصیبوں سے ملتے ہیں بخت سیاہ

تجھ بن آنکھیاں تلے اندھیرا ہے　　پتلیاں یے نہیں نین میں سیاہ

دل جیسے خط کے سبزے میں کھلیان ہوگئے
پڑتے ہیں ایسے جنگ میں بھی کھیت گاہ گاہ

شرمندہ ہوگئی ہے ترے منہ سے آرسی
اب پھر کے روبرو ترے وو ہرگز آئینہ

یار کا جامہ ہمیں ہے گا عزیز　　یوسف اپنا پیرہن تہ کر رکھے

رات اُس زلف کا وہ افسانہ　　قصہ کوتہ بڑی کہانی ہے
آ بنی ہے خدا سے پیری میں　　بت پرستی ہے اور جوانی ہے

جو کوئی گرا سو آخر تحت الثریٰ کو پہنچا
ظالم کے گھر کی گلیاں کچھ کم نہیں کنوے سے

ہاتھ ہی میں رہے ہے طفلوں کے　　یہ تماشے کا دل کھلونا ہے

تک اس کی کان دھر کر تم سنئے لے　　پرانے درد مندوں کی ہے یہ لے
بھٹکوں بازی کہیں سجن مل جائے　　لیکن ایسے کہاں نصیب مرے *

عشق کی ناؤ پار کیا ہووے　　جو یہ کشتی تری تو بس ڈوبی

تمہیں غیر سے صحبت اب آبنی　　اسی دوستی ہم سے ہے دشمنی

بتوں کے تئیں کس قدر مانتا ہے　　یہ کافر مرا جیو خدا جانتا ہے
جب تک نہیں پہنچتی ترے آستاں تلک
تب تک ہماری خاک کی مٹی خراب ہے

کچھ یہ سجاد کے جیو پر ہی عجب حالت ہے
ورنہ دیکھے ہیں میں اس درد کے بیمار کئی

مونچھیں سے لمبیں توہمت لے شیخ　　پشم نوچے سے کیا اکھڑتی ہے †
اے صنم زنار پہنی تجھ وفا کے واسطے
ورنہ کوئی کافر نہیں ہوتا خدا کے واسطے

---

* نکات الشعرا میں نہیں ہے　　† نکات الشعرا میں نہیں ہے

عاشقوں کا سجن! لہو پی پی دم بہ دم تیری تیغ اُگلے ہے

ماہرو بن یہ شمع محفل میں جیسی روشن ہے سب پہ روشن ہے

سپرداری اُس کی کسی سے نہ ہو یہ ابرو تری ننگی شمشیر ہے

پاؤں جنگل میں دھر نے دیتے نہیں کیا پھولوں نے سر اُٹھایا ہے

ہرگز آنے نہ دینگے غیروں کو جاں ہر چند ہم گئے ہونگے

یعقوب کے جب عشق پڑا سر پہ ٹوٹ کر
آنکھوں نے اُس کی رودیا آخر کو پھوٹ کر

بہار آئی سبھی غنچے ہیں خواہاں آج تو دل کے
شتابی سے نہ دیجو بلبل ارزاں اس کو تک سستا
تجھے لائق نہیں گل توڑ کر کے ہاتھ میں رکھنا
تری یہ نگلیاں مہندی' لگی پوروں کا ہے دستا

وہی خانہ خراب اس دکھ کو جانے کہ جس کا عاشقی کے بیچ گھر جانے

سجن! ملت کروں ہوں مان جا تو ہمسایہ مت کر رقیبوں سات ہا ہا

کوئی جا کے قاتل کو سمجھائیگا کہ عاشق کا جی کھو کے کیا پائیگا
کہا دل نے اتنا تو خوبوں کے تئیں یہ دیکھو کہ اپنا کیا پائیے

آئینے کی طرح وہ تجھ منہ پہ آے ہو کلیجا جس کا لوہا سار کا

جس طرح کی باس کا ہے تو پیا کوئی گل ایسا نہیں خوش بو پیا
اشرفی' پیسے سے نہیں رکھتا ہے کام جو کوئی پاتا ہے تیرا روپیا

ایک ایک بال کر کے لے جائینگے دے بوسا
لڑکوں کے ہات زاہد داڑھی رہا ہے کھوسا

ہم پہ سنگیں دلوں کا ہے بھاری   نہیں جاتا طرح ٹالا

لبریز ہوکے شیشے سے اگلے پڑے ہے مے
کون اس کے اشتیاق میں ئے جاں بلب ہوا

رفتار کا تمہاری نہیں شور جگ میں اب کا
جا کوہ میں چھپا ہے خجلت سے کبک کب کا

ہم اسیروں کے دل پہ پھندوں کا   تیری زلفوں نے تار باندھ دیا

مجلس شراب کی نہیں ہوتی ہے گرم آج
گذرا ہے میکدے میں کوئی شیخ شوم سا

دوانے کو نہیں خلعت سے کچھ کام   وو جنگل میں پھرے ہے بے سروپا

ہر ایک طرف کو اپنے یوسف کا ہوکے جویا
یعقوب مجھ برابر کہیں خواب میں نہ رویا

عشق میں جی نکل نہیں سکتا   مر نہیں کوئی بے اجل سکتا

جو لگے تم کو بھلا جان! وہی بہتر ہے
دل برا تم نے کہا ہم سے بہت خوب کیا

کیا دل سخت، پرا لذت کہاں جاے   بجھے سینے میں پتھر کے شرر کب

جام نہیں منہ سے لگایا تجھ بغیر   آ رہا ہے جاں میرا جاں بلب
خاک سے دل، چشم نرگس ہو اگا   اب تئیں بھی دیکھنے کی ہے طلب

مہت نہیں ہے دریا کا یہ اضطراب   تری زلف کو دیکھ ہوتا ہے آب

تنہا نہ ایک چاند ہے گردش میں تجھ حضور
کرتا ہے آفتاب بھی تجھ آگے دوڑ دھوپ

مژگاں کی صف میں چھپ کے نگہ یوں کرے ہے چوٹ
صیاد جیوں شکار کی ٹٹی کی بیٹھے اوٹ
ہوتا نہیں ہے قلب میں عاشق کے سات صاف
جس سیم تن کے ہوتی ہے کچھ دل کے بیچ کھوٹ
بازی ہمیشہ دیکھے کے رہتے ہیں داؤ میں
زاہد جو بیٹھتے ہیں یہ خانوں میں مار گوٹ
'سجاد' تیر کھانے کو ابرو کمان کے
رہتی ہے میرے دل کو نشانے کے سات چوٹ

جیتے جی ہرگز اس سے اُٹھاتا نہیں ہوں ہات
توری بھواں کی تیغ ہے ظالم یہ سر کے سات
چپ رہ گئے ہیں دیکھ کے سب تجھ دھن کے تئیں
آتی نہیں ہے کہنے میں کچھ تجھ لبوں کی بات

خوش وقتیوں سے کیوں نہ کرے ہات پاؤں گم
'سجاد' اُس کے پاؤں لگیں جس کسی کے ہات

مہندی کی مچھلیوں کی طرح غرق خوں ہے دل
تجھ ہات بیچ دیکھ کے اس شست کی نشست
میرے ضعیف سینے پہ یوں بیٹھتا ہے ہاتھ
جیسے کہ ناتواں پہ زبردست کی نشست

یوں گھر گیا جو زلف میں کہا جانتا تھا دل
عاشق کو سر اُٹھاتے ہی پڑ جائیگا یہ پیچ

دوری میں درد هجر کا، اور وصل میں جفا
اس عاشقی کے پنتھ میں مشکل هے هر طرح

چرخ کبود هے یہ هرگز نہ بوجھیو تم
دل سوختوں کے باندھا هے دود دل نے گنبد

دشمن سبھی طرح ستی هیں دین و دل کے یہ
کافر بتوں کا جی میں نہ دیوے خدا پیار
تو اُٹھ گیا هے جب ستی آغوش سے سجن!
بیٹھا هے تب سے دل بھی مرا مجھ سے بے کنار

کوہ کن کیوں نہ سر کو پھوڑ مرے لی هے جا کس پہاڑ سے ٹکر

هلال آسماں سے بہتری میں ترا ایک ایک نُہ هے دس برابر

بت پرستی و میکشی سے دل! کب تو توبہ کرے هے توبہ کر

اُٹھے هے دیکھو هر طرف بار بار صبا کیا اُڑاتی هے گل کی بہار

لاتا هے امروز فردا همیں کسی کا نہیں آج کل اعتبار

هجر کی راتیں بھی آخر کٹ گئیں ایک سے رهتے نہیں هیں دن هموش

اور هی طرح کا سخت وو کافر هے سنگدل
تو مثل اس صنم کے نہ هر بت کے تئیں تراش

دوستی میں کسی پہ بوجھ نہ دے تو دلوں پر نہ هووے بار اخلاص
اپنا دشمن جو هو کوئی 'سجاد' وہ کسی سے کرے پیارا خلاص

چھوڑتے فصد اِس دوانے کی چھوٹ فصاد کی نہ جاوے نبض

یہ جلنا دل اپنے کا آتا ہے یاد
جہاں جلتے دیکھوں ہوں مجلس میں شمع

کب گریباں چاک پر تنگی کرے ہے جنوں کے دشت کا دامن وسیع

جان! رونے کے سبب دل بجھ گیا منہ سوں جلتا رہے کیوں کر چراغ

پھول لالا کے نہیں جھڑ جھڑ پڑے یہ باغ میں
جو ہوے بسمل ہیں سو ان کے یہ ہیں لوہو کے داغ

رہو آہ دل سوز میرے سے فرق کہ ہے خوشہ چیں اس کے خرمن میں برق
بھنور میں تری زلف کے دل مرا سدا فکر میں ڈوبنے کے ہے غرق

سدا ٹوک اپنے تھے تم پیار سے لگی کس کی اس ٹوک اپنے کو ٹوک

سکوروں میں جلتے ہیں جیسے چراغ
یہ آنکھوں میں اس طرح جلتے ہیں اشک

نظر میں جس گھڑی اُس گل پہ ڈالی نہیں آرام تب سے شاخ کو تل
کہیں برہم نہ کھا جاے شور محشر قیامت شور پر ہے یہ مرا دل
نہ دیکھا دل نے اس کو خواب میں بھی عبث کس نیند تو سوتا ہے غافل

ہوتے نہیں جو شمع تری انجمن میں ہم
جلتے ہیں سر نیچ سونچ کے اپنے ہی من میں ہم

رو دیا ترت یار نے 'سجاد' ! جب مری آنکھ سے ملائی آنکھ

جو کہا غیروں سے' اور ہم سے نہیں سن رہیں گے ہم بھی وہ باتیں کہیں

آنے کا خواب میں بھی نہیں وہ کبھی نظر
'سجاد' تو گیا ہے عبث کس خیال میں

عشق سے کس کے نہیں داغ جگر جلتے ہیں
سنگ ہے تس کے بھی سینے میں شرر جلتے ہیں

اگر وہ صبح کو مجرا کسی کا لینے کوں
نکل کے گھر ستی آوے تو ہم سلام کریں

اے خدا درد ستی ہائے بت کافر کے
حال بد تر ہے مرا تجھ کو ہے بہتر معلوم

دوانا کہاتا ہو جو دشت کا فکل دیکھے تک آج میدان میں
کتابی ہے ہر شعر 'سجاد' کا پسند اُس کو کرتے ہیں دیوان میں

سجن کی زلف پہ جب تک نگاہ رہتی ہے
نہ اشک تھمتے ہیں اک دم نہ آہ رہتی ہے

آ کھڑا تو ہوا جو کوٹھے پر گھر گئے عاشقوں کے بیٹھ کئی

دل مرے کا لکھا ہے جب سے سوز تب ستی ہے قلم کی نوک جلی
سن کے مرے فغاں کو عالم میں نے کسی نے پھر ہات بیچ نہ لی

دل ہوگیا پھپھولا پیارے! تمام جل کے
کیا تجھ نہال سے ہوں امید وار پھل کے

تنہا نہ دل مرے نے زلفوں سے تاب کھایا
گلشن کے بیچ سنبل کھاتا ہے تاب ہلکے

ایسے ترے چمکتے دانتوں کو دیکھ پیارے!
پانی ہو جائے موتی مارے نہ کیونکہ جھلکے

کیا جانتا تھا، مجھکو رسوا کریں گے سب میں
یہ طفل اشک میری آنکھوں کے بیچ پل کے

تجھ سات رات بسکے نہیں کوی رہا شگفتہ
ہر صبح دم پیارے! کھلتے ہیں ہار گل کے *

بات احمد کی بہت زیادہ ہے　　عقل کا وہاں سوار پیادہ ہے
چرخ سے شق ہو چاند کا گرنا　　طشت از بام اوفتادہ ہے

سعدی "سعدی"

از شعرائے سلف دکن است، زبانش با روز مرۂ دکن آشنا۔ مرقدش در جوار برھان پور مشہور است۔ اشعار او سوائے این ریختہ کہ بتذکرۂ نکات الشعرا، مذکور است، دیگر بسمع نرسیدہ، از وست:—

ہمنا تمن کو دل دیا، تم نے لیا ہور دکھ دیا
تم یہ کیا، ہم وہ کیا، ایسی بھلی یہ ریت ہے

وونھیں کے گھڑ کروں دو رو کے انجھواں دل بھروں
پیش سگ کوپیت دھروں، پیاسا نہ جاوے میت ہے

---

* بر کھلتے رہے —۔

"سعدی" غزل انگیختہ' شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ' هم شعر هے' هم گیت هے

نجم الدین علی خان "سلام"

ولد شرف الدین علی خان "پیام" - معنی تلاش والا مقام' واز شعرای شیرین کلام است. مولدش دارالخلافۂ اکبرآباد' وطبع نکتہ سنجش معنی ایجاد - این دو بیت دیدہ شد :—

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ درازی رات کی بیمار سے پوچھ

بے تابیو قسم هے تمہیں میرے صبر کی
مسلخ میں بعد ذبح تحمل نہ کیجیو

سعادت اللہ خان "سعادت"

از سادات امروهہ بود' و گرہ معنی نازک بناخن فکر رسا می کشود - این ابیات از تذکرتین ماخوذ شد :—

کس سے پوچھوں' دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات
ایک جو شانہ هے سوتو تہل میں ڈالے هے هات

هوش کھو دیتی هیں میرا اُس کی آنکھیں مے پرست
بسکہ هوں کم ظرف' دو پیالوں میں هوجاتا هوں مست

کیا صید آهوے دل آسواری سے میاں! تم نے
کمر کی تاب نہیں کھولی گویا چیتے کی ڈوری تھی

واللہ جو سر لوح ترا نام نہ ہوتا   ہرگز کسی آغاز کا انجام نہ ہوتا

یار سے جو رقیب لڑتے ہیں   یہ ہمارے نصیب لڑتے ہیں

اہل زر کے سیم تن ہوتے ہیں رام   صید ہوتی ہوں جس جگہ دیکھے ہیں دام

پپیہے کی طرح دارو کے شیشے   زبان حال سے کہتے ہوں پی پی

نہیں تجھ ہجر میں پیتے شراب ارغوانی ہم
ارے ساقی! ترے مارے نہیں مانگیں گے پانی ہم

میر ناصر "سامان"

تخلص - سامان سخن گوئی بسیار می داشت، وشعر فارسی خوب می گفت - تربیت یافتۂ میرزا مظہر جان جان است - سخن ریختہ‌اش نمکے دارد :—

رقیباں دیکھ مجھ جلتے ہیں اس بھانت
گویا رشتے میں ہیں اس شمع رو کے

گوڑا کھو ہوگئے سارے حسو داں   اُڑائے ہیں اڈوں کو ہم نے سو کے

سبھی کہنے لگے اب شعر ایہام   سلیقے کم ہیں 'ساماں' گفتگو کے

'فتح علی خان' این دو بیت می نویسد :—

اُٹھیں کیوں کر نہ اب دل سے بھبھو کے   کبھو تھے آشنا ہم بھی کسو کے

خبر بھی آوتے پہ رہ گئی ہے   کبوتر اُڑ گئے پیغام کی کو کے

میر سراج الدین "سراج" *

تخلص - شمع چرب زبان بزم روشن بیانی ' و سراج میر محفل آتش زبانی است - بازار ریختہ در دکن بعد ' ولی ' دکنی ازو گرم گردیدہ ' و آوازۂ سخنش از بس اشتہار عالم رسیدہ - شعر پر سوزش دل فروز ' و سخن پختہ اش گلو سوز است - درین ایام با راقم سطور گرم می جوشد ' ودم از دل سوزي می زند - غرض مغتنم است ' حق تعالی سلامت دارد-در دیباچۂ منتخب دواوین فارسی کہ در سنۂ تسع و ستین و مائۃ و الف تالیف ساختہ' و تاریخ تالیف " منتخب دیوانہا

---

* شاہ سراج الدین ' سراج ' اورنگ آبادی از ابتدا در مسلک سپاهیاں نوکري می کرد' الحال ترک روزگار کردہ از چند سال لباس درویشی پوشیدہ است - در فکر ریختۂ هندی طبع موزونے دارد - دیوان ریختۂ هندي ترتیب دادہ - گاهے در فکر اشعار فارسی می گراید ازوست :—

یاد رکھہ اے دل خوں گشتہ کہ جیوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گھر نہ ہو
هوا ہے دست بیعت خانوادے میں ترے غم کے
رہے گا سلسلہ آنسوں کا جاری روز محشر لگ
ترهی روئی کی تم اب لانے لگے طرزیں نئی
کوئی دنوں تھی فصل مہٹھوں کی سو شاید ہوگئی
مجھہ نگہیں داغ دل پر نقش ہے حرف وفا
عشق کی امت میں هوں مہر نبوت کی قسم
شعررنگیں کے غزالوں کوں کیا صید سراج
رشتۂ دام ہے تار نگہ چشم خیال

(تحفۃ الشعراء)

یافته ' احوال خود می نگارد - و راقم سطور ازان جا نقل بر می دارد ' که " این فقیر از سن دوازده سالگی بغلبهٔ شوق (بجهة) هفت‌سال جامهٔ عریانی در برداشت و بتکلیف نشاء بیخودی اکثر در سواد روضهٔ متبرکهٔ حضرت برهان‌الدین غریب شبها بروز می آورد ' از جوش همان مستی اشعار شور انگیز و ابیات درد آمیز بزبان فارسی از مکمن جان بعرصهٔ زبان می آمد و باقتضاے احوال خامه را به تحریر آن آشنا می ساخت' احیاناً شوق سندی حاضرالوقت می بود بجهة حلاوت ذائقهٔ طبع خود کاغذ را سیاه می نمود و اگر آن اشعار تمام به تحریر می‌آمد ' دیوانے ضخیم ترتیب می‌یافت - چون تقاضاے عمر قابل آن همه سخن سنجیها نبود ' باستماع آن موز ونات حال عالمی در ورطهٔ تعجب افتاده ' از جملهٔ اهتمامات بقصور می آورد بعد انقضاے مدت مسطوره تلاش لذت تحقیق محرک رگ جان گردید ' تا بآن وساطت بجناب حامی شریعت غزّی ' سالک طریقت‌الاخفی' واقف حقیقت‌المولی' عارف معرفت‌الکبری' قبلهٔ مریدان راسخ‌الیقین و صاحب‌الایمان' کعبهٔ مستفضیان کامل‌الصدق و ثابت‌البرهان' حضرت خواجه‌سیدشاه‌عبدالرحمن چشتی قدس‌الله سره‌العزیز که وصال مقدسش در سنهٔ احدی وستین و مایة والف اتفاق افتاد - مستعد ارادت گشته ' فیض یاب ارشاد گردید ' و جرعه از بزم عنایت آن ساقی شراب هدایت' موافق حوصلهٔ خود چشیده - درآن ایام براے پاس خاطر عزیز عبدالرسول‌خان صاحب که برادر طریق این فقیر اند ' اکثر اشعار آبدار در زبان ریخته بسلک سطور منسلک گشت - ایشان آن جواهر متفرق را که

قریب پنج هزار بیت بود به ترتیب دیوان مرتّب نموده ' حصۂ مشتاقان خاص گردید ' و رفته رفته شہرۂ تمام یافت ' که بعام هم رسید و فقیر بعد چندے بلباس فاخرۂ " الفقر فخری " ممتاز گردید و از همان روز موافق امر مرشد ' برحق تا حالت تحریر که سال هفدهم است ' دست زبان از دامن سخن موزون کشید " ۔ انتہی —

مثنوی شاہ صاحب مسمیٰ به " بوستان خیال " که جملۂ ابیاتش یک هزار و یک صد و شصت باشد ' بنظر در آمد ۔ حقا که خون از رگ اندیشه چکانیده است مطلع او این ست :—

ارے هم نشینو! مرا دکھ سنو　　مرے دل کے گلشن کی کلیاں چنو

اشعار آبدارش مشہور آفاق است ' از بس اشتہار حاجت تحریر ندارد ' ولیکن بنا بر التزام این جریدہ بقلم می آرد :—

دل جگر کی پهکڑیاں آهوں کے تاگوں میں پرو
بیٹھ کر دوکان غم پر پهول والا هو گیا
اشک باراں ' آه بجلی ' هجر کی کالی گهٹا
ماه رو بن کس طرح کا برشکالا هو گیا
نیند سے کهل گئیں مری آنکهیں سو دیکها یار کو
یا اندهارا اس قدر تها یا اُجالا هو گیا
بهر رها هے بس که دود آه میرا اے ' سراج '
آسماں جوں پردۂ فانوس کالا هو گیا

آ پیا پیا شراب کا پیالہ پیا هوا
دل کے دئے کی جوت کا کاجل دیا هوا

نہیں جب سے پاس شاھد گلگوں قبا 'سراج'
جی پر ھے تنگ جسم کا جامہ سیا ھوا

مشہد میں قمریوں کے وو سرو قد جو آوے
شمشاد ھر چمن کا شمع مزار ھوے گا

آئینہ رو کے دل میں نہیں عکس مہربانی
میری طرف سے اُس کو شاید غبار ھوے گا

دل مرا زلف ستی چھوٹ پھنسا ابرو میں
کفر کو ترک کیا سائل محراب ھوا

رخسار یار حلقہ کاکل میں ھے عیاں
یا چاند ھے 'سراج' اماوس کی رات کا

اُس پھول سے چہرے کو جو کوئی یاد کرے گا
ھر آن میں سو سو چمن ایجاد کرے گا
* جب بوت میں تعریف کہوں اس کی بھووں کی *
البتہ ھلالی بھی اسے صاد کرے گا

جان و دل سے میں گرفتار ھوں کن کا؟ اِن کا
بندۂ بے زر و دینار ھوں کن کا؟ اِن کا
صبر کے باغ کے منڈوے سے جھڑا ھوں جیوں پھول
اب تو لاچار گلے ھار ھوں کن کا؟ اِن کا
حوض کوثر کی نہیں چاہ، ز نخداں کی قسم
تشنۂ شربت دیدار ھوں کن کا؟ اِن کا

جل گیا پروانہ، پن سمجھ سا سماندر خو نہیں
یہ سخن شاگرد کا اُستاد پر باقی رھا

جاتا ہے مرا جان نپٹ پیاس لگی ہے
منگتا ہوں ذرا شربت دیدار کسی کا

سب پر ہے کرم مجھ پہ ستم' کیا ہے دورنگی
دلدار کسی کا ہے' دل آزار کسی کا

زنجیر بھلی' قید بھلی' موت بھی جیوں تیوں
پن حق نکرے کس کو گرفتار کسی کا

میں ہوں تو دوانہ' پہ کسی زلف کا نہیں ہوں
واللہ کہ رکھتا نہیں یک تار کسی کا

ابروے پرچیں کو تیرے دیکھ دل حیراں ہوا
کیا مگر شمشیر جوہر دار کو دیکھا نہ تھا

دل مرا بیخودی کے دریا میں سب سے آزاد ہو نہنگ ہوا

دورنگی خوب نہیں یکرنگ ہو جا سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

حنا سے تم نے نہیں باندھی ہے مٹھی لئے ہو ہات شاید دل کسی کا

تجکو اے آہو نگہ کس نے سکھایا یہ طرح
یا تو تھا اوروں سے رم یا ہم سیں رم ہونے لگا

ماجرا سنکر ہمارے اشک بے پایان کا
آب ہو جاتا ہے زہرہ نوح کے طوفان کا

دیکھکر دریا میں اُس مہندی بھرے ہاتھوں کا عکس
خشک ہو جاتا ہے لہو پنجۂ مرجان کا

ہے بیان شور بیتابی مرے ہر بیت میں
برق کے سونے سے جدول چاہیے دیوان کا

ڈورے نہیں ہیں سرخ تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

آ مری آہ کا تماشا دیکھ　　گر تجھے ذوق ہے ہوائی کا

جو تیوری چڑھاوے' تو جی کو لبھاوے' وگر مسکراوے' تو پھر گر جلاوے
نیا اِن دنوں میں ہے دیکھا ہے ہم نے وو ساحر کی افسوں گری کا تماشا

بت پرستوں کو ہے ایمان حقیقی وصل بت
برگ گل ہے بلبلوں کو جلد قرآن مجید
لشکر قلب صف عشاق میں ہے غلغلہ
یکہ تاز آہ کو کس نے کہا ہے فارسید
باغ سے گلچیں چلا تب بلبلوں نے غل کئے
حضرت گل کو لیے جاتا ہے یہ کافر شہید

نظر آتا ہے قد ترا مجھکو　　سرو آزاد گلشن ایجاد

یہ تنگی انھوں کے دھن کی نہ پاوے گا اپنے گریباں میں سر کو نوا تو ں
اے غنچے نہ باقی ہو مہتاب رویوں سے ست خندہ پن کر چکوروں کے مانند
غم کے پہاڑوں کو سر پر اٹھاے ہیں وحشت کے پنجوں سے آہوں نے میری
دل کے اکھاڑے میں اب کون ہمسر ہے ان پہلوانوں کے زوروں کے مانند

رخ ترا نسخۂ گلستاں ہے　　ہے خط سبز جدول زنگار

ہے سری ہر ہر پلک پر جلوہ گر خون جگر
دیکھ دریا کے کنارے پر چراغاں ہے ہنوز

گل گلاب کے جیوں اس پاس ریحاں ہے
عیاں ہوا ترے رخسار پر خط شب رنگ
ترے دھن کی مسی سے مجھے ہوا معلوم
نماز شام کا ہے وقت اب نہایت تنگ

یک جا ہوے ہیں بلبل و پروانہ اے 'سراج'
اس شمع رو کے چہرۂ گلنار کی قسم

مثل سیماب آتش غم میں ز بس بیتاب ہوں
بعد مرنے خاک میری کیمیا سیں کم نہیں

پیچ کھا کھا کر ہماری آہ میں گرھاں پڑیں
ہے بھی سمرن تری در کار کوئی مالا نہیں

گذر غیر کا نہیں شکیبائی سے آؤ
دل و دیدہ خالی ہیں دونوں سرائیں

ارے غنچہ ہر صبح اس خوش دھن سیں
مناسب نہیں خندہ پن کی ادائیں

دو زلفوں نے گھیرے ہیں چہرے کو تیرے
بلائیں بھی لیتی ہیں تیری بلائیں

کہو کیونکر رہے فوج خودی کا مورچہ قائم
کہ یہاں قلقل کے گولے شیشۂ مینا سے آتے ہیں

ہر اک ناقوس میں آتی ہے آواز
کہ ہے پر کھٹ وو ہر ہر کے کھٹ میں

اشک خونیں ہے شفق آج مری آنکھوں میں
سانجھ پھولی ہے ترے باج مری آنکھوں میں

جلنا تڑپ تڑپ کر' مرنا سسک سسک کر
فریاد! ایک جی ہے کس کس خرابیوں میں

● (ن) خرد (کلیات) ـــ

مل کر دو چشم خونیں کرتی ہیں قتل عاشق
کیا اتفاق ہے کا دیکھو شرابیوں میں

ہمارے پر ترھی ابرو کیے ہیں رقیبوں کے طرف ابرو کیے ہیں

آرزو ہے مری آنکھوں میں رہو پتلی ہو
تم کو دیدوں کی قسم یہ وطن اپنا بوجھو

تمام آیات خوبی ہیں خط و خال عجب ہے شوخ کا چہرہ کتابی
کلید آہ سیں صندوق دل کا قفل کھلتا ہے
الٰہی کارخانے کا اسے مشکل کشا کہئے

بہار ساقی ہے بزم گلشن میں مطربان چمن شرابی
پیالہ گل، سر، سبز شیشہ، شراب بو، اور کلی گلابی
ارے چکورو! یہ چاندنی نہیں عبث کے ہو ہجوم تم نے
ہوا ہے جوش بہار نسریں سے دھوپ کا رنگ ماہتابی

کسی استاد تیر انداز نے لے سیں لگا ہوں گے
ہمارے تودہ دل پر عجب لے سیں چلایا ہے (؟)
یکا یک کھول کر متھی پلک کی موند لیتی ہیں
مری آنکھوں نے شاید خواب میں کوی لال پایا ہے

فقیر ہم درین زمین ریختہ پنج بیت گفتہ، این ست در ریختہ:—

پھپولا یوں جگر کے شیخ کا انکور لایا ہے
مگر اب کے کچھ اُس کا دل تو سے پینے پہ آیا ہے
تجھے ہم پر کیا معلوم ہووے عشق کی سختی
وہی جانے قدر اس کی کہ جن نے دل گدوایا ہے
نہیں دیکھا ہے شاید قد ترے کو سرو رعنا نے
کہ یوں نخوت سے گلشن بیچ آ، سرکو اُٹھایا ہے

خرد کو عشق میں آ کر رکھیئے طاق کے اوپر
مرے دل نے ترے ابرو سے یہ مضمون پایا ہے
کلشتوں میں مگر اندھیر رہتا ہے کہ اب 'صاحب'
برہمن بتکدے میں دان کو یوں جلا یا ہے (؟)

مجنوں بھی گرچہ خاک نشینی میں کم نہ تھا
ہم نے بھی اپنے وقت میں دھو میں اڑا چکے

شہ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی
وو عجب گھڑی تھی، میں جس گھڑی، لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق میں جو دھری تھی تیوں ہی دھری رہی

میں بے خبر تھا اس کے تبسم نے کی خبر
بلبل کی نیند خندۂ گل سے اُچٹ گئی
ہات میں شمشیر لے آتا ہے وو جلاد خو
عاشقوں کو عید قربان کی مبارکباد ہے
طوق و زنجیر نہیں جس پہ، کسے رحم آوے
دام الفت کے گرفتار کو کوئی کیا جانے

تازہ رکھ آب مہربانی سیں ایک دل سو چمن ہرا بر ہے
رحم مجھ پر، کرم رقیبوں پر ہوے تو بہتر نہ ہوے تو بہتر ہے

مرے گھر مہر سیں گر وو مہ ابرو ہلال آوے
رقیب شوخ طینت کے ستارے پر زوال آوے
بجاے "شوخ طینت" چنین بخاطر می گذرد :—
۶ - کہن طینت رقیبوں کے ستارے پر زوال آوے"

صدائے آہ قمری سے چمن میں راگ ہوتا ہے
عجب نہیں جو ہراک شمشاد کو وقت سے حال آوے

نیم بسمل کسی کو حق نہ رکھے　　شکر للہ کہ ہم تمام ہوئے

بےخطی میں عیاں ہے سبزۂ خط　　تیرے عارض میں بسکہ صافی ہے

وو پھول مرا آج کدھر بھول پڑا ہے
دل پھول کے پھولوں نہ سماوے تو بجا ہے

میر محمد تقی 'میر' و محمد فتح علی خان این ابیات انتخاب نمودہ اند —

تم پر فدا ہیں سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے 'کیا صاف گال والے

پی بن مجھہ آنسووں کے شراروں کی کیا کمی
جس رات چاند نہیں ہے ستاروں کی کیا کمی

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا
کہاں 'سراج' کہاں آفتاب عالمتاب

رفو گر کو کہاں طاقت کہ زخم عشق کو ٹانکے
اگر دیکھے مرا سینہ رفو چکر میں آجاوے

شعلہ خو جب سے نظر آتا نہیں　　لوٹتا ہے تب سے انگاروں پہ دل

عجب وہ سرو گلزار ادا 'خوش قد ہوا واقع
پر بلبل 'نہال گل کو دست رو ہوا واقع

ہائے رہ گئی دل میں دامن گیریوں کی آرزو
سبزۂ تربت مرا ہے پنجۂ گیرا ہنوز

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا　　طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

مدت سے گم ہوا دل دیوا نہ ہے * 'سراج'
شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کے ہات

شکر للّٰہ ان دنوں تیرا کرم ہو نے لگا
شیوۂ جور و ستم فی الجملہ کم ہو نے لگا

نہیں ہوا اس شمع روکے عشق میں داغ ایک 'سراج'
ہیں وہ حسن آتشی کے ایسے پر وا نے کئی

یہ منصور چشموں کی تبرید کرنے کو شبنم ہے سرو آبشوروں کے مانند *
روپے کی نہالی' سفیدی ہے نرگس کی' زردی ہے زر کے کٹوروں کے مانند
دل کے خزانے سے شاید لے جاوینگے جھو کے جواہر کو عیاؔر یوں سے
ہر دم خیال اُس کا آنکھوں کے روزن سے آتا ہے چھپ چھپ کے چوروں کے مانند

پتھر بھی نہیں ہے شرر شوق سے خالی
بیتاب ہی نبض رگ خارا کی خبر لو

مجھے مصری ستی بیزار یاں ہیں ۔۔۔ وو شیریں لب کی باتیں پیاریاں ہیں
چلا ئی موتھہ شمشیر نگہ کی ۔۔۔ وو جادوگر میں کیا عیاریاں ہیں
نہ بوجھو آسماں † اوپر ستا رے ۔۔۔ ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں
غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی ۔۔۔ ہماری تعزیت کی زاریاں ہیں

مجھے غم دست و گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا
چاک سینے کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

---

* (ن) بیگا نہ رہے — (ن ک) پرتم —
† دونوں تذکروں میں یہ شعر نہیں ہے کلیات میں ہے —

اب تلک مجکو کسی شخص کے چہرے کا خیال
صورت آئینۂ جاں نہ ہوا تھا سو ہوا

صف عشاق میں کوئی ثانی مجنوں مجھ سا
وحشی کوہ و بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا

آہ سوزاں سے مرے دامن صحرا میں 'سراج'
قبر مجنوں پہ چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

میں نہ رکھتا تھا شہیدوں کی عبادت کی خبر
اب دم خنجر کے پانی سے وضو کرنا لگا

مانگ تیری سیس کی ظلمات میں
مانو دیکھا ہے آدھی رات میں

خواب میں بھی دیکھنا اس کا مجھے مشکل ہوا*
بسکہ رہتا ہوں خیال یار میں بیدار نت

ناز کے دیوان میں اے مطلع حسن و جمال
قد ترا ہے مصرع و ابرو ہے بہت انتخاب

اے جان 'سراج' آج دکھا درس تو اپنا†
ہے وعدۂ فردا مجھے فردا ہے قیامت

لیا ہے نقد جاں بلبلاں یعنی خراج اپنا
چلایا خسرو گل نے اسی رنگوں رواج اپنا

ارے غم! صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کی
قیامت کل کو آتی ہے عمل کر لے تو آج اپنا

لگا کر راکھہ جوگی ہوئی قمری باغ کو تج کر
مگر کوئی سرو قد کے واسطے چھوڑے ہے راج اپنا

* (ن) ہوا مشکل سراج — † (ن) جلوۂ دیدار —

ترا غم زہر تھا پن نوش دارو جان کر کھایا
کیا ہے اچھے ہاتھوں دل ہمارے نے علاج اپنا
وو ظالم مجکو جلتا دیکھہ کر اتنا بھی کہتا نہیں
کہ کیا ثابت قدم ہے کیوں نہ ہوے آخر'سراج' اپنا

ہر دم دم خنجر اُپر اس سر سے گذرنا
اول قدم شوق ہے منزل کو ہماری

آفریں خون مرے دل کا بجا کام آیا
سچ سپاہی کو بڑا نام ہے تل جانے کا

تھر تھرا تا ہے ہر سحر خورشید　　دیکھہ تجھہ چہرۂ زریں کی سج

دستار بادلے کا چلا بندہ شعلہ رو
شاید کہ آفتاب سے چہرا بدل کرلے

کل سے بیکل ہے مرا دل ' یار کو دیکھا نہ تھا
کیوں نہ ہو بیتاب دل دلدار کو دیکھا نہ تھا

یار آتا ہے مرے قتل کو اور میں ہوں خجل
حیف اس وقت میں میرا دل بیجاں نہ ہوا

باغ نے سرو کی انگلی کو لب جو پر رکھہ
حیف کہتا ہے کہ وہ سرو خراماں نہ ہوا

اول کی تم تو بھول گئے مہربانیاں
لانے لگے ہو خوب شرارت کی بانیاں
مجھہ دل کے کوہ طور کا سرمہ دیے ہو تم
باقی ہیں اب تلک بھی وہی لن ترانیاں

دامن تلک بھی ہاے ذرا دست رس نہیں
کیا خاک میں ملی ہیں مری جاں‌فشانیاں

عہد وصل سرو قد سے ہیں مرے گھر شادیاں
عالم بالا سے آتی ہیں مبارک بادیاں

شاہ غلام قادری ''سامی''

ادا بلند گرامی' عالی تلاش نامی- مورد کرامت الٰہی' مظہر قدرت نا متناہی- چراغ دودمان فقر و فنا' فروغ خاندان توکل و استغنا' ہماے اوج قناعت' طوطی بوستان فصاحت' مخترع قواعد ذو آئین' موجد قوانین دل نشین' روشن دل حق بین' طریقت پسند حق گزین' عارف آثار سبل' مقصد یاب صلح کل' که سخن رنگین در خدمت او دست بسته ایستاده' و غزالان مضامین تازه در دام الفاظ او از خواهش دل افتاده- از صغر سن طبع نقّاد' و ذهن وقّاد دارد- بهر علمے یا هنرے که توجه نمود' باندک فرصت حجاب از رخ شاهد مقصود کشود- در هر فن کامل عیار است' و مزاجش از همه چیز مبرا و نیز گرد تکلف اصلا پیرامون دامان حالش نگردیده' و سموم تکلیف در گلستان همیشه بهار او هرگز نه وزیده- وقتے که آن بزرگ در صوبهٔ برار تشریف داشت' فقیر مودّت نامه به تحریر آورد' و این دو بیت ریخته به 'سامی' خط قلمی نمود:-

شہر خجستہ بیچ ہمیشہ بہار ہے
ہر کوچۂ و گلی میں دیکھو لالہ زار ہے

'سامی' گئے ہیں بھول جو یہ شہر' تھا ہرا
اہل 'برار' سے اونے* صحبت برار ہے

الحال کہ در خجستہ بنیاد آمد' راقم سطور از ملاقات مستوفی خیلے سرمایۂ سرور اندوخت - و آن خلق مجسم بکرات و مرات رونق افزاے کلبۂ خاکسار شد - عزیزے باین حسن خلق و آشنا پرستی و کمالات' زمانۂ ناتوان بین کم دیدہ حق تعالیٰ سلامت دارد - ''قصۂ سرو و شمشاد'' قریب ہفت ہزار بیت بزبان ریختہ موزون کردہ بود' در احتیاط نسخۂ مذکور صاف نشدہ بدزدی رفت' مگر چند اجزاے اون از جائے بدست افتاد' باز از سر نو در تصنیف تتمہ سرگرم است' در نامہاے سوال و جواب سرو و شمشاد قیامت برپا کردہ' و پایۂ معنی تلاشی بہفتم فلک رسانده - درین نسخہ دل خواست' بقلم می آید' و قصۂ ''طالب موہن'' کہ بر غم ''قصۂ لعل و گوہر' عارف الدین خان 'عاجز' گفتہ است' بسیار ملاحت دارد - لیکن ''بسرو و شمشاد'' نمی رسد —

جد 'سامی' میرزا فیض اللہ مشتہر بمیر ہدایت اللہ کہ در شیوۂ خوشنویسی نظیر نداشت' بداروغگی کتب خانہ و جواہر خانہ و خوشبوی خانۂ محمد اعظم شاہ' علم یکتائی افراشت - بعد رحلت اعظم شاہ ترک دنیا گردہ منصب فقر گزید - والد بزرگوار 'سامی' در عہد نواب مغفرت مآب بعلو پایۂ تقرب و عطاے تصدی منصب محسود اقران بود کہ ناگاہ آن

---

* انہیں

انجذاب عشق حقیقی بطرف خود کشید و از اسباب دنیا ترک گزیدہ، مدّتے مسند آرائے ارشاد بودہ، بزیارت حرمین شریفین روانہ گشت - در اثنائے راہ بجہاز شربت شہادت چشید، دران زمان عمر 'سامی' دوازدہ سالہ بود کہ ترک خلائق و تجرید علائق اختیار کردہ، بہ ہیچ احدے از امرا التجا نیارد -

نامۂ سرو کہ بجانب شمشاد نوشتہ این است :-

اُٹھ اے ساقی زمانہ ہوکے غڑا — جدائی کا لکھوں پھر تجھ پر طغرا
مگر نامے سے کر اب ناز سے بات — کہ ہے مکتوب ھی نصف الملاقات
ارے ساقی ارے اے یار ہمدم! — زمانہ اب ہوا پھر تجھ پہ برہم
ہمیں اس وقت تیرے سات ہے کام — دہ خط یار سے ہم کو پلا جام
نہیں عاشق کے طالع بیچ آرام — کہ یکدم جس ستی برلاوے کچھ کام
ہے دشمن عشق بازوں کا جہاں سب — سراسر یہ زمین و آسماں سب
فراق وحزن وغم سب مستعد ہیں — ذرا قابو کے اوپر مستعد ہیں
کہا میرے سے یوں وہ میرا بے تاب — کہ ہے جس کا جدائی سے جگر آب
کہ جب وہ سرو آزاد جدائی — دیکھا شہ جعفری سے بیوفائی
لکھا غم نامہ اس دم یار کے تئیں — بولایا الغرض دل دار کے تئیں
ورق تھا پردۂ دل اس کی خاطر — بنایا پسلیوں سے خط مسطر
ہوا اتمام جب وہ نامۂ غم — لپیٹا پردۂ سینہ میں اس دم
سویدا کی کیا تھا مہر اُس پر — کہ کھودا تھا جو اُس میں نام دلبر
بولا کر آہ کا قاصد شتابی — بھجایا اُس کو با صد اضطرابی
چلا اس باغ میں جب قاصد آہ — دیا شمشاد کو وہ خط دلخواہ

دیکھی جس وقت اس نامے کو دلبر — رکھی تسکین دل کو اپنے دل پر

رگ شریاں کی انگلی ساتھہ کھولی — قیامت اُس پہ ہونا تھا سو ہولی

لکھا تھا اس میں یوں مضمون بیتاب — جگر سے دل تلک تھا جوش سیماب

کہ اے شمشاد باغ بے قراری! — گل رنگوں' بہار غم گساری

پس از آداب شوق بے قراراں — کہ دست ہجر سیں ہیں اشک باراں

دو ابرو کو سلام اس قد خم سے — نگہ کو دیدہ بوسی چشم نم سے

دو لب سے بوسہ وو رخسار کے تئیں — مقدس مصحف دیدار کے تئیں

یہ بوسہ ہے وو وحشی دل کو آرام — نبوجھو اس کے تئیں بوسہ یہ پیغام

دعاے طول عمرک ہر سر مو — قدم بوسی سے بھیجی طرف گیسو

نیاز عشق ناز حسن کو ہے — طریق بندگی سب روبرو ہے

ہے تسلیمات دل آرام جان کو — سو معنی مو کمر نازک میاں کو

رکھا میں نے اُپر یہ گفتگو سب — کہ ہے یہاں آرزو اب عرض مطلب

ہمیں شکوہ فراق ہجر کا ہے — زمانے کا یہ خاصہ آشنا ہے

یہاں میں کیا کہوں یہ ہجر بیدیں — بہانے کو کہا ہے ناتواں ہوں

کہ آ سکتیں نہیں آرام ہر دم — غرض اس کا یہی ہے کام ہر دم

کہ حسن و عشق کے ہونے سے یک جا — پڑے آنکھوں میں اُس کے سنگ خارا

(... ... یک جا دیکھ سکتا — کھرا کھوتا و لیکن دل پر کھتا

کہوں کیا تجکو اے شمشاد قامت — قیامت ہے' قیامت ہے' قیامت

جدائی سے ترے مجنوں ہوا دل — برنگ طفل دل پر خوں ہوا دل

ترے بن کیا کہوں اے مایۂ ناز — خوش آئیدہ نہیں بلبل کی آواز

اگرچہ تجھہ بنا میں باغ میں ہوں — سراپا لالہ مثل داغ میں ہوں

پلاتا ہے ہمیشہ مجکو لالہ — شراب غم سیں بھر خونیں پیالہ

سبھی گل یہاں تو نافرمان ہی ہیں — یہ چشمے نوح کا طوفان ہی ہیں

مرے دل پر چمن کے سب فوارے　　ہر ایک قطرے سے ہیں رہزن انگارے
ترے بن باغ کی ساری عمارت　　مجھے ہے مثل ناموزوں عبارت
نہیں مستی ذرا یہاں تاک کے بیچ　　رہا ہے عیش کیا اب خاک کے بیچ
صراحی سرو کی خالی ہوئی ہے　　یہ قمری غم سے جل کالی ہوئی ہے
نہ تنہا غم سیں میں مرتا ہوں کُوکُو　　گئے ہیں سرو کے بھی فاختہ اُڑ
جگر لالے کا غم سیں داغ ہیگا　　برنگ شعلہ سارا باغ ہیگا
یہ نافرماں سیہ رو بن گئی ہے　　بنفشہ جل کے کجلی بن گئی ہے
گلاب اِسدم ہوا ہے مثل صد برگ　　برنگ زرد پھلے قابل مرگ
نہ دیکھے جو شب غم میں اُجالا　　گل شبّو کے آنکھوں پر ہے جالا
ہوا ہے آشکارا، نہیں ہے پنہاں　　بیاض دیدۂ نرگس سے یرقاں
خزاں سے جاں بلب جو ریوتی ہے　　چنبیلی ساری قبریں سیوتی ہے
گلوں کا اُڑ گیا ہے سربسر رنگ　　رہی ہے عیش کی مردنگ ہو دنگ
دکھا آشوب کا از بس لکد کوب　　گیا ہے قال غمگیں تال میں ڈوب
طنبورا سر گراں ہوکر گیا لٹ　　نہایت ڈھول کا دکھتا ہے اب مٹ
ز بس دیپک سے دھڑکا دل کا کانون　　جدا قانون عشرت سے ہے قانون
ہوا تیرے بنا غم کا جو ملہار　　چلا ہے عیش کے ملہار ملہار
خوشی کا ہو اُڑا طاؤس سارنگ　　لگے ملنے کف افسوس سارنگ
غم دوری کا آیا کاں سے یہ نت　　کیا عشرت نگر سوزاں کا چوپٹ
جگر میں غم کے دیپک کی لگی آگ　　خوشی کی پور(...)پورب گئی بھاگ
جہاں تک راگ تھے بیرنگ ہوگئے　　خوشی و غم کے سُر سب ہنگ ہوگئے
گئے سب راگ اڑّاتا رہا ہے　　غم ہجراں کا یہاں گاتا رہا ہے
ہجوم غم کا گلشن میں (...)　　دو دامی چشم بلبل کی لگی پھٹ

(...) جیسا جو قد سرو خم هے — گلے میں قمریوں کے طوق غم هے
فرض مرغ چمن کل داغ هیںگے — (... ...) سب گل داغ هیںگے
هوے هیں بے تامل سربسر گل — مشدّہی شمع و گل، پروانہ، بلبل
خصوصاً میں هوں اپنے حال پر دنگ — کہ هے مجھ پر زمیں تنگ، آسماں تنگ
کہوں کیا یہ دل تنگ ستم گار — کیا هے زندگی سے مجکو بیزار
نہ جنگل میں مجھے هے طاقت و تاب — نہ گلشن میں مرے رهنے کا اسباب
جنگل میں خاک اُڑتی هے کہوں کیا — چمن میں آگ جلتی هے کہوں کیا
نہیں کوئی انیس و یارو همدم — نہیں کوئی رفیق و مونس غم
جسے دیکھا سو وو قابو کا هے یار — جسے دیکھا سو عبدالغرض مکّار
خدا جانے کہاں هے یار جانی — کہ تا هووے اُنہوں سے بد گمانی
یہ اپنا ہے زمان مثل زمانہ — عداوت کو هیں جو یا ہے بہانہ
ز بس اُن کے سرشتوں میں وفا نہیں — بنا حق یک ذرا میں آشنا نہیں
کہوں میں جعفر شہ کا کیا کیا — یہ مال و ملک سے اُس کے لیا کیا
کیا میں اُس کے حق میں کیا برائی — جو مجھ سے یوں کیا هے بیوفائی
نہیں آشفتہ تخت و تاج کا هوں — نہیں مشتاق اُس کے راج کا هوں
مرے ملکوں میں میرا نام هیگا — مجھے اس ملک سے کیا کام هیگا (۹)
و لیکن واسطے تیرے اے دلدار — یہاں آیا هوں، بے طاقت هوں، ناچار
مجھے تجھ عشق کا جو راج هیگا — زمیں تخت اوروں کو لا تاج هیگا
زبس تجھ عشق کا میں رهنما هوں — جہاں هوں وهاں شہ ملک وفا هوں
تری خاطر سہی ساری جفائیں — اگر هیں تجھ میں کچھ طرز وفائیں
تو جلدی سے مرے نزدیک آجا — کہ پاوے راحت دل جان شیدا
وگر آتا نہیں تو صاف لکھیو — و لیکن کرکے کچھ انصاف لکھیو

پڑھے جو سر بسر سارا یہ مضمون   ہوا تب بیقراری سے جگر خون

نامۂ شہشاد کہ در جواب نامۂ سرو نوشتہ

سنا ہے خال کے مژگاں کا خامہ   پکڑ کر یوں لکھے تب شوق نامہ

ورق پر پردۂ دیدہ کے بے تاب   جدا آنکھوں سے کر کر پردۂ خواب

کہ اے سرو و گلستان محبت   بہار محملت و جان محبت

پس از عرض نیاز بے قراری   طریق بندگی و جاں سپاری

دو ابرو کا سلام اُس قد خم کو   نگہ کی دیدہ بوسی چشم نم کو

عقیق لب سے ہمدوشی کو بوسہ   بغل گیری ، ہم آغوشی کو بوسہ

دعاے "مدّ عمرک" آہ کے تئیں   مصافحہ ہے غم ناکاہ کے تئیں

فراق و ہجر کو تسلیم 'جار' ہے   کہ خانہ وصل کا غم آشنا (؟) ہے

بعد از اشتیاق ازحد افزوں   بیان وجہ اشک جگر خوں

کہ میں ہوں سہر بلد خانۂ غم   بلی ہوں خلق میں افسانۂ غم

میں وہ بلبل ہوں جو اِس فصل کے بیچ
پڑے ہجری میں میں وصل کے بیچ

(...... ... .)   یہ صحرا تنگ ہے تس پر قفس تنگ

خزاں اب ہجر کی پھر کہاں سے آئے   کہ گلشن فصل گل پل میں لٹائے

خوشی کاں ہے ہمارے نہیں چمن کی   کہ نہوں ہوگی خبر اپنے بدن کی

لگی ہے آگ گلشن کے گلوں کو   جلا اٹھے خانماں نے بلبلوں کو

ہمیں کہا جاؤ چل کر باغ و بستاں   کہ ہے کنج قفس ہم کو گلستاں

طبیبوں کو عبث دیتے ہو آزار   سلے ہیں ہم غم ہجراں کے بیمار

عجب کچھ ہجر کا ہے اے خدا مرض   میرے ہر عضو کو ہیگا جدا مرض

جدائی سے ترے اے سرو یکتا   ہے سودا میرے ہر مو سوں ہویدا

یہ سودا میرے ہریک موسے دیکھو　　پریشانی دل گیسو سے دیکھو
ہووئیں کاکل جو ہریکدم پریشاں　　نظر میں میرے ہے عالم پریشاں
شکست طرّۂ گیسو نہ پوچھو　　شکنج سار ہر یک مو نہ پوچھو
دو ابرو یار سے قم پشت خم ہے　　بلاد گور بستی یہاں علم ہے
زبس ہیں روز و شب مشتاق دیدار　　یہ دو مخمور ہیں گوشے میں بیمار
دو مژگاں ملتے ہینگے دست افسوس　　کہ دل میں چشم بیماری کو مت سوس
رخ گل گوں ہوے صفرا کی زردی　　وو آگو آہ کی ملتی ہے سردی
حرارت سے مرے دو لب ہیں خونی　　عیاں ہے اس سے یہ آتش درونی
مجھے ہے یہاں تلک ضعف نزاکت　　نسیم تلک کی بھی نہیں ہے طاقت
نزاکت کا لگا اس قدر تیشہ　　کہ مخمل کا بھی اب چبھتا ہے ریشہ
دہن ہے ناتوانی سات معدوم　　کمر ہے ضعف سے یک شکل موہوم
اثر یہاں تک کرے ہے ناتوانی　　نگاہ گرم سے ہوتا ہوں پانی
زبس ہر آن ہی مجکو ادا سے　　ہریکدم ہے مرے تئیں بارجفا سے (؟)
مری جب آہ کا اٹھتا ہے گھنگور　　اُڑاتا ہے دھاں سے بھاگ جیوں چور
پلک آنسو سے سرسا روکتی ہے　　پکارے مرر کویل کوکتی ہے
ندی آنسوں کی بہہ در در پکارے　　تو بھرکے تھیتری جیھنگر چنگھارے
ہوے رونے کا جب میرے پکارا　　بجے ساون کے آنے کا نقارا
یہ بادل آہ کے اُمڈیں جہاں پر　　گھاکارا (؟) جھمیں سب آسماں پر
یہ ساون اشک کی جھڑیاں لگاویں　　تو تک رونے کا ہم ملہار گاویں
مرے آنسو ہیں ساون کے تروڑے　　اُمنڈ آتے ہیں برسا کر دڑوڑے
یہ بادل دیکھیں جو برساون آیا　　کہیں چل اب بھمیری ساون آیا
مرے رونے کا بھادونکا جو بادل　　گرجنے کو لگے جس دم ہو بے کل

یہ بادل دیدۂ برسات برسے کڑک کر بیجلی برسات برسے
نہیں برسات بچھڑے جو پیارے کلوار آنکھوں سے روتا ہے ہمارے
ہماری آہ کی سردی سے کا تک ... ؟ آشکارا ہوے کا نک
چراغاں آہ کے ہر دم لگاویں دوالی کی یہ عشرت اُس میں پاویں
اگھن ہوگا ہمارا یہ دم سرد بنے صورت خزاں کی یہ گل زرد
نہ دیکھو آہ مجھ مایوس کی شکل بنی سردی دل سے پوس کی شکل
نساں سے کھینچ کر یہ سردی ماہ بنے ہیں ماہ بن ہم صورت کاہ
ہمارے زمہریر آہ کی یخ دکھا نے خلق میں سردی دوزخ
جو پھاگن برہ کا بھکوا مچاوے تو آہ گرم سے ہولی جلاوے
بسنتی پوش خون دل ہوے ہم تڑپ کر ہجر کے بسمل ہوے ہم
برہ کے دامن دل کو لگا آگ جلا ہولی لگے ہم کھیلنے پھاگ
یہ مہرا رسم ہے ہولی مشہور کہ ڈالے خاک سر پڑھوویں سرور
جگر کی آگ میں ہولی جلاویں بہار عیش کو ہم غم میں پاویں
ہمارا دیکھ کر سامان ہولی اُٹھا نے شور کر طوفان ہولی
چمن میں فاختہ نے لی ہے سر آگ جنگل میں ٹیسووں کے تئیں لگی آگ

ادھر سے باد لیتی ہے ٹکورے اُدھر سے جہاز کھاتے ہیں جھکورے
شہاب آنسو نہیں پچکاریاں ہیں جہاں میں ان سکی خوں باریاں ہیں
ہماری ہولیوں کی ہے عجب دھوم کہ برسے اشک رونے کی گھٹا جھوم

عبیر خاک ہم ملتے ہیں منھ پر بنے پچکاریاں یہ دیدۂ تر
کہاں ہولی کدھر کی بات بولوں میں اپنے غم کو کس کے سات بولوں
مہینا چیت کا ہم دل جلوں کو کیا ہوگا خرابی بہا چکوں کو(؟)
بگولے غم کے اڑتے ہیں ہر ایک طرف بنا منہ دامن صحرا بہ یک طرف
اگن بیساکھ کی ہے کیا قیامت کہ ہے اس میں جدائی کی علامت

مرا جی جل گیا ہے اس اگن میں　　رہی نہیں ہاے طاقت جان و تن میں
جہاں میں تجھ سے ہے بیساگ ظاہر　　دھولارا آہ کا دیکھو سرا سر
غضب ہے یہ مہینا جیٹھ کا ہائے　　دل عشاق میں آتش کو سلگائے
مرا جب باورا دل ہووے ہے گرم　　تو اُس دم جیٹھ کو بھی آوے ہے شرم
اگن مجھ باورے دل کی ہے کچھ اور　　نہ تنہا جیٹھ دوزخ پر گرے چور
کہوں میں کس سے اپنا حال یارب　　مرے پرھے جو کچھ جنجال یارب
میں اپنے بخت بر ہم سے اسی دم　　کروں ہوں یہ محبت نامۂ غم
نہال خشک کو تھا آب باراں　　دیا تھا بیخودوں کو راحت جاں
دیا تھا شعلۂ ہجراں کہیں آب　　دیا تھا دل کی بیتابی کا اسباب
کہ یک دم دل نے پایا کچھ تو راحت　　ہوا تازہ دلی داغ جراحت
اُٹھا یا جوش یہ جب عشق نیرنگ　　گرا پتھر کے اوپر شیشۂ رنگ
اٹھے ہیں پردۂ ناموس کو چیر　　حیا کی تھی ولے پاؤں میں زنجیر
اُلجھ کر پاؤں میں مجکو گرائی　　گری ایسی کہ پھر سر نا اُٹھائی
کری کیا اُن نے مجھ سے دشمنی آج　　حیا اور شرم کا گھر ہووے تاراج
جہاں ہے عشق وہاں شرم و حیا نہیں　　نگاہ دور بیں، عقل رسا نہیں
ولے میری یہ عقل بے حیا خو　　ہوی اس وقت میں شرم و حیا جو
ہزاروں بار عشق اُس کوں بھگا یا　　ولیکن بے حیا ایسی نہ پا یا
کہ پھر منصوبے سیں ہوتے ہیں قائم　　ہمیشہ اُس کا یہ ہے کام دائم
مری اب عقل عقل عشق بن گئی　　سدا ہے اُس کے تئیں اور آب میں گئی!
تمہیں کہتے(؟)عقل عشق یہ بات　　کرو تم کام اب منصوبے کے سات
ملو اول تو سلطاں جعفری سے　　محبت سے یا صلح زر گری سے
پھر اس کے بعد اس سے لے کے رخصت　　چلیں گے مل کے ہم تم با فراغت
گر ہوتی ہوں میں رخصت طلبکار　　تو میرے سے وو یوں کہتا ہے ناچار

دریغا یہ زمانہ کیا برا ہے
مرا فرزند بھی مجھ سے جدا ہے

ہوئی تو سرو کی آخر اے شمشاد
ہماری کچھ بھی الفت ہے تجھے یاد

اگر بے رخصت اُس کے یہاں سے جاؤں
تو پھر اس خلق کو کیا منہ دکھاؤں

یقیں بہتر ہے اول اُس سے ملنا
پھر اُس کے بعد رخصت ہو کے چلنا

یہ مضموں جب ہوا انجام سارا
لکھی آغاز اور انجام سارا

ہوا اتمام جب یہ شوق نامہ
رہا خاموش تب لکھے سے خامہ

لپیٹی زلف کے مانند یک سر
کری تب مردمک کی مہر اُس پر

اُسے قاصد کے تئیں سونپی یہ مکتوب
چلا وہ آنکھ سے کر اُس کو منصوب

قدم آنکھوں سے کر جلدی سے آیا
یہ نامہ سرو کے نزدیک لایا

لیا تب سر و آنکھوں کو لگا کر
کیا اُس پر نثار آنسو کے گوہر

پلک کی انگلیوں سے اُس کو کھولا
گُہر آنسو کے رو اُس کے پہ رولا

پڑھا مضمون جب اُس کا ہوا دنگ
کہ یارب اس طرح کیا ہو گیا رنگ

لکھا تھا میں نے اُس کے تئیں کہ آوے
نہ چاہا تھا کہ یہ قصہ سناوے

اُٹھی چاروں طرف سے باغ میں دھوم
کہ ہے کس واسطے یہاں سرو مغموم

ادھر سے غیرت عشق ستمگار
نہنگ پر نہیب بحر خونخوار

دیکھایا اس طرح سے بیقراری
کہ کاں تک حسن سے کرتا ہے زاری

تم اس دم بے محابا بے مدارا
کرو کچھ جذبۂ عشق آشکارا

ہوا جب اس طرح کا نامہ طیار
بولایا جلد پیک شعلہ رفتار

دیا نامہ زباں سے ہو کے گل ریز
کہ دے شمشاد کو یہ آتش تیز

ہوا اس خط کو لے جب پیک راہی
بنا برق اور اُڑا مثل ہوائی

ادھر سے سرو پیشانی میں پرویں
مرصع کا رکھا شبدیز پر زیں

جبیں سے اُس کے غصہ موج مارے
نگہ خونی ہنسی کی فوج مارے

چلا وهاں سے و لیکن سرو بیتاب   جگر پرآتش و دو چشم پرآب

لیا یہ راہ ملک نا مرادی   کہ وهاں مجنوں کی گم هوگئی هے وادی

ولے قاصد نے جسدم خط دلدار   دیا اور یوں کہا رخصت هے اے یار

سنے شمشاد جل کر هوے انگارا   اُڑا دل جیوں ... ؟ کا سارا

دل نا شاد سے اس خط کو کهولی   گهر آنسو کے وهاں بهر پور رولی

لکها تها سرو نے اس ... شمشاد   کہ اے شمشاد تجکو آفریں باد

کدهر گئی وو محبت کی صفائی   کدهر گئے وہ طریق آشنائی

کدهر گئیں هاے وو الفت کی باتیں   کدهر گئے هاے وو شیریں نکاتیں

کدهر گئی وو نگاه الفت آمیز   کدهر گئی وو نگاه فرحت انگیز

کدهر گئی وو وفا کی بات افسوس   کہ کرتے تهے همارے سات افسوس

یہ معشوقوں کی طرز بیوفائی   کہ بس قطع امید آشنائی

جگر ان بیوفاؤں سے جلا هے   نهایت درد غم سے تلملا هے

(... ... ...)   نگاه سحر سے جادو کری گر

جب آیا دام میں یہ دل کا آهو   تو تب کرتے هیں اسدم فکر قابو

تو پهر ان کی نظر میں مهل نهیں هے   کہ گویا ان تلوں میں تیل نهیں هے

خصوصاً عورتوں کی کج ادائی   کہ هے مشهور اُن کی بیوفائی

ذرا اُن کے سرشتوں میں وفا نهیں؟   کوئی اُن کی طرح نا آشنا نهیں

جو عورت ناقص العقل وو نهیں هے؟   فتور ان سے جهاں میں بالیقیں هے

گیا سر پهوڑ کر فرهاد اس سے   هوے بهتوں کے جی برباد اس سے

جو دیکهی عورتوں کی هم نے یہ بات   اُٹهائے صحبتوں سے اُن کے هم هات

اگر تم هو تو تم بهی بیوفا هو   محبت کے سخن میں نا رسا هو

تمهاری هم نے الفت خوب دیکهی   محبت میں نپٹ معیوب دیکهی

اگر ہے حسن بے پروا طبیعت — ہے بے پروائی اُس کی خاص طینت
نہ بھولو صورت زیبا کے اوپر — نہ بھولو حسن بے پروا کے اوپر
ہے یہاں بے غیرت عشق جفا کار — خزاں کے تئیں نہیں پروائے گلزار
تم اپنے حسن پر مغرور مت ہو — وفا کی راہ سیں یوں دور مت ہو
سدا یا میں حقیقت سب تمہیں صاف — کرو انصاف تو ہے عین الطاف
وگر تم میں بھی یہ رسم جفا ہے — سلامت رہو ہمارا بھی خدا ہے
کئے ہم اب سلام رخصتانہ — نگاہ واپسین کا نہیں بہانہ
اُٹھا بلبل کو اور گل کا اُٹھا پت — ہوئے ہم مثل گل گلشن سے رخصت

این چند گوہر آبدار از درج افکار " سامی " است : —

نیناں کے طور غم میں ترے ہم بھی روے ہیں
آنسو یہ ایک تار میں موتی پروے ہیں
پلکوں کو بحر اشک سے کچھ فائدہ نہیں
مرغ آبیوں کے پر کہو کس نے بھگوے ہیں
دل کے چمن میں - داغ ہوے ہیں ہزار گل
ہم نے بھی اپنے باغ میں لالہ کو بوے ہیں
تو سن گلگوں گلستان میں پھر آتی ہے بہار
کس تجمل اور نزاکت سات آتی ہے بہار
عندلیبوں کی دعا کئی دن میں اب ہوی مستجاب
خون سے ان کے ہر یک گل کوں نہلاتی ہے بہار
غور کر دیکھو چمن میں نہیں ہے گل مہندی کا جوش
یہ حنا گلشن کے ہاتوں کو لگاتی ہے بہار
دیکھ رتبہ تو شہید عشق کا ' ہر سال میں
سبز چادر قبر مجنوں پر چڑھاتی ہے بہار

سرو جب تقلید قد یار کی تا ہے تب
ہنستے ہیں گل اور اُس پر مسکراتی ہے بہار
گر نہیں ہے سرو دیوانہ تو موج آب سے
پاؤں میں کیوں اُس کے زنجیریں پنھاتی ہے بہار
گل پہ شبنم نہیں ہے یہ گلگوں قبا کے واسطے
تکمۂ یاقوت پر موتی جماتی ہے بہار
آخرش وو ہی خزاں اور ووہی نالہ عندلیب
کیا ہوا دو دن اگر گل کو ہنساتی ہے بہار
لالہ نہیں ہے باغ میں، اُس یار نافرماں کو دیکھ
کھول سینہ داغ دل اپنا دکھا تی ہے بہار
تھیر تے نہیں شعلۂ گل کے اُوپر، ہیں بیقرار
بلبلوں کے پاؤں کو شاید جلا تی ہے بہار
جب چمن میں وو مرا گل پیرہن کرتا ہے سیر
آنکھ کے تئیں اُس کے نرگس نظر لا تی ہے بہار
میرے نافرمان لالے کو چمن میں دیکھ کر
پوست میں اپنے یہ پھولی نہیں سما تی ہے بہار
گلبدن، نسریں قبا، نرگس نین، کاہے کہ اب
میرے سے اُس کی بدا کیا مفت جاتی ہے بہار
اس بسنتی پوش کے آنے کے بیچ ......
کیا گلال و رنگ تیسو کو اُڑا تی ہے بہا
'سامی' اس موسم میں اب مانند مظہر لاعلاج
"ہم کئے ہیں توبہ اور دھوم میں مچاتی ہے بہار"

ہے خبر گلشن میں اب تشریف لاوے گی بہار
بلبلوں کے تئیں رلا گل، کو ہنساوے گی بہار
دم غنیمت ہے ارے گل دیکھ لے دو دن کے بعد
جس طرح رنگ حنا، ہاتوں سے جاوے گی بہار

باغباں! ہم سے تو کیوں دلگیر ہوتا ہے عبث
ہم نہ آتے، کیا کریں ہم کو بلاتی ہے بہار
ہے سخن سرسبز ان کا عندلیبوں پر مدام
طوطیوں کو آرسی شاید دکھاتی ہے بہار
کرکے روشن تختۂ گل کے چراغاں باغ میں
بلبلوں کو روز پروانے بناتی ہے بہار
یار اس موسم میں نہیں، اس واسطے جاتا ہے جی
دشمن جانی ہماری کاں سے آئی ہے بہار
سبزۂ و گل اور نافرماں سے اے 'سامی' تمام
فرش بوقلموں زمیں پر کیا بچھاتی ہے بہار

عندلیبوں کا چمن سے دل اُچٹ جاوے تمام
آج دیکھیں گر ہماری شعر خوانی کی بہار
وقت پیری میں فلاطوں نے کہا 'سامی' سے یوں
سب سے بہتر ہم نے دیکھی ہے جوانی کی بہار

بلبلوں کا دل چمن میں کس طرح سے جا لگے
یہاں کے لڑکوں کے بغل میں ہے گلستاں کی بہار

مو پریشاں اُڑے ہیں آنکھ اوپر   خوب مچھ سے بھسے ہے چالوں میں
آرسی دیکھ کر بھی کہتی ہے   خوب روئی ہے تیرے گالوں میں

دیکھہ وو خال گال پر سامیؔ خوب ھے اتفاق خالوں میں

دوا ھے رام کی دم نہیں ہوا آھو نین جب سے
مری وحشت کے زخم دل کو سہتا ہو کے سہتا ھے
ھوے ھیں سرخ رو معشوق رنگ زرد عاشق سے
عنادل کا لہو گلشن میں شاید گل ھی پیتا ھے
چکارا تھا رقیب من ھرن کے یہاں نہ آنے میں
سکوں سے اپنا ماتا ھے پھر اب کیا دل میں جیتا ھے

جو قدرداں ھیں سو کہتے ھیں تو غنیمت ھے
تمھارے نزد اگرچہ ھوں بے وقاروں میں
عدم کی جلد سواری ھے مرکب رھوار
اے آہ خوب تو پہنچی جلیب داروں میں
یہ بلبلوں کو تو کانٹوں میں کیوں لٹاتا ھے
اے باغباں نہ پرو گل کو آج ھاروں میں

توں آپ میرے حال پہ کر رحم ورنہ اب
کاں ایسے اھل دل ھیں جو میری خبر کریں
اے گل تو جان صحبت بلبل کو مغتنم
ھے خوشنما چمن میں جو یہ شور و شر کریں

اگرچہ سروقد مصرع یہ تیری فکر عالی ھے
ھماری آہ کے قطعے میں بھی مضمون خالی ھے
پریشاں صورت و معنی میں ھے بحر طویل زلف
برنگ موج بیچا بیچ بحر پرتگالی ھے

ترا پنجہ مخمس ھے یہ دیوان حلائی کا
سخن تیرے دھاں کا ھم کو تو نظم زلالی ھے
توں ان افراد انسانی میں موزوں فرد ھے از بس
ترے ابرو کا مصرع بہت دیوان ھلالی ھے
قصیدہ ھجر کا' تشبیب غم میں' کاں تلک بولوں
مجھے ترجیع بند یار سے شیریں مقالی ھے
ھمارے مستزاد شوق کا شعلہ ھے یاں تک گرم
شرار باغ ' ابراھیم کے گلشن کا مالی ھے
رباعی چار ابرو حسن کی خوش خط کیا قادر
کہ اُسکو دیکھکر دلبر نے اب کچھہ سدہ سنبھالی ھے
ھوا ھے رنگ کاھی' سبز مژگاں' اشک کا بارش
سجن مجھہ طرف تجنیس ھوائے برشگالی ھے
رم وحشی غزالاں کو بھی اس بیت الغزل میں اب
قسم مجنوں کی' کیا پابندی و الفت سگالی ھے
عمارت ریختہ کی یا ھے خاتم بند کام اس کا
سرے اس ریختے کی طرح گرچہ لا اُبالی ھے

پہنچے کسو طرح خبر اُس گل کے کان میں
بھیجا ھوں وقت صبح کتابت صبا کے ھات
آساں نہیں ھے یار کے پابوس کا خیال
اے دل اگر یہ عزم ھے پس جا حنا کے سات
مجھکو جلا کے خاک کرو سرمہ کی مثال
شاید لگاوے آنکھہ میں وہ توتیا کے سات

مرے محبوب کے طرّے کے سودے بیچ پیچاں ہو
اُدھر مجنوں تو پڑتا ہے اِدھر لیلیٰ ترستی ہے
حقیقت اس دل بریاں کی سن او چشم گریاں کی
اِدھر پانی برستا ہے، اُدھر آتش برستی ہے
کہو یہ صید دل آکر پھسا ہے سو کہاں جاوے
ادھر خنجر پلک مارے، ادھر تو زلف کستی ہے

ارے قاصد! مجھے کر ذبح یا ہمراہ توں لے چل
کہ میں ہجراں میں یہاں مرتا ہوں وہاں مکتوب جاتا ہے
مرے دیوانے دل کو دیکھ 'سامی' کہتے ہیں طفلاں
یہ کیفی خوب جاتا ہے، یہ شہدا خوب جاتا ہے،

سنا میں سرو کے سایے میں گل پر رمز مرغاں کو
سوال فاختہ کو کو، جواب قمریاں ہو ہو

کیوں نہ ہوئے دیوانگی کا جوش حیرت سے مجھے
میں دوانہ اور گلے میں یار کے زنجیر زلف

چمن میں اس صنوبر قد کے بن 'سامی' کے رونے سے
کیا گل نے گریباں چاک، بلبل توں بھی ماتم کر

مطابق گر تری تدبیر کے تقدیر ہو جاوے
تو کیا اس شیشۂ دل میں پری تسخیر ہو جاوے
مرید اس سایے کا زلف کے ہووے اگر سنبل
بجا ہے دیکھ شجروں میں گلوں کا پیر ہو جاوے
مرے دیوانۂ دل کی کروں گر وصف کو انشا
قلم سیتی جو نکلے حرف سو زنجیر ہو جاوے

ارے اے بے قرار و شعلۂ خم میں مہوّس بن
جلا و دل کے تئیں شاید کبھی اکسیر ہو جاوے
مصوّر کھینچے گر تجھ سات میری شکل اے قاتل
عجب نہیں ہات میرا وہاں بھی دامن گیر ہو جاوے

چاہ ذقن کو دیکھ مرا دل گیا تھا ڈوب
زلفوں نے تیری کس کے اُسے کھا سنبھا لیا ں
نہیں ساحر آنکھیں تیری تو پل مارنے میں کوں
اس طفل دل کو کر کے اشارہ بلا لیا ں
نہیں عرض پہنچتی ہے کبوتر نے کیا کرے
ہو کر نثار گھر کے بجا تا ہے تا لیا ں

نہیں چراغاں قبر مجنوں پر چلو تم دیکھ لو
آتش دل سے ہمارے سب بیا باں جل گیا
فاختہ یک آن بیٹھا سرو پر مجھ آہ کے
جامہ خاکستر ہوا، طوق گریباں جل گیا
" بشنو از نے چوں حکایت میکند " اے مولوی
عشق کے آتش ستی سارا نیستاں جل گیا

عاشق ہو ہمیں اے دل بد نام نہ کرنا تھا
کیا کام کیا توں نے یہ کام نہ کرنا تھا

تعبیر میری غیر خموشی نہیں ہے کچھ
وہ خواب ہوں کہ خاطر دل سے رمیدہ ہوں
'سامی' نہ پوچھ حال کو میرے خموش رہ
القصہ ہوں سو ہوں، غرض الفت رسیدہ ہوں

بسملوں کے رقص پر تجھکو عجب شادی ہوئی
ہم سے کہتا ہے عبث قاتل کہ بیدادی ہوئی
شور کو کو کر رہی ہے پھلکر خا کی لباس
فاختہ! کچھ باغ میں کس پر تو فریادی ہوئی

طفل مجھہ اشک کا جس وقت میں گریاں اٹھے
حشر برپا ہووے اور نوح کا طوفاں اٹھے

اگر وہ ماہ رو اب ان دنوں میں کم نما ہے گا
یہ آخر چاند ہے ' غرہ بتا نے پر رہا ہے گا
مرے دیوا نے دل کو باندہ کر زنجیر گیسو میں
مکرتے ہو کہ یہ مدت سے آپی مبتلا ہے گا
یہ دل گر پھر گیا کافر بتوں کی آشنائی سے
ارے ' سامی ' تجھے کیا فکر تیرا بھی خدا ہے گا

سنبل ہرا اور' کالا ہو گیا سچ' کہتا ہے شبّو سے یوں درد ا پنا
چھوٹتی ہیں لہریں' دیکھا ہوں جب سے زلفوں کا تیرے میں ناگ کالا
تیری جدائی میں روتا ہے 'سامی 'سو آنسو نہیں ہیں گے آنکھوں میں اس کی
جپتے ہیں دن رات آنکھوں کی مردم پلکوں کی انگلی سے موتی کے مالا

سیر دریا کا اگر عزم ہے دیکھو آکر
چشم گریاں میں مرے نوح کا طوفاں یہاں ہے
اے سکندر تو عبث ظلم میں ظلمت کے نہ جا
یار کا دیکھہ دہن چشمۂ حیواں یہاں ہے
کیوں نہ یوسف رہے خوش چاہ میں تجھہ دلبر کے
چاہ کنعاں تو نہیں چاہ زنخداں یہاں ہے

دیکھو دلبر کو اگر باغ کا ہے دل میں عزم
سنبل و سرو و گل و غنچۂ خنداں یہاں ہے
'سامی' اب خوف نہ کر زلف کی گر ہے شب تار
چہرۂ یار ستی شمع شبستاں یہاں ہے

دل دیکھ تیری چشم تئیں مبتلا ہوا　　اے شوخ چشم آنکھ کا جادو بلا ہوا
جوے فرات خون شہیدوں سے بہ چلی　　میدان تجھ گلی کا عجب کربلا ہوا

خوب لگتی ہے زلف میں کنگھی　　کن کھجورا پھنسا ہے ماروں میں
شکر للہ کہ یوں کہا صیاد　　ایک ''سامی'' بھی ہے شکاروں میں

کاں تک کوئی فراق میں تیرے جیا کرے
یہ تلملا کے تیرے بنا جی دیا کرے
کھا وے کہاں تلک کہو غم کی غذا یہ دل
پانی کی جاے گھونٹ لہو کے پیا کرے
قربان ہوں میں نام پہ اُس کے ہزار بار
جو کوئی تیرے نام کو ہر دم لیا کرے
دل میرا بے ادب ہے پن اب اس کو کیا کروں
تیرا نہ لیوے نام تو پھر کیا کیا کرے
برسیں ہیں میری آنکھوں سے ساون کی سی جھڑی
جس وقت میں یہ پاپی پپیہا پیا کرے
دل کو حوالے زلف کی ناگن کے کر دیا
'سامی' بغیر کون یہ ایسا ہوا کرے

مخمس

جس وقت تم جمال کو اپنے دکھائے ہو
زلفوں کے دام میں دل وحشی پھنسائے ہو
ہجراں کی اور وصل کی لذّت چکھائے ہو

مانند ابر و برق ہمیں زور بائے ہو
ہم کو کبھی رولائے کبھی تو ہنسائے ہو

ثابت ہیں ہم' جفا سے نہیں ہمکو اضطراب
اس دفتر جنوں کا کہاں تک کریں حساب
کیا کہا تمہاری زلف کے سہتے ہیں پیچ و تاب
گہ غمزہ ' گاہ عشوہ ' کبھی ناز ' گہ عتاب
کئی کئی طرح سے تم نے ہمیں آزمائے ہو

آباد شہر دل تھا سو ویراں ہوا تمام
دل بستگی میں صرف ہے آوارہ گی سے کام
آرام جمعیت کا گئے بھول ہم نے نام
یارب تمہاری زلف پریشاں رہے مدام
جس طور تم نے ہم کو پریشاں بنائے ہو

کس نے روا رکھا ہے بتادو جفا کے تئیں
بے دل کیا ہے جس نے عزیز آشنا کے تئیں
دیکھو بری لگیں گی یہ باتیں خدا کے تئیں
بدنام کرتے ہوگے عبث تم حنا کے تئیں
میرے لہو سے ہاتھ کو مہندی لگائے ہو

ترچھی نگاہ ہم نے تمہاری پچھانیاں
نادان ہو کے باتیں کرو مت سیانیاں
عاشق کے حق میں خوب نہیں بدگمانیاں
ہم پائے ہیں تمہارے لبوں سے نشانیاں
یعنی ہمارے قتل پہ بیڑا اُٹھائے ہو

سنیو یہ گوش دل سے نصیحت عجیب تم
درد دلوں سے خلق کے ہو بے نصیب تم
کس طور سے بنو گے جہاں میں غریب تم
شاید ملے ہو اپنے سکوں سے رقیب تم
دل دار کی گلی میں یہ غوغا مچائے ہو

لاگے سے آنکھ دل نے خرابی نپٹ کیا
دریاے غم کی لہر نیں آغوش میں لے لیا
'سامی' کی بات ہے یہی تو جاں لے پھا
طوفان گر بتاں ہیں لگا کر یہ تو تیا
جب سے کہ تم نے آنکھوں کو سرمہ لگائے ہو

میر محمد. "سعید" سعید تخلص

ریختہ را ہموار می گوید و تا حالت این تحریر بہ ہمین گلزمین بسر می برد. با فقیر اخلاص می دارد. یک ملاقات سرسری در اثناے راہ دست دادہ بود، مرد سخن فہم و منصف دریافتہ شد - حق تعالی سلامت دارد - این نمونۂ افکار اوست : —

کوئی دھن کا ترے عاشق ہے کوئی زلفوں کا
کوئی دل جمع یہاں ، کوئی پریشان یہاں ہے

مرا دل مبتلا ہے ان دنوں میں سریجن پر فدا ہے ان دنوں میں

جب سکی وو عین مردم مردموں سے دور ہے
مجھ کو آنکھوں کی قسم نور بصر جاتا رہا

باب العین

خواجه برهان الدین ' عاصی '

شاعر و مورخ عدیم المثل بود ' در شمشیر شناسی دستے
اشت ' و فکر ریختہ بنہایت شستگی و رفتگی می نمود -
ین دو سه گل از چمنستانش میر محمد تقی ' میر ' و فتح
لی خان می چینند :—

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمّل تھا
ہزاروں بلبلوں کی بھیڑ * تھی اور شور تھا ' غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو کے یہاں غنچہ تھا ' وہاں گل تھا '

رات کو میں شمع کے مانند رو کر رہ گیا
صبح کو دیکھا تو سب تن اشک ہو کر بہ گیا

شاہ عزیز اللہ ' عزیز '

عزیز مصر نازک خیالی است † —

ڈرتا نہیں ہوں نوک کٹاری کے زخم سے
بانکی نگاہ دیکھ تری ہل گیا ہوں میں
کان نمک ہوا ہوں ترا حسن سبز دیکھ
لونی برہ کی جب سے لگی گل گیا ہوں میں

* (ن.) فوج † تذکرۂ گردیزی —

معتبر خان "عمر" * تخلص

از تربیت کردہ ھاے ' ولی ' دکنی است ۔ مقال مسیحا خصالش در مردہ دلان روح تازہ از معانی رنگین می دمد ' و طبع خضر مثالش سکندر طالعان را آب حیات سخن شیرین می بخشد —

مست وو ھےکہ روز محشر میں — اُٹھہ کے پوچھے یہ قافلہ کہا ھے
گر تہیں میرے صید کے قابل — تل بنانے کا مدّعا کیا ھے

این ابیات از ھر دو تذکرہ ماخوذ شد :—

اُتری رونے سے مرے ابرو کماں کی بھوں سے چمن
کس طرح تہیرے کماں اس بارش و برسات میں

اپنی آنکھوں اُپر نگاہ کرو — آے مخمور ھیں پیا کہا ھی
بس کرو زلف کو لپیٹ رکھو — کیا اسیروں کو مار ڈالو گے
ایک رسوا بہت ھے ' شہرے کو — جمع کر کیا اچار ڈالو گے

تل میں دل لےکےیوں مکرتے ھو — کہ گویا اِن تلوں میں تیل نہیں

مجھے زلفیں دکھانا کیا سبب تھا' میں نہیں پوچھا
اُلجھنا اُس میں دل کا وقت شب تھا' میں نہیں پوچھا

باغ میں صر صر سے ھوتی ھے خزاں آخر کو دیکھہ
عاقبت عاشق کی آہ اے گلبدن بر باد نہیں

سیتا رام " عمدہ " تخلص

عمدۂ رنگین مقالان وسر آمد نازک خیالان است ۔ مضامین فکر سوزومعانی دل فروز بسیار دارد' و مشّاطۂ تقدیر شاھد

* (ن) تذکرۂ کردیزی —۔

هستیش را در جلوہ گاہ کشمیر جنّت نظیر محل فرمود ' و ناخن فکر رسایش هزاران گرہ مضامین تازہ و معانی دلچسپ در تتبّع 'یقین' بکشود - در تذکرۂ فتح علی خان این اشعار تحریر بود ' نوشته شد :—

نہ اپنے مبتلاؤں پر غضب اے نوجواں رهئے
اُنهوں کی دلبری کیجے ' انهوں پر مهرباں رهئے

مدام کیونکہ مرا جی رہے نہ صہبا میں
کوئی شراب سی شے دوسری ہے دنیا میں؟
یہ تو توڑے سخن سخت سے ' وہ پتھر سے
میرے سے دل کی کہاں نازکی ہے مینا میں

کمی تونے نہ کی اے باغباں میرے ستانے میں
نہ پایا چین میں نے ایک آن اِس آشیانے میں
چمن میں اُس کے آنے نے منغّص کردیا مجھکو
خلل صیّاد نے ڈالا مری دھومیں مچانے میں

گلی تک یار کی چلتے اُسے آزار پهونچیگا
کہاں دارالشفا تک یہ دل بیمار پهونچیگا
مرے تابوت پر حاجت نہیں پھولوں کی چادر کی
کہ میری نعش پر وو سرو گل رخسار پهونچیگا

اُس نے نہیں کیا کبھی هم سے برائیاں
مرجائیے جو یار کرے بے وفائیاں
تونے همارے دل کو ستایا تمام عمر
کرتا ہے کوئی کسو ستی اِتّی برائیاں

پھنسا کر آپ کو بالوں میں اِس شانے نے کیا پایا
پہن کر پانوں میں زنجیر دیوانے نے کیا پایا
کہے گا یار سے اے دل غم اپنا تو ، تو کیا ہوگا
دکھہ اپنا شمع سے کہہ کہہ کے پروانے نے کیا پایا
نہ کیجو خاکساری ہیچ گہ اے 'عمدہ'! تو ہرگز
ملا کر آپ کو ماٹی میں ویرانے نے کیا پایا

کسی کے سینے میں ہرگز مرا سا داغ نہ تھا
سوے چراغ سا روشن کوئی چراغ نہ تھا
چمن میں کھینچ کے لائے ہیں گل رخاں مجھہ کو
وگر نہ سیر چمن کا مجھے دماغ نہ تھا

نہیں آزادگی عاقل میں ، دیوانے میں ہو تو ہو
تلاش سوختن کس میں ہے ، پروانے میں ہو تو ہو

ممکن نہیں کہ جائیں ہم ان گل رخاں کو چھوڑ
جاتی ہیں بلبلیں بھی کبھو گلستاں کو چھوڑ
اے دل گلی سے یار کی کرتا ہے کیوں سفر
کیوں کر جئے گا ایسے سجیلے جواں کو چھوڑ
مرنے کے وقت یار نے مجھہ سے کہی یہ بات
اے 'عمدہ' تو چلا ہے کدھر اس جہاں کو چھوڑ

دل ہمارا دشت ہاموں کا ہے دیوانہ ہنوز
مرچکے ہیں تس پہ خوش آتا ہے ویرانہ ہنوز

حکم کیا ہے اسے ، راتوں کو ترے کوچے میں
دل مرا نالۂ و فریاد کرے یا نہ کرے

"مسدد" اب ہم تو اُسے یاد بہت کرتے ہیں
یاد ہم کو وہ پری زاد کرے یا نہ کرے

خراب مجھ کو نہ کر جان! آشنا کر کر
برا کرے ہے کسو سے کوئی بھلا کر کر

صیاد کے ہاتھ تو کہاں تک نہ آئے گی
بلبل قفس سے کب تلک اب دل چھپائے گی

رباعیات

ناصح کبھی کام ہے تدبیر کرے | جو ہووے دوانا اسے زنجیر کرے
اس میں وو جئے یا مرے لازم ہے اسے | تدبیر کے کرنے میں نہ تقصیر کرے

تک ایک تو کر انتظار جاتا ہے کہاں | تک ایک تو پکڑ قرار جاتا ہے کہاں
اتنی بھی ارے دل تو نہ کر بے صبری | آتا ہے وہ دیکھ یار جاتا ہے کہاں

ناحق تو بتاں سے آشنا ہوتا ہے | کیوں درد و بلا میں مبتلا ہوتا ہے
مطلق نہ مروت ہے اُنھوں میں نہ وفا | مجھ سے بھی عبث دل تو جدا ہوتا ہے

رہتا ہوں خوش اپنی جان محزوں سیتی
رکھتا ہوں میں اختلاط ہاموں سیتی
جس طرح بھرا مرے جنوں سے صحرا
کب دشت تھا آباد یوں مجنوں سیتی

"عراقی"

از معاصران 'ولی' دکنی است، چنانچہ 'ولی' در دیوان خود او را یاد می نماید و می گوید :—

تیرے سخن کے نغمۂ رنگیں کو سن ' ولی '
ڈوبا عرق کے بیچ ' عراقی ' عراق میں

ازوست :—

جس کے نین جاری نہیں سو دل سرا ویران ہے
معمور ہو کیوں کر بسے جس کانوں میں پانی نہیں

محمد عارف ' عارف '

اشعار رنگین ' و سخنہاے شیرین دارد * - این دو بیت میر محمدتقی ' میر ' و فتح‌علی‌خان بناسش می نویسند :-

دختر رز کو کہہ کہ اُس سے ملے   ورنہ ' عارف ' افہم کہاوے گا

ہزاروں معنی باریک آویں دل میں اے ' عارف '
اگر زلف سیہ کا پیچ اُس کے منہ پہ کھل جاوے

محمد عارف ' عارف '

عارف مضامین شیرین ' و واقف خیالات رنگین است - شعر فارسی بلطافت تمام و کبت را بنہایت عذوبت می گوید - دو سہ جز اشعارش بدستخط او متضمن بر انتخاب غزلیات فارسی و دوہرہ و افراد ریختہ و تواریخ وفات بعضے اعزّہ بنظر در آمد - این یک رباعی ازان انتخاب زدہ می نگارد '

---

* متصل دہلی دروازہ می باشد شاگرد میاں ' مضمون ' است
(نکات‌الشعراء)

و ترجمهٔ احوالش را از تذکرهٔ 'سروآزاد' بجنس نقل بر می دارد که "محمد عارف متخلص بعارف' از اولاد مخدوم محمد رکن‌الدین بلگرامی است' قدس سره که ذکر شریفش در دفتر "اولیاءالله" گذارش یافت - تولد محمد عارف روز جمعه نهم ذی قعده سنة اثنین و عشرین و مائة و الف دست داد - جوانی است سنجیده و عندلیبی است بو رسیده' اول شخصے که از دودمان مخدوم رکن‌الدین چراغ سخن افروخت' و طرز موزونی از مبدا فیاض آموخت' اوست - از عنفوان شعور بگلگشت کوچهٔ سخن خرامیده' و در فن فارسی و هندی کمالے بهم رسانید - سیّماً شعر هندی که این فن را خوب ور زیده و غزالان تازه در دام کشیده' برخے از سبزان هند در فصل ثانی نقاب از رخ می کشایند - با فقیر محبت تمام دارد' و همیشه بنامهٔ و پیام مرهم بر دل ریش می گزارد" - انتهی - ازوست :— رباعی

رهتا هے غضب مجهه سیں توں هر شام و پگاه
کرتا هے تو ثابت مری گردن په گناه
تمهید نهیں اتنی بهی ظالم درکار
مطلوب اگر سر هے مرا بسم الله!

'عشاق'

از قوم کهتری هندوستان است' از تخلص او معلوم می‌شود که بهرهٔ از علم نمی دارد' در تذکرهٔ فتح علی خان و 'میر'

این بیت او دیده شد :—

خط سے زیادہ اور ہوا حسن یار کا　　　آخر خزاں نے کچھ نہ اُکھاڑا بہار کا

'عاجز'

از شعراے هندوستان است' جودت ذهن 'عاجز' دکن مشهور آفاق و شوخی مزاج 'عاجز' هندوستان از همین بیت او هویدا است - ظاهرا تخلص 'عاجز' را شرف است' سواے این بیت 'عاجز' که بتذکرۂ 'نکات الشعراء' تحریر است' دیگر بسمع این عاجز نرسید :—

دل بغل مارے لئے جاتے هیں سب مکتب کے طفل
شیخ سعدی! تم بهی اب لے کر گلستاں دوڑیو

محمد عطا 'عطا' تخلص

از اوباشان عهد حلد مکان بود - وقتیکه در حضور بادشاه رفت این دو بیت بر خواند :—

باورنگ غازي چو یکدل شوم　　بعباس رفته مقابل شوم
سرو ها بسنگم ترا شا دنم　　قزلباش را پاش پاشا کنم

پادشاه او را بخبط منسوب ساخت و از سراو گذشت - می گویند که مادر او مدام او را دو روپیه یومیه می رساند - روزے کسے او را پرسید که اے 'عطا' گذران تو بچه گونه می شود که وجه کفاف هیچ نداری - گفت که در خانۂ ما یک ماده مرغے ست' او هر روز دو بیضه میدهد' برو گذران است -

ین سخن رفته رفته بمادرش رسید ، وجه او را موقوف
ساخت - چون دو سه روز بعسرت گذشت ، این بیت بمادر
نود تحریر نمود :—

طا در مفلسی کے ٹوک رھتا   سمجھتے بوجھتے پہچانتے رھو

از آن که مهر مادری مشهور است ، روز ینهٔ او را باز
موافق معمول جاری داشت- می گوید :—

گر من دگله بهو شم نه‌صد د نه کشم (؟)
ارجن و بهیم چه چهز است که فلاطوں لوزد

میر محمد تقی ' میر ' این بیت بنامش می‌کرد : -

اے در نبرد حسن تو کشته بچهار چشم
زیر مژه نهفته چو آهو بچهار چشم

میر یحییٰ ' عاشق ' تخلص

لمخاطب بعاشق علی خان ، از دارالسرور ' برهان پور '
ست ، و در معنی تلاشی باشعار ایهام مشهور - از منصب
داران سرکار نواب مغفرت مآب بود ، و در همین لشکر ظفر
پیکر گذران می نمود - اشعار ایهام از و بر پایهٔ عالی رسیده ،
و او بهمین وسیلهٔ غریب جرعهٔ شهرت در محافل خواص و
عوام چشیده --

تھاھے ابربرق انداز کیا طوفان لاویگا   کروسب یار مل سامان شیشہ گاؤدارو کا

جام کو لب سے آشنا مت کر   نام اُس کا پیا ! کٹورا ھے

جنس گھر میں جب تلک تھی بیچ کھا تا تھا فقیر
اب تو کچھه باقی رھا نہیں ، کیا مگر بیچوں خدا

میں کہا تیرے بدن پر کیا بھلی لگتی ہے راکھہ
ہنس کہا جوگی پسر نے ، خاک لگتی ہے بھلی

جیت میری ہے عشق بازی میں	جب سے دلبر نے مجکو ہار دیا

نشے اُترے محبت کے ہماری	گھٹاؤ خط کی سبزی کو پیارے

چاہتے ہو جو رونق و صلی	خط کو اصلاح دے کے صاف کرو

تیل کہا کہا کے ہو رہی کُپّی	دیکھو تیلن کی کہا پلی ، ہیگی

خوش لگا لیتدا سدا رن کا	جس کے سونے میں ، بارہ ، پانی ہے

مجھہ کلیجے میں کھتک تجھہ بگ برہ کی ہول ہے
حال اپنا کیا لکھوں پیارے یہاں یہ سول ہے

کرتک ایک رفع کدورت ، اس گھڑی اُڑکے نہ جا
تجکو اپنے پیر کی سوں اے جواں لڑ کے نہ جا

لب شکر رخسار پر چومے کا وعدہ ہے ، سودے
نہیں تو مجکو جانتا ہے ہونٹ مل کر لہوں گا

ہر یک ساغر کے پیچھے چوسنا پستہ دھن اُس کا
گزک ، عاشق علی خاں ، کو اِسی مستی میں بھاتی ہے

گشت کتوال کی کرو موقوف	آج کی رات جام بھرنا ہے

جب نقش اُس صنم کا نقاش کھینچتا ہے
بازو کے کھینچنے میں وو ہات اینچتا ہے

جس وقت جان نکلی مجھہ پاس کوئی نہ آیا
شمشیر تیری ایک دم بیٹھی تھی میرے سر پر

سلونے سجن! تیرے کوچے ستی	شب و روز عشاق کا شور ہے
رقیبوں کو دیتا ہے بالی ہموش	پہلوان کا چھوکرا زور ہے

کھہ ''کھو کر پتھان'' کالے کا   صبر اور هوش کھو کر آیا هے

خیّاط تین تھان میں ایک تھان کچھہ * گھٹا
درزن کے آگے، تیرے پیچھے کر گیا هے پونچھہ

اری درزن ! جو مانگے گی سو دوں گا
شتابی سے مرے سینے کو لگ جا

منتظر بیٹھا هوں پا جامے بنا درزن کو کہہ
کام هے مجکو شتابی سے مرے سینے لگے

فتح علی خان این ابیات می نویسد :—

ں شہید کربلا سب سرخ پوش   مصطفیٰ کی آل کا کیا رنگ هے

رزالا یار جب بولا مرا آنا روپے پر هے
تو هم بولے که منه دیکھو روپے کے سوله آنے هیں

ف دل آرسی سا کوئی نهیں   لٹک منهه دیکھی آشنائی هے

ر کو دیکھه میں هوا قربان   اِس تجارت میں مجکو وارا هے

نکلے هیں اجلے بال، چناتے هیں تب سے هم
بوڑھ هوں کے بیچ هم بھی جوان چلندہ هیں †

هات پر هات مرے دهر کے چلے آئے سات
دیکھه طالع کی مدد آج پڑے میرے هات ‡

کیونکه بره کے روز کٹتیں اے کمہارنی
اب تو هزار سال کے بدھنے لگے گھڑے $

---

* (ن) کیوں ؟ † (ن) چلندہ جوان ‡ (ن) میرے هاتھه پڑے
$ (ن) لگی گڑی ؟ —

سید عبدالولی "عزلت" * تخلص

فرازندۂ نوائے سخنوری و سخندانی ' طرازندۂ بساط معنی پروری و شیرین بیانی - جوھر مرات سخنہائے برجستہ' فروغ شمع مضامین شستہ - مجلس آرائے بزم نکات رنگین ' انجمن پیرائے خیالات متین - ساقی شراب جادو مقالی ' جرعہ چش رحیق نازک خیالی - عندلیبے است ھزار داستان ' و طوطی است شکرّ بیان- سرویست از باغستان خیال'وتد رویست

---

* سید عبدالولی " عزلت" تخلص

خلف سید سعدالعہ درویش سورتی' جامع اقسام فضائل است' ملامتیہ مشرب دارد ریش و بروت تراشیدہ بوضع رندان می باشد - از فہم عالی اشعار فارسی وھندی خوب میفرماید - در علم حقائق و معارف بحر موآج است ' دیوانے ترتیب دادہ' این اشعار آبدار فکر رسائے او ست :—

جن کے دلوں میں درد حسین علی نہیں
ابلک پکڑ رہے ہیں وہ سنّت یزید کی

بنی امیّہ کے دامن لگے ہیں جیتے لوگ
وو سب یزید کے پنجوں خلاص ہوویں گے

دم زاھد بجا ہے شعلہ ا ہ فقیراں سوں
مبادا اِن کی پشم ریش کا پولا بھڑک جاوے

شیخ بڑّے ھی ھیں دراز زباں   صبح کوکیوں نہ دیوے ..رغابانگ

(تحفۃالشعراء) از سورت اند ...مشق فارسی ہم کردہ اند' لیکن مزاج ایشاں میلان ریختہ بسیار دارد - تازہ وارد ھندوستان ' کہ عبارت از شاہ جہان آباد است' شدہ اند (نکات الشعراء)

از کوهستان کهال - ضمیر صفا پذیرش جامے است جهان نما ' و فکر سریع السیرش ماهتابے است آسمان پیما - سخن رنگینش مرهم بخش دلهاے حزین ' معانی شیرینش مونس اشخاص غمگین - شعر فارسیش گوهر یست آبدار ' و نظم ریخته اش لولویست شاهوار - نکات رنگین به یمن انفاس مسیحا یش زنده ' و خیالات شیرین بر طبع چالاکش نازنده - در مصوری قدرتے دارد که مانی و بهزاد پیش او مانند پیکر تصویر در بند حیرت می مانند' و در موسیقی وسنگیت دستے (دارد) که صاحب کمالان این فن بنامش دست بگوش می گذارند - در علم دو هره و کبت دریائی است مواج' و بحر یست متلاطم - شعر خوانی گلو سوزش جانے از سامعان می برد ' و سخن گوئی دل فروزش روحے تازه عطا می کند - میرزا 'صائب' علیه الرحمه قبل ازین چند سال در حق آن جناب می فرماید ' و حرت ولایت تصفیهٔ باطن را باین حسن وجه ادا می نماید :—

دریں زمان که عقیم است جملهٔ صحبتها
کناره گیر و غنیمت شمار ' عزلت ' را

راقم سطور هر گاه که به حیدرآباد رفت' ربط از آن جناب پیدا کرد- چنانچه هر روز بلا ناغه بخدمت می رسید' و آن جناب هم اکثر گاه بغریب خانه قدم رنجه می فرمودند- فقیر سوال (؟) به انعام آن جناب به دستخط نواب مستطاب نواب صلابت جنگ بهادر رسانیده' بنظر انور گذرانید - الحال سلسلهٔ ترسیل مراسلات از جانبین گرم است - کلیات همه بیت چارده هزار خواهد بود - کلیات ریخته اش که قریب دو هزار صد است مع

ساقی نامہ کہ در جواب درد مند گفتہ، و رباعیات و بارا ماسی (.........) و پھیلی ھا و کبتھا و دوھہ ھا و جھولنہ کہ دران نرگس تخلص می کند، بہ نظر در آمد، و این ابیات انتخاب یافت - در ساقی نامۂ خود کہ سی صد و سی و یک بیت است، و در یک روز گفتہ و "بیان ظہور" کہ ھمین نام و تاریخ است - میگوید :-

جو ایمان ھے درد کا دے تو جام ... کہ ترسانا می سے ھے ترسا کا کام
بھلانا مجھے تجکو یاد آئے گا ... مرے بعد مل ھات پچتائے گا
مرے پر مری خاک دے گی صدا ... ارے مے پلا، مے پلا، مے پلا!
تجھے جھوٹی سوگند کھانے کی سوں ... مرا مصحف دل اُٹھانے کی سوں
جرس وار میں تو ھوں خاموش یار ... کروں کیا جو اس دل نے نالی پکار

از بارا ماسی اوست :-

دل بے عشق عالم میں کہاں ھے ... جو سچ بولوں تو نام عشق جاں ھے
چکوریں ماہ کی قرباں ھیں باشوق ... گلے میں قمریوں کے سرو کا طوق
سمندر کو ھے آتش، آب حیواں ... گل کمدن(؟) کا دلبر ماہ تاباں
جو بلبل ھے تو گُل اوپر فدا ھے ... پتنگکا شمع کے منہ پر جلا ھے
ھوا ھے کوھکن شیریں کا مفتوں ... ھلاک جلوۂ لیلی ھے مجنوں
دیا مہیار دل چندر بدن کو ... نظر کر ماجرائے نل دمن کو
ذرہ تو آھن اور آھن ربا دیکھ ... کتان و ماہ، کاہ و کہربا دیکھ
سسے اور ذیو، گوپی اور کنّیا ... زلیخا اوریوسف ھیر و رانجھا
کوئی عالم میں بے معشوق ھے کد ... خدا عاشق ھے، شاھد ھے مقصد
مزا عاشق کو گرچہ وصل تک ھے ... جدائی، عشق کو آب و نمک ھے

نہ رکھہ اے رب! کسی عاشق کو پی بن
نہ کریو خاک پر سر تن کو جی بن

(ماہ اساڑہ) جھلاتی ہوں میں جھولا سانس کا ہاے
جو پی آویں تو دل کا طفل سکھہ پاے

(ماہ ساون) یہ ساون کال من بھاون میں آیا
مرے رونے نے سکھہ کا گھر ڈوبایا

(ماہ بھادوں) اُٹھے ہے ہوک، جب کویل اُٹھے کوک
ہلکتی ہوں کہک کر مورڈے بھوک

(ماہ اسو) ترے بن کنٹھہ لگنی اے رنگیلی
جو ماری سنگ ہوگئی کنٹھہ نہلی

(ماہ کاتک) مجھے سونا تو اب سپنا ہوا ہے
میں اُس سے بچھڑی پل سے پل جدا ہے

(ماہ اگھن) نکہ پی بن چبھے دیدے میں جوں پھانس
رہی ہے جوں حباب آنکھوں میں اب سانس

(ماہ پوس) تصور کرکے پی کو دل میں جب لانو
بگھولے سے میں اپنے واری جانو

(ماہ ماگھہ) کوئی بھاتا نہیں ہے مجکو بن پی
کہ میں بھاگوں ہوں اپنی چھانہہ سے بھی

(ماہ پھاگن) لگے جوں تیر غم دل کے ہدف کو
بجاوں کوٹ کر سینے کے دف کو

(ماہ چیت) دیکھے ہے میرے چھاتی کا تواناے
اُٹھی ہے چھن چھنا جوں اشک پرچاے

(ساہیوساکھہ) وہ آتش رو جبھی دل سے گذر جاے
مری فریاد سے بوے کباب آے

مری لاگی بھر کئے آنکھہ باٹوں   ملے گا پیر اکھرائیں سائیں

پیا پردیس سے مجھہ گھر کو دھائے   نکل دل سے مری آنکھوں میں آئے

واھن بھیگا سبھی سنگار (مکری) موتی بھاگ جگاؤں ھار

مو سر چڑھو پی لاگے نیکا   ارے کوئی ساجن نا سکھی ٹیکا

سوال: - پانی کیوں باسی ھے - سوال:- من کیوں اداسی ھے —

جواب: - پیا نہیں —

سوال:- نتھہ کیوں نہیں پہنتے - سوال:- دارو کیوں نہیں پیتے —

جواب :- پیارا نہیں —

سوال :- ٹیکے کے نگ اکھڑے ھیں —

سوال :- پیتم سوت کے دھام گئے پرسیج سنواری —

جواب:- جڑاے دیو —

انتخاب ریختہ جات : —

عبث توڑا مرا دل ناز سکھلا نے کے کام آتا
یہ آئینہ تھا، تجھہ خود بیں کے اترانے کے کام آتا

لئے 'عزلت' کے موے سر بیاباں کے ببولوں نے
جو بچتا یہ چندور، جاروب ویرا نے کے کام آتا

سوہ روزوں میں میری قدر کو احباب کیا جانے
اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ھے گا

مت نکل جا جی ' تو شادی مرگ ھوکر دام میں
اس قدر تو تک تڑپھہ جو خوش ھو جیو صیاد کا

قتل 'عزلت' سے نہ منکر ہو کہ گل کے مانند
لب پہ ہنستا ہے ترے خون نمایاں میرا

سفلہ رسوائی سے خوش شہرت کی لالچ جیوں نگیں
منہہ ہوا کالا بلا سے نام تو روشن ہوا

میں صحرا جاکے قبر حضرت مجنوں کو دیکھا تھا
نہیں اس سال وہ خونی نین بھورے الک والا
زیارت کرتے تھے آہو بگولا طوف کرتا تھا
لگے لالے کو آگ اور ہو جو نافرماں کا منہہ کالا

اے صبا رفتار گل! غنچے کے رنگوں باغ میں
جوں ہی تجھہ پر آنکھہ کھولی ہاتھہ دل سے جا چکا

آج دل بیقرار ہے میرا کس کے پہلو میں یار ہے میرا

جوں صبا خانقہوں میں جو کبھو جاتا ہوں
قصد ہے غنچہ عماموں کو کچل جانے کا

عشق گورے حسن کا ' عاشق کے دل کو دے جلا
سانولوں کے عاشقوں کا دل ہے کالا کویلا

خواب میں بوسے کو میرے ان لبوں سے جنگ تھا
صبح کو دیکھا تو ان لعلوں کا ٹوٹا رنگ تھا

کئے ویراں مرا دل ' دلبروں کے ہات کیا آیا
یہ بیت اللہ توڑے سے بتوں کے ہات کیا آیا

مرے نزع کو مت اس سے کہو ہوا سو ہوا
کہ دل دھندہ جیو یا مرو ہوا سو ہوا
سرمہ کش چشم وو گلرو کے ہیں بیمار صحیح
نہل کا اس کے گلے بیچ بندھا گلدا تھا

سر پہ پڑی ہے مرے اب فکر قوت
جن کو کہوں دیو سو ہو جا بے بہوت

ہنستے کیا ہو مرے رونے پر اے دلدار بہت
تم سلامت رہو بندے کے خریدار بہت

وو زلفوں سے نہ گزرے بلکہ اپنے جی سے ٹل جاوے
کہو میرے دل صد چاک کو شانے سے کیا نسبت

ہے گلال ابر کہہ میں دو بادہ رنگیلا ' سا نولا
لالہ اور مہتاب پر ڈالے ہیں دل ہولی کی رات
یہ گلال اور ارگجا اور ' زعفراں ' عزلت نہیں
لال نہلے پھلے ہو گئے اس رنگیلے بن بسنت

پھر آہ سرد نہیں داغوں کے جانے کا علاج
جز صبا کیا ہے چراغوں کے بجھانے کا علاج

عشق کا مل سے نمایاں ہوے آخر حسن یار
بید مجنوں میں ہے لیلیٰ کے کھلے بالوں کی طرح

میرے جنوں کی ہے نوبت اے مجنوں تو افسوس کی 'دستکیں' جہانجھ سے سن
سرنائے نالوں میں غم کا اڑانا بھی دل کی تڑپھہ ہے ٹکوروں کے مانند

بہت منہہ پر وہ زلفیں آج بکھرا تا ہے اے ' عزلت '
وہ گالوں پر کسی کا زخم دنداں ہے لگا شاید

ہم رکھتے تھے پرزہ دل کے جانے کی خبر
آہ نے اڑنے سے کچھہ کہی اس دوانے کی خبر

یار کا کت ناچنا شاہد تھا میرے حال پر
رات میرا شیشہ دل ٹوٹتا تھا تال پر

دیکھہ کر میرے رنگیلے کے سلام ناز کو
منفعل ہو شاخ گل کا سر نواتی ہے بہار

میں شروع زندگی سے ہوں گرفتار بتاں
جوں خطوط کبک ہے جزو بدن میرا قفس

(قطعہ بند) ملی تھی خلد میں 'عزلت' سے کوہ کن کی روح
کہا میں اس کو ارے سر چڑھے یہ کیا تھی ہوس
ترے تو سر میں بھرا تھا خیال شیریں کا
نہ مارنا تھا تجھے تیشہ اُس پر اے بیکس
کمال عشق نہیں کھونا جان کا ورنہ
مریں ہیں شیریں پہ ہر روز لاکھہ مور و مگس

گرد سے چہرہ بھرے آئے چمن سے دوڑتے
میں نے منہ چوما تو کہتے ہیں تمہارے منہ میں خاک

عذاب قبر سے دے گا نجات عشق علی
کہ زیر خاک ہے آخر ابو تراب سے کام

پھیر کر منہ ہم سے کہتے ہو بلاتا ہوں تمہیں
ہائے مت باتیں بناؤ ہم سے ہو بیزار تم

کس منہ سے دل کا دعویٰ اے آئینہ رو' کروں
محضر نہیں' سند نہیں' کوئی گواہ نہیں

جوں بگھولا ہوں میں طوفان جلوں کا گرداب
سر کہیں' ہاتھہ کہیں' پانو کہیں' راہ کہیں

میں کہا "پستاں ہیں تیرے سخت خوب"
مسکرا بولے کہ "پتھر خوب ہیں"

بلا گرداں ہو پروانہ جل بجل کے راکھہ لیکن
دکھالے شمع ہی شعلہ کا پتنگا یہ کہ پروا نہیں(۹)

اگر اُس سنگدل کی سختیاں خاطر میں لاؤں میں
نہ ٹوٹے شیشۂ دل ایک مو گر اُس پہ سل دھر دوں

پستہ جو ہنسے تیرے دہن پر تو چبا جاؤں
دم مارے جو عناب ترے لب سے تو کھا جاؤں

عقل کی تدبیر کیا مجنون سودائی کے تئیں
باغباں! درکار کب ہے نخل صحرائی کے تئیں

سچ کہا لالا کو نافرماں نے گلشن میں کہا
ایک داغ دل ہے تجھکو، میں سراپا داغ ہوں

آتش لالہ زمیں سے ہر برس کرتی ہے جوش
گلرخوں کے دل جلوں کو خاک میں بھی چین نہیں

غنیمت بوجھ لیویں میرے درد آلود نالوں کو
یہ دیوانہ بہت یاد آئے گا شہری غزالوں کو

اُس سیہ چشم کا مقتول ہوں میں خونیں دل
قبر میری کوئی لالا کے چمن میں کیجو

برس مت ابر مت جاگا بگولا خاک مجنوں کا
خدا کے واسطے دشت جنوں کی ناک رہنے دے

موا ہوں داغ سے اس گیسوے پریشاں کے
مری لحد کرو کیاری میں سنبلستاں کے

کھلا کے دل جسے پالا سو ہے مراوالی — جناب پاک جنوں مدظلہ العالی

ہے بزم بتاں سے شیخ محروم — جنت میں حمار کیونکہ جاوے

شانہ اُس زلف میں پھرتے یہ سخن کہتا تھا
بات کہتے میں شب وصل چلی جاتی ہے

کہو یہ دل مرا آرام کس طرح پاوے
نہ پانو پانو میں ٹھہرے نہ ہات ہات آوے

دھوپوں میں پی جو نکلے، تب آب پاشی کرنے
دیگ و دوال والے ہوویں پکھال والے

مرنا بھلا، لحد بھلی، محشر بھی صلح ہے
بیدرد سے کسی کو نہ حق آشنا کرے

بچا دل زلف کے عقرب سے تو کیا یہ چوٹی ناگنی پیچھے پڑی ہے

کہا میں فصل گل میں، میکدے، عشرت کے ساماں تھے
(قطعہ بند)
اِدھر تو زمزمے قلقل کے، اودھر شور باراں تھے
نہ تنہا سجدہ گرداں مغبچے تھے دور ساغر سے
کہ ساجد چو طرف سے قبلہ گاہ خم کے مستاں تھے
سنا جب میں نے یغما محتسب کا، پھر گیا ایک دن
تو کیا دیکھوں کہ چاروں گوشے میخانے کے ویراں تھے
بھر آئی چھاتی میری دیکھ وو عشرت کدہ خالی
کہا میں کیا ہوا، کیدھر گئے وہ یہاں جو مہماں تھے
گریباں پھاڑ رو رو کر کہا مجھکو گلابی نے
کہ یہاں پیالے تھے، وھاں شیشے تھے یہاں خم تھے سبو وھاں تھے

بسے ہے تجھہ میں دل، پر دل کے توجلنے کو کیا جانے
شرر پر جو گذرتی ہے، سو پتھر کی بلا جانے

شکستہ کرکے مرا دل * نظر نہ کر مجھہ پر
یہ ٹوٹے آئینے میں منہ تری بلا دیکھے

---

* (ن) گر ہو مرا دل -

اُڑانا خاکساروں کا غبار اتنا خوش آتا هے
ڈهلاتی پنچهیوں کے دن وہ بے پروا مچاتا هے
نظر کر چاک دامن یار کا ' دل پهٹ گیا میرا
نہ جانو هاے کس کی سیج پر دهومیں مچاتا هے

زاهدوں پر نڈال لال گلال　　چاهئے پاس شرع ابر کهہ لے

جلی هے موسم هولی میں بلبل اُس گل بن
کوئی گلاب کی پچکاری بهر کے مارے اُسے

نہ مارو قمقمہ تم آنکهہ پر مری اے لال
تم اس میں بستے هو دیکهو کہیں تمهیں نہ لگے

زخمی هونے سے ترے هات مجهے هے شادی
زخم دل هنس کے تجهے دے هے مبارک بادی

یک قلم دفتر جہاں هے جهوٹ　　بارے عالم میں سانچ هی یہ هے

میرا رنگیلا دیکهہ کے گل سے پهرا کے منہ
"تو جی میاں تو جی میاں" بلبل یہ بک اُٹهے

مانگ کا اُس کے هے سیندور دیکهو معجز حسن
رات آدهی هوگئی لیک شفق باقی هے

سر جدے ' اور تن جدے ' اعضا جدے ' آل علی
حشر میں آویں گے سارے مصطفیٰ کے سامنے

فتح علی خان و میر محمد تقی 'میر' این ابیات میر صاحب انتخاب می نمایند :—

قطروں سے نہ هو بیرنگ لالا فصل هولی میں
ترا جامہ گلابی هے ' تو میرا خرقہ بهگوا هے

نخل اُمید بے وفاؤں سے دل سلامت پھرے تو پھل پایا

مقام زندگی سے کوچ کر گئے جلد یار اپنے
وو منزل پہنچے اور ہم باندھتے رہگئے ہیں بار اپنے

اسیری بے مزہ لگتی ہے بن صیّاد کیا کیجے
قفس کے کنج میں تنہا عبث فریاد کیا کیجے

پٹکتا سر جو سنگ صورت شیریں سے بہتر تھا
عبث شیشے کے سر خوں دے گیا فرہاد کیا کیجے

ہم راستوں سے بھی جو کچھ اقرار تھا سو ہے
نا آشنا صنم و دل آزار تھا سو ہے

پی کیف میں ہے چور نہ جانوں کرے گا کیا
دونا ہوا غرور نہ جانوں کرے گا کیا

دو زلفوں میں پھسا تھا پھر خبر نہیں دل پہ* کیا گذری
غبار مشک تھا اِس راہ میں گھایل پہ * کیا گذری
اُڑا تھا جیوں شرر دل اپنے دود آہ میں ' عزلت '
مسافر پر پڑی تھی شام غم منزل پہ * کیا گذری

سب آشنا ہوے پی کے بچھڑتے بیگانے ہوی ہے بے کسی اب یار دیکھیے کیا ہو

اے قاتل قبر پر میری کبھو بھولے گذر کیجو
جو یاد آجاؤں ہنستے ہنستے ایک پل چشم تر کیجو

جہاں کی آنکھ سے جوں اشک جو گرا ہووے
تو اُس کا غیب سے طالع کا عقدہ وا ہووے

---

* (ن) تینوں مصرعوں میں (پہ کیا گذری) کی جگہ (کی کیا گذری)

وو گلرو کھا ترے بلبل اُپر بیداد کرتا ھے
کٹتے * جب بال وپر تب وار کر آزاد کرتا ھے

ھر دم وو صنم گر مرا خوں خوار نہ ھوتا
باللہ کہ جینا مجھے دشوار نہ ھوتا

بیقدری سے روشن دل اگر داغ نہ ھوتے
ھرگز کسو آئینے پہ زنگار نہ ھوتا

ھوش و دل لے کر ھمارا اب نہیں لیتا سلام
دے جواب اے بے مروت ھم نے تیرا کیا کھا

مت جھٹک ھم جلوں اُپر دامن
بات سن راکھہ لے اُڑا مت دے

وو سخت تر اول سے ھوا سن مری فریاد
نالوں کا مرے پتھر اثر ھووے گا یارب

اگرچہ یار میں وحشت ھے' کچھہ حیا بھی ھے
ھے اس کی وضع تو بیگانہ' آشنا بھی ھے

اے تلخ گو ترے لب شیریں میں سحر ھے
تو جس کو گالی دیوے وہ تجکو دعا کرے

حشر میں قبر سے کہتا ھی اٹھے گا میکش
کہ کہاں مے ھے' کہاں جام' کہاں ھے شیشہ
سوجھہ بوجھہ ان کی نہ ھوکیوں' نہ رھی میخواری
چشم ھے جام و دل بادہ کشاں ھے شیشہ

بندے ھیں تیری چھب کے مہ سے جمال والے
سب گل سے گال والے' سنبل سے بال والے

---

* (ن) گئیے —

مت هو تو نہلا پہلا بخت سیہ کر اُجلے
اے الفی شال والے ، بھگوے رومال والے

میرا غبار دل میں اسے پیشتر کیا
خاموش ہوں کہ نالوں نے کیا خاک اثر کیا

بھاروں میں نہ جکڑو مجھکو اس گلرو کا مجلوں ہوں
مرے زنجیر کرنے کو گلا بی ہار بھتر تھا

سب سے آزاد و گرفتار ہوں کن کا ان کا
بندۂ فدوی سرکار ہوں کن کا ان کا
ڈھا کے دیوار تحمل ، میں آڑا مثل غبار
اب تو گردیدہ رفتار ہوں کن کا ان کا

یار عاشق کا خریدار کہاں ہے کہ نہیں
مہربان ایک وو باریک میاں ہے کہ نہیں
مجھکو گلرو نے خموشی سے کیا قتل سو کہوں
بلبلو ! تم کہو کہا منہ میں زباں ہے کہ نہیں

جلا یا مصحف دل تو نے کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا

کیا دن پڑے ہیں مجھکو تری صبح وصل میں
بخت سیہ کی کہتے بتھا رات ہو گئی
تنہا چلا میں یوں طرف وادی جنوں
زنجیر پانؤں پڑ کے مرے ساتھ ہو گئی

اے سالک انتظار حج میں کیا تو ھکا بکا ہے
بگولے سا تو کر لے طوف دل ، پہلو میں مکا ہے

چراغ گل کو روشن کر دیا آھوں کے شعلوں سے
ھوا ھوں درپے بلبل خام پروانے سے پکا ھے

جو ھے ھر سنگ میں پنھاں سو آتش لعل سی چمکی
سبھی میں حق ھے پر عارف میں کیا رسوا چمکا ھے

نیم بسمل ھوا میں، تیغ نگہ تب رکھ لی
کس بھلے وقت برا ھو گیا جلاد کہ بس

کب لگ احباب کا غم مجکو دکھاوے گا فلک
خاک ھو گئے ھیں بہت اور ھیں چلن ھار کئی

دیکھ کر موتی وو بالی کا بتوں نے پکڑے کان
شمع رو میرا یہ سب آتش رخوں کی ناک ھے

خاطر یاراں میں ھے ھم خاکساروں کا غبار
صاف ھے شکوہ، دلوں میں کہا صحبت خاک ھے

اس آھن دل کا جوھر مثل خنجر خوں فشانی ھے
صفاے دل کا وو ھر چند دم مارے، زبانی ھے

بگولا ھو کے راہ بوستوں میں کوھکن اب لگ
سم گلگوں کی ماٹی ھات مل مل چھانتا ھے گا

چشم رکھتا ھوں، کوی یک پل نہ رووے میرے بعد
آپ کو جوں شمع میں مرنے سے آگے رو چکا

جدوں گلرخاں میں مثل لالہ خوش رھا کرے
جگر پر داغ کھا کر خون دل پی کر ھنسا کرے

جو راہ کعبۂ وحدت بگھولے کی طرح سوجھی
مدّتا کثرت کے جادوں کو طواف ایذا کیا کریے

پیر ہو شیخ ہوا ہے دیکھو طفلاں کا مرید
مردہ بولا ہے کفن پھاڑ قیامت آئی

غضب ہے وو صنم آنکھیں دکھا نظریں پھراتا ہے
یہ دل دینے کے عصیاں کی سزا ہے' حق دکھاتا ہے

جو ہم یہ طفلوں کے سنگ جفا کے مارے ہیں
بتوں کا شکوا نہیں' ہم خدا کے مارے ہیں

جوایک دم منہ لگاوے اُس کو بھی گھٹ جائے کہا تیرا
گیا حقے سے بھی کیا یہ دل فریا دکھ میرا

میں وہ مجنوں ہوں کہ جیوں گل چمن محشر میں
ہوگا دامن یہ میرا پھاڑے گریبان کے ہات

ہوا ہے قحط الفت تب تو دیوانوں کو طفلاں سے
بجز دشنام سنگیں اب تو پتھر بھی نہیں ملتے

جلد مرگئے تری حسرت میں ہم پر ترا دیر کا آنا نہ گیا

جوں موج آب ہے یہ جنوں جزو تن مجھے
زنجیر کی صدا ہے دم زیستن مجھے

ایک بوسہ دے اے کافر بت خدا کے واسطے
مر رہے ہیں ہم اِسی آب بقا کے واسطے

سیہ روزی اے شیریں لب میں شعر آہ سے کاٹی
وو پربت سی شب ایسی تیشۂ جانکاہ سے کاٹی

گئے سب مرد' رہ گئے رہزن' اب الفت سے کامل ہوں
اے دل والو میں اِن دل والیوں سے سخت بے دل ہوں

ہر آن جوں نفس سفری ہیں جہاں کے لوگ
جاتے ہیں پیش‌وپس چلے اس کارواں کے لوگ

پر زنگ ہے آئینۂ دل ہند سے ' عزلت '
گر چاہے صفاہاں تو صفاہاں کو پہنچ تو

موے پر بھی توجہ ہے جنوں کی میری عزت پر
بنا پتھر اُسے طفلوں کے گنبد ہری تربت پر

فصل گل میں چاک چاک اپنا گریباں کیجئے
دل سے ٹانکے عشق کے اُدھڑیں اگر تک سیجئے

جنوں سے ربط ہے جوں موج اب اتنا مرے جی کو
کہ نقش زندگی مت جا نہ پھاڑوں گر گریباں کو

جلتا ہوں' اشک باری جو اب نہیں تو پھر کب
اے چشم دوستداری جو اب نہیں تو پھر کب

نیز در شان حضرت امیرالمؤمنین علیہ الصلوٰۃ و السلام واقع شدہ است :—

واسطے اس شاہ کے فراش قدرت ہر سحر
کھینچتا ہے خیمۂ خورشید سے زریں طناب

جس خوش نگہ کو پہنچوں غفلت کی نیند لیوے
میں خفتہ بخت شب کا افسانہ ہو رہا ہوں

اس کو پہونچی خبر کہ جیتا ہوں
کسی دشمن ستی سدا ہو گا

' عزلت ' گماں یونہی تھا کہ جل کر ہوا ہے راکھ
پھر دود آہ دل نے مرا دیدہ تر کیا

اے بلبل اتنی رو کے دعا ہر سحر توں مانگ
حق تیری آہ سود چمن کی صبا کرے

نہ پوچھو یہ بگھولا ہے مرا ہم تول صحرا میں
یہ قبر حضرت مجنوں ہے تانوا ڈول صحرامیں
ہوی لیلی کے سر چڑہ اشک مجنوں نیل کی نیکی
یہ موتی خاک کوں لیتا نہیں کوئی مول صحرامیں *
بیاباں کے گلوں سے بوے رنگ درد آتی ہے
ارے بلبل چمن سے دل اٹھا، آ بول صحرامیں

صحیح اپنا مرض الفت کا جب میں عرض کرتا ہوں
جلے دل کی تشفی کو مجھے آنکھیں دکھاتا ہے

کہا گرم ہو، دیتا ہے جواب خنک اے یار
تاب اپنے دم سرد کی نہیں دل کو ہمارے

چھن ابروے سجن سے مراجی الجھا ہے
دل کھلے گر کبھی دونوں میں گرہ پڑ جاوے
دل میں رندوں کے پھپولا ہوا عمامۂ شیخ
یارب اس بزم سے یہ زہر کا مکّر جاوے

سدھا رے گل کہاں، سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلاکر آشیاں اپنے

نہ پوچھو یہ کہ کیفی چشم پے سرمے نہیں کھیری ہے
گر یہاں گیر ظالم، پے سخن فریاد میری ہے
تجھ قبا پر گلاب کا بوتا دل بلبل کو یا ابھی توتا

---

* دونوں تذکروں میں نہیں ہے —

بجز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا
سوائے بیکسی اب اور آشنا نہ رہا

" عارف الدین خان * عاجز † "

پہلوان شہ زور سخنوری ' و رستم سلم شور معنی

---

* تذکر تہن میں " عارف علی خاں ہے " —

† عارف الدین خان عرف مرزائے ' عاجز ' تخلص اورنگ‌آبادی - بلخی‌الاصل است. پدرش در زمان سلطنت عالمگیر بادشاہ از بلخ بہندوستان آمد - غازی‌الدین‌خان بہادر فیروز جنگ بمنصب سرافراز گنانیدہ با خود داشت . بعد ازانکہ پدرش‌وفات کرد' خان مشار الیہ صغیر بود از آنجا کہ رب حضرت کریم و رحیم بندہ ہاے خود را ضایع نمی‌گزارد بہ فضل عمیم ازفہم‌ودانش‌بہرۂوافربخشید'چوں بسن تمیز رسید'بدستگیری‌وعنایت نواب سید لشکر خان بہادر نصر جنگ صوبہ دار اورنگ‌آباد بعطاے منصب و خطاب خانی‌سرافراز گردید ' بہ جاگیر قلیلے اوقات بسر می برد ' دریں روزہا بخدمت بخشی گری رسالۂ سواران کہ نواب نامدار مذکور سر بلند فرمود ' سر گرم خدمت و مستعد جان فشانیست ' نشۂ شجاعت ہم دارد و با فقیر حقیر از طفولیت ہمدم و یکدل است ' از روے اشفاق بدیدن احقر تشریف ارزانی می فرماید - در کوتوال پورہ بلدۂ اورنگ‌آباد احقرالعباد مکانی ساختہ' روزے قدم رنجہ داشتہ بود - فقیر از راہ شوخی جرات نمود کہ دعواے تاریخ گوئی دارند تاریخ این مکان ہمیں زمان بدیہہ برزبان آرند' تبسمی کرد و گفت چہ صلہ خواہند داد' گفتم ہرچہ بخواہند ' لمحۂ سر در گریبان فر و بردہ بخود وجد نمود

(باقی بر صفحہ آئندہ)

روری - نہنگ دریاے شیریں مقالی ، ضیغم نیستان رنگیں
یالی - شاعر یست زبردست ، و معنی آ فرینیست صاحب
درت - زمینهاے سنگ لاخ ریختہ طرح میکند ، و قوافی تازہ
دلچسپ بکار می برد ، و هیچ جا عاجز نمی ماند - چنانچہ
نود می گوید :—

(بقیہ حاشیہ صفحۂ ۴۶۳)

این قطعۂ تاریخ بدیہہ فرمود — (قطعہ)

منزل عیش بہ از چار محل | کرد بنیاد چو مرزا افضل
گفت تاریخ بنایش 'هاتف' | منزل جاہ و مکانِ افضل

فہم عالی دارد، بطبع رسا در اشعار فارسی و ریختۂ هندی
از نازک خیالاں است - و در تاریخ گوئی بے بدل - دیوان فارسی
و ریختہ ترتیب دادہ ، این چند اشعار آبدار زادۂ طبع اوست —
اشعار ریختہ کہ سابق دریں بحر کسے نگفتہ ودر دیوان از ریختہ
در ریختہ قافیۂ مشکل و زمین سنگ لاخ داود —

دل کا چمن میرا جب سیں جلادیا تیرے شرار جفا نے اے سر کش
دم بدم آهوں کے شعلوں کے نقطوں سیں جھڑتے هیں گل جیسے شعلۂ آتش
ابرو کمانوں نے سینے کوں میرے بنا کے نگاهوں کے لسوں کا تودا (؟)
دل میرا قربان کر آنکھوں پر اپنی هی پلکوں کے تیروں کا ترکش(؟)

خاصہ سجن میرا کلبدنوں میں لباس کوں جب سیں کیا هیگانیں سکھہ
دل میرا پرکالی هوتا هے سینے میں سر کوں پٹکتا هوں هاتوں کے مل مل
خمار نگاهوں کی مستی کے وصفوں جب میں کہتا هوں چمن میں
نرگس شہلا کے پیناے نے سیں سنا هوں گا جوسیں نغمۂ قلقل

ترے رنگ تبسم سوں بتوں کو دانت کلی هے
ترے عارض کے تل سیں گلرخوں کوں تاپ تلی هے

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کہتے ہیں سنگ لاخ زمینوں میں ہم تو شعر
پا نا ہماری شوخی معنی کو ہے ' مکت '

روزے در ' حیدرآباد ' با فقیر ملاقات کہ ملا قات اول همون بود ' دست داد - اشعار خود بسیار خواند ' گفتم کہ باوصف غلبیت تخلص عجز از بهر چیست' کاشکہ غالب می شد'

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۶۴

مری رنگیں ادا سیں باغباں! گل کوں ہے کیا نسبت
کہ ہم سہلے ہیں تیری باغ کے پھولوں میں ہے پھکڑی

بہار آنے سیں شبنم نے کیا ہے گل کا بستر تر
چمن میں چل کر اس کوں فرش اے خورشید پیکر کر

دل کوں میرے اے صنم کاکل کے خم سیں کھینچ لے
زهر مہرا ہے اسے افعی کے دم سیں کھینچ لے

رات اس مہ رو کے جب لگ تھی ضیافت باغ میں
خوان گل کو چاندنے کی تھی دو بھری بستلی
زال دنیا سیں محبت مت کروا ے مرد حق
بیوفائی میں تو یہ مہا ہے کسبی کنچنی

ہمارا خوش تبسم باغ میں جب مسکراتا ہے
کلی کوں باغباں کہتا ہے کوئی دم مت ہنس اے خفتی

تری آنکھوں کی گردش سے فلک پھرنے لگا ظالم
زمانہ چرخ میں آیا ' ہوا ہے آسمان گردی

بال اس کا کل مشکلیں کے نہت کالے ہیں
ناگ کے بیل سیں شاید کہ اُسے پالے ہیں
تیرے غم سیں مری انکھوں میں جھڑی لاگی ہے
کیا کہوں پلکوں کے احوال کہ پر نالے ہیں

(تحفۃ الشعراء)

ر مود که در ظلمات انکسار آ ب حیات غلبیت موجود است و
ین بیت میرزا صائب علیه الرحمه بر خواند :—

افتادگی ز خاک بر آورد دانه را
گردن کشی به خاک نشاند نشاند را

اکثر اشعارش چه از فارسی و چه از ریختہ بنا بر بے پروائی او تلف شد ند ' و کسا نے که هر چه بزبانی او شنیده صفحۂ قرطاس نوشت باقی مانده ند ' ورنه او دماغ تحریر مسودات خود نمید ارد - و طبع زاد خویش را نزد سامعان یاد میخواند - بے شائبۂ ریب در شعر ریختہ میرزا بیدل وقت است ' در بحر جهولنه وکبت واشلوک ودیگر ابحارتازہ ریختہائے متعدد دارد و می گوید که (م) :- بدستم هرچه آید می نوازم هیچ آتش زبانے در دکن نیست که باو بمقابله بر خیزد ' وکسے چرب بیانے درین مرز بوم نه که پیش او شورے بر انگیزد. موزونان این سر زمین بیدست شده بنامش از چشم گوش می گیرند ' و فصیحان این جا بدهن بستن خود از پا افتاده خط بر بینی می کشند - مورخ بے بدل است - قصۂ " لعل و گوهر " جمله پانصد بیت بنظر در آمد ' گواهر گران بهاے معانی تازه مرصع نموده ' مطلع او اینست :—

الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی — عطاکر مجھ کو یاقوت معانی
سخن کا لال دے مہری زباں کو — درمعنی سے بھر مہرے بیاں کو
سخن کے در کا مجھ کو جوہری کر — سخن سنجوں کو میرا مشتری کر

درجائیکه لعل فقیر میشۂ راه شهر نگینه گرفت ' آں جامی گوید :—

... که وحشت کا ... کر بگولا — خردکی راہ کو وحشت سے بھولا

سراپا باد بن مانند جھکڑ — چلا آندھی کے سر پر مار جھکڑ
سحر سے شام لگ مانند خورشید — طلب کے فرق پر رکھہ پاے امید
تردد کا قدم رکھتا تھا گن گن — نہ ہوتا تھا کہیں کوئی لحظہ ساکن
غزالوں کی طرح سرگرم رم تھا — بیاباں اُس کو گلزار ارم تھا
برس دو لگ چلا جب راہ میں راہ — نظر میں اُس کے آیا دشت جانکاہ
کروں اُس دشت کی کیوں کر صفت کو — زباں پر کس طرح ڈالوں نہمت کو
وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار — اجل کا کہیت تھا وو دشت خونخوار
بیابان عدم کے تھا برابر — وہاں تھا جاتے عزرائیل کو ڈر
وہاں کی ریت ہیرے کی کنی تھی — وہاں کے کانٹے بہالوں کی انی تھی
وہاں کی گرد تھی پانوں کی دارو — وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو
وہاں کی باد تھی شوریدہ صرصر — وہاں کے کنکرے تھے مثل اخگر
بگولا تھا وہاں دن رات قائم — وہاں جھکڑ سدا آندھی تھی دائم

دیوان ریختہ هایش کہ جملہ ایک ہزار بیت کسرے زیادہ است بہ نظر در آمد ' و این ابیات ماخوذ شد :—

پانوں میں پلکوں کے گھنگروں اشک کے قطروں سیں تھے
درد کے ہاتوں میں جب لگ درد کا مردنگ تھا

نہیں چھوڑا انہوں کا نام مجھہ دل میں ترے غم نے
نہیں باور تو ظالم ! چوک مت ' جڑ دے کٹار اپنا
ارے ناصح عبث کرتا نصیحت ترش رو ہوکر
کھٹائی کا مجھے پرہیز ہے ' مت بیچ اچار اپنا
تجھے جلنے سے اور رونے سے میرے کیا ارے مطرب !
ہٹا کر دیپک اپنا ' اور الاپا کر ملہار اپنا

.... نہ جاوں کیوں کہ پھر پھر کوہ و صحرا میں
وہاں فرہاد اپنا مونس ' اور مجنوں ہے یار اپنا
بڑا پگڑ ' بڑا شملہ ' بڑا کلہ ' بڑا ڈاڑھا
بڑا یا ہے بڑی محنت سے زاھد نے وقار اپنا

تجھ بن اے لال اشک آنکھوں میں ہمارے سرخ ہیں
دل نہیں پھوٹا تو اُس پانی کے پل میں کیا ہوا
محتسب کو دیکھ سارے مست اُٹھے مینا کو توڑ
پھر نہ دیکھے خم کا حال اس چل بچل میں کیا ہوا

سحر اُس حسن کے خورشید کو جاکر جگا دیکھا
ظہور حق کو دیکھا خوب دیکھا با ضیا دیکھا

پھر مت پاکی کو خط پر حسن اب بس ہوچکا
کیوں عبث گھستا ہے موں لوہے سے پارس ہوچکا

شوخ مسجد کو چلا ' شیخ شتابی چھپ جا
دیکھ ہووے گی ترے دین کی خرابی چھپ جا
محتسب آج خرابات میں آتا ہے خراب
دختر رز کو بغل مار شتابی چھپ جا

جب پان کھا کے لب پر کرتے ہو رنگ دونا
آنکھوں میں میرے پل پل ہوتا ہے اشک چونا
لوٹن کبوتروں سا دل کیوں نہ پھڑ پھڑا وے
تیری نظر ہے عالم عالمیں کا ستونا

ادا سیں گر ہماری بزم میں وو فتنہ ساز آوے
بجا کر مہر کا دف چرخ کھا کھا کر گرے زہرا

لیا ہے دل ہمارا جس نے 'عاجز' ہے وو خوبوں میں
ھٹیلا بت بڑا منصوبہ گر ' عیار ' البیلا

دو بات سیں خالی نہیں ہے اشک کا چلنا
آنکھوں کا کہیں لگنا ہے یا دل کا اٹکنا

خوبروئی اس سے کیا ہووے گی خوب — جس نے دیکھا تجھ کو سر کو دھن دیا

خوب رویوں کو ارے دل خوب ہے پہچاننا
جان اگر چاہیں تو دینا ' حکم ان کا ماننا

طبع کی چھاتی سے ہم پر زور رکھتے ہیں سخن
فکر کے مگدر کو ' عاجز ' جب سے سیکھے بھاننا

مری آہ دل سوزاں کو سن کر مت ہنس اے زاھد
کہ یہ شعلہ لگائے گا تری مسواک سیں دھنوا

فتنہ ساز آیا مرے گھر میں ارے مطرب بجا
اس طرح باجا بجا ' اہلی جو وو بولے بجا

الہٰی کب دل غمگیں ہمارا شاد ہووے گا
یہ اُجڑا شہر یارب کس گھڑي آباد ہووے گا

بہار آنے سے سارے عندلیبوں نے کہے مل مل
کہ یہ غوغا تمہارا رہبر صیاد ہووے گا

کہے مستوں نے میرے نالۂ دلسوز کو سن کر
کہ یہ آواز کوئی مینائے چکنا چور کا ہے گا

عاشقی کی راہ میں سر رکھ قدم کو بھول جا
راہ جانبازوں کی ہے مت بھول دم کو بھول جا

بھول جا سب کو، کہے تھے ہم نے تمکو اے سجن
یوں نہ بولے تھے کہ اے کیج فہم ھمکو بھول جا
سدھہ نہیں ہم کو تری شوخی سیں اے آھونگاہ
ہم تو بھولے چوکڑي آ تو بھی رم کو بھول جا
مہربانی بھی کبھی کرتا رہ اے ظالم مزاج
کون کہتا ھے کہ توں بالکل ستم کو بھول جا
عیش کی مستی کی خاطر شیشۂ شہرت نہ توڑ
دل کو ساغر کر، لہو پی، جام جم کو بھول جا
اے پری 'عاجز' کی باتیں ھیں گلستان سخن
دیکھہ رنگیں فکر، گلزار ارم کو بھول جا

جب اس کی زلفوں کے وصفوں کو لکھتا ھوں بیتاب ھو شاخ سنبل قلم کر
ہر حرف بنتا ھے لہروں بھرا ناگ، پر نقطہ بنتا ھے ناگن کا انڈا
خوش قامتوں کے طپش عشق سے بستر غم میں دل جب سے ھے آہ سوزان
قمری پلٹتا جلا سرو کا میری گردن میں باندھا ھے طوقوں کا گنڈا
'عاجز' ترے دل کے پامال کرنے کو سینے میں اترا ھے داغوں کا لشکر
آنسو کی بھیگی طنابوں سے قائم ھے آہ رسا کا کلیجے میں جھنڈا

ھے سینۂ پر سوز مرا عشق کا آوا
دل داغوں سے ھوگا جلی اینٹوں کا پجاوا

ناگنوں کو باندہ لٹکا بولتا ھوں مار مار
جب سیں دیکھا ھوں تری زلفوں کی لٹ کا چھوٹنا

تری آنکھوں کی گردش دیکھکر اے خوش نگہ بن میں
ھرن نے کھا کے چکر رم کو چوکا، چوکڑی بھولا

میرے لہو کا رنگ نہیں تو کہو شتاب
تھی اس طرح سے لال تمھاری رکاب کب

ترا ذقن ہے اگر لال باغ حسن کا سیب
ہے تیرے چاہ زنخدان ملے ہزار آسیب

اے زاہدو یہ بوے ہو کہا تخم بند گی
شطرنج کی طرح تو تمھاری ہے خشک کشت

تمھارے پنجۂ رنگیں کو گر چمن دیکھے
اُڑے گلوں ستی رنگ بہار ہاتوں ہات

ریختہ از ریختہاے بحر طویل کہ بطور لف و نشر مرتب گفتہ این است :—

سجن کا تبسم، سجن کا تکلم، سجن کی ادائیں، سجن کی یہ قامت
ہے فردوس غنچہ، ہے باغ فصاحت، سراپا لطافت، قیامت قیامت
سجن کی جبیں پر، سجن کے رخ اوپر، سجن کے بھواں پر، سجن کی کمر پر
ہے زہرہ تصدق، ہے خورشید مائل، ہے قرباں کمانیں، فدا ہے نزاکت
تری کالی آنکھیں، تری کالی زلفیں، تری کالی پلکیں، ترا خط مشکیں
سیہ مست آہو، ہے ناگن کا جوڑا، سیہ تاب نشتر ہے، ریحان جنت
ہماری زباں ہے، ہمارا سخن ہے، ہمارا قلم ہے، ہمارا رقم ہے،
غذا خوان بلبل، معانی کا گلشن، نہال مقطع، مرصع زراعت،
ہماری جوانی، ہماری ضعیفی، ہمارا قد خم، ہمارا تواضع
ہے معدوم، عاجز، ہے آثار رحلت، ہے دام ہلاکت، ہے ہمدوش تربت

اگر این ریختہ باین ترکیب خواندہ می شود، درست می گردد :—

سجن کا تبسم ھے فردوس غنچہ ' سجن کا تکلم ھے باغ فصاحت
سجن کی ادائیں سراپا لطافت' سجن کی یہ قامت قیامت

ھماری آہ کو سمجھو کہ ھے بڑی بل بند
وو گرز ھے کہ جو توڑے فلک کے ساتوں کھنڈ
تمھارے قد کے مقابل ھے سرو یوں بیڈول
نہال سرو کے آگے ھے جیوں درخت ارنڈ

جب سے تم اے نازنیں نتھہ کو سجے ھو تب سیں ھے
جی ھمارا ناک میں ' غصہ تمھاری ناک پر

ساقی مرا چمن میں کرے گر نگاہ قہر
نرگس کے جام چشم میں ٹپکے شراب زھر

روز محشر میں بچاویں گے تجھے بارہ امام
مت سقر کے ڈرسیں 'عاجز' فکر سات اورپانچ کر

اُٹھا کر نعمت دنیا سے دل کوبھاگ رے ' عاجز '
کہ بہتر ھے تجھے حق کے کرم کا ساگ رے عاجز

جہاں آباد میں گرمی سے کوئی ظالم نہیں ملتا
سمندر درد کا ھے تو وطن کر آگ رے ' عاجز '

کہا کانٹوں کو یوں پامال' میں پھر پھر کے صحرامیں
کہ مجنوں آہ کر میرا قدم پکڑا ' کہا بس بس

لکھاھوں یوں بتوں کو(......)جیوں صندل طرح 'عاجز'
دیا قشقہ جبیں پر برھمن میرا قلم گھس گھس

جو دنیا دار کھینچے عشق زر میں آہ بھاری
اُسے مغز فلوس اور شربت دینا ر ھے نافع

بجلی کڑکنے لگی، لگا گڑگڑانے ابر
بن جان، دین آہ کا دھوں دھوں بجا دریغ

محتسب کے ہوش کو دارو سیں دیتے ہیں اُڑا
قلعۂ مینا کو جب مستی سے ہلکاتے ہیں ہم

مسجد میں اذان و بتکدے میں ناقوس
وصف اُس کے کمال کا کہاں ہے کہ نہیں

لالے کی فصل شاید آئی ہے گلشنوں میں
سب گلرخوں نے لب پر مسی جمائیاں ہیں

بخشی عشق نے چہرہ ہمارا لکھا کے کیا شاہ حسن کا نوکر
داغوں کی مہروں کے واسطے لاگے ہیں دل کی کچہری میں غم کی براتیں
پہاڑوں میں کوہ کن آہ نہیں ہے، نہیں ہے دریغ بیاباں میں مجنوں
سنسان پڑے ہیں گے دونوں مکاں وہ کدھر کو گئے ہیں دوانوں کی ذاتیں

'شاہ' سامی کہ ذکرش گذشت، ریختۂ این دو بیت را کہ بالا مذکور شد، مخمس نمودہ و خوب گفتہ۔

آیۃ "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" دل میں بول
کوچۂ یار دل بے رحم میں غوغا کروں

فوج آہو میں نہت رم ہے مگر لاگے ہیں
شوخ چشموں کی نگاہوں سے بیابان میں بلن

مت ستا محتسب اب ہم کو کہ بے جام و شراب
ہم تو کوئی نرگس مخمور کے متوالے ہیں
اُس کے ہم دام محبت میں پھسے ہیں 'عاجز'

جب سوز دل سے جل جل آھیں نکالتا ھوں
دوزخ کی سر زمیں میں بھونچال ڈالتا ھوں
اے غنچہ لب ترے بن ھر سال فصل گل میں
سینے میں گیند جیسا دل کو اُچھالتا ھوں
جب بحر اشک میرا کرتا ہے جوش طوفاں
ساتوں فلک کی چادر تر کر کھنگالتا ھوں
جب اپنی آہ دل کی کرتا ھوں میں ضیافت
بجلی کی مچھی* 'عاجز' دم میں اُبالتا ھوں

دل کے (.........) کو اپنے سیماب کے ورق پر
بجلی کی کلک لے کر یک سر شرار کھینچوں

کیونکہ آویں شہر کے نزدیک صحرا کے غزال
ہے انوں کی چوکڑی میں رم ھماری آہ سیں
شمع کے شعلہ کو کیا طاقت جو تھانبے اُس کا زور
برق کے اعضا میں ھوگا خم ھماری آہ سیں

جادو نظر ھو خوش نظروں میں ارے میاں
نازک بدن ھو سو کمروں میں ارے میاں
تجھ سو ھمت گردوں دوں کے وصف مت پوچھو
کہ یہ دیتا ہے (...............) دونوں کو

اے شوخ تری آنکھیں سرشار نظر آویں
دل لینے کے سودا میں ھشیار نظر آویں
دل تیری نگاھوں کے تیغوں کی لگا ھوں لیں
کچھ وار نظر آئیں، کچھ پار نظر آویں

---

* مچھلی -

هم آنکھوں تری دیکھیں اور تھری بھویں دیکھیں
خوں ریز نظر آویں ، تروار نظر آویں

آج آیا ہوں سخن میں شعرا ! عشق اللہ
بت بنا ، زور قلندر ہوں بنا عشق اللہ

لکھوں جب اپنی آہ داغ دل کے سوز کو عاجز
قلم توپ اور سیاہی بس بھری باروت بن جاوے

کبھی نگاہ بن دل رنجور ہو رہا ہے
یہ شیشہ مے کی خاطر سب چور ہو رہا ہے

خیال اُس شوخ کا کب مجھ دل بے تاب میں ٹھہرے
کہاں بجلی کا سایہ چشمۂ سیماب میں ٹھہرے

یہ کیا دھارے کے قبضے میں پڑا ہے زاہد اے رندو
کہ گر پاکی کا دم مارے تو نا معقول بن جاوے

وو چنچل ناچ میں جب چرخ کھا کھا کر تھرکتی ہے
کنارے اس کے در دامن کے دامن سے جھمکتی ہے

جب اے چانچل ترے بن کھینچتا ہوں آہ سوزاں کو
توپ کھا کھا کے بجلی جاکے دوزخ میں دھکتی ہے

محبت کے چمن کا گل جو بویا ہے یہی دل ہے
بہار عشق کا بلبل جو گویا ہے یہی دل ہے

جدائی کے سخن کو جب گریباں پھاڑ لکھتا ہوں
قلم فی الفور قینچی ہوکے کاغذ کو کترتا ہے

مرے نازک سوں کیا نسبت تری لیلیٰ کو اے مجنوں
کہ میں دیکھا ہوں تصویر اُسکی وو بھی خوب مستقلی

وو چنچل کھول زلفیں ناز سے شانے کو پھری ہے
ارے دل کیا خبر تھی، کہ آنکھوں میں اندھیری ہے

پڑیں میرے گلے میں قمریوں کے طوق کے حلقے
اگر وو سرو قد زلفیں کھلی مجھ بزم میں آ بیٹھے

ہنسے جب کھل کھلا کر وو رنگیلا، پھول بن جاوے
نظر جب تیز کر دیکھے، پتی کی سول بن جاوے

عجب شور جنوں ہے اِن دنوں میرے خیالوں میں
کہوں مجنوں کو دن چپ رہے مجہول بن جاوے
اُڑاوں جب چمن میں خاک سر پر اُس رنگیلے بن
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

دوانو! کوہ و صحرا پر جنوں میرا ہوا حاکم
کوئی جا کر کہو فرہاد و مجنوں کا و کیل آوے

مجھہ سے بے دل کی اگر تصویر کھینچا چاہئے
اے مصور صورت دل گھر کھینچا چاہئے

نور محمد عاصی " تخلص " ۔

از خاک پاک ' برہان' پور است ' طبع موزوں و ذہن ثاقب

شیخ نور محمد ' عاصی ' تخلص

برہانپور بست' مدتے نوکر نواب نصیرالدولہ بہادر عموی خلد منزلت آصفجاہ صوبہ دار برہانپور بود- و خدمت داروغگی قماشدان اشمع' بعد فوتش در فرقۂ ملازم آصفجاہ گشت' الحال تعینات پیر عبدالحی خان 'وقار ' دیوان صوبۂ برار است' طبع نظم درست دارد (تحفۃالشعراء)

داره ' فکر فارسی هم بنهایت عذوبت می کند ' و از غزل گوئی بسیار محظوظ است - فکر ریختہ کم می کند ' و با راقم سطور طور مودت درست می دارد. ایک دو مرتبه بغریب خانه تشریف آورده بود ' الحال در لشکر نواب مستطاب' معلی‌القاب' نواب نظام‌الدوله بهادر ادام الله اقباله' بسر می برد - اشعارش بوقت تحریر این مزخرفات بفقیر نه رسید - ناچار این ابیات از تذکرۂ فتح علی خان ماخوذ شد :—

سمجھے ہیں ہم کہ اب کہیں تم نے بھی دل دیا
بیٹھے کہیں ہو ' بات کہیں ہے ' نظر کہیں
آتا تھا تیرے منہ کے مقابل ہو آفتاب
ایسا گرا کہ تیغ کہیں ' اور سپر کہیں

آہستہ سے وزخم ہیں دل کے آلے | کیا ظلم ہے اے سوئی سی پلکوں والے
ورنہ تیرے بہت ہیں دیکھے بھالے | ترچھی وو نظر گزر گئی سینے سے

مرزا عاشور بیگ ' عاشق ' تخلص

از تلامذۂ شاہ ' سامی ' است ' فکر ریختہ خوب' و با محرر این سطور اخلاص می‌دارد و گاہ گاہے از ملاقات مسرور می‌سازد - از ریختہ جات اوست :—

جو مست جام و شیشۂ صہبائے سبز ہے
ہر جا ہے اُس کو ہووے اگر یہ خمار سبز

چیونٹیوں نے پر نکالے الحفیظ | دشمنوں کی کیا مگر آئی ہے موت

اگر این بیت باین حسن تغیر یابد احسن است —

خال پر لب کے اُگا ہے خط سبز — مور نے اب پر نکالے الحفیظ
عشق کے کشور کا جو سلطان ہے — اُس پہ ہردم مہر و مہ قربان ہے
چشم بیمار بتاں گلشن میں دیکھ — نرگس حیران کو یرقان ہے

مرزا جمال اللہ ' عشق ' تخلص

ابن محمد داؤد - طبع موزون می دارد ' و از صغر سنی قدم بزمین شعر می گذارد ' و بیشتر اصلاح سخن از شاہ ' سامی ' می گرفت و ' احسن ' تخلص می نمود - الحال در حیدرآباد رفتہ بسلک تلامذۂ سید عبدالولی صاحب ' عزلت ' منسلک شد - و ' عشق ' تخلص خود قرار داد - اکثر گاہ بغریب خانہ تشریف ارزانی می فرماید ' و اشعار طبع زاد می خواند —

دیدیم کتب خانۂ ہفتاد و دو ملت
غیر از سخن عشق نشد منتخب ما

الغرض خوب کسے است ' حق تعالیٰ سلامت دارد - این چند ابیات ازان ست :—

چشم بیمار مرے حال سے ہیں واقف حال
درد ہجراں میں گرفتار ہوں کن کا ' اِن کا

جس روز ہم مریں گے وہی دن ہے حشر کا
جب تک ہماری جان ہے ' تب تک جہان ہے

میری آہ گرم نے تالی ہے کیا رونے میں شور
اِس سوا دیکھا نہیں کہیں آگ کا پانی میں زور

سرد مہروں ستی پالا نہ پڑا تھا، سو پڑا
پاؤں پیچ میں مرے دل کا نہ گڑا تھا، سو گڑا
آج کچھہ غم کی خزاں اور طرح آئی ہے
کہ گل عیش چمن سے نہ جھڑا تھا، سو جھڑا

اگر گلزار میں، میں اپنے اُس گلرو کو نا لاتا
نہ بلبل شور میں آتی، نہ گل کا رنگ رو جاتا
گلستاں میں نہ دکھلاتا اگر توں خال کو اپنے
نہ نافرماں سیہ ہوتا، نہ لالہ داغ غم کھاتا
نہ ہوتا گر مرے رونے کا شور آفاق میں تجھہ بن
نہ بجلی رقص میں آتی نہ بادل راگ کو گاتا

ہیں زخم مرے دل پر کاری ترے ابرو کے
اغیار کے تئیں ناحق دکھلانے سے کیا ہوگا

سرشار ہیں ساقی کے، نہیں جام کی کچھہ حاجت
ہم چشم کے مستوں کو پیمانے سے کیا ہوگا
مشہور مثل ہے یہ، اس عشق کے سودے میں
ہشیار تو ہیں 'عاجز' دیوانے سے کیا ہوگا

باب الفا

اشرف علی خاں " فغان " تخلص

از اُمرایان درگاه احمد شاه بادشاه بود، و اکثر گاه چمنستان قلوب‌را از نسیم‌لطیفه‌گوئی و ظرافت مطرا می‌نمود۔ در شعر فارسی اصلاح سخن از قزلباش خان 'امید' می گرفت۔ فغان فغان' چنین است:-

هم تو مرتے هی تڑپتے پڑے زندان کے بیچ
مفت لپٹتی ہے بہار آہ گلستان کے بیچ
مسکرانا ترا کیا کم ہے میاں! تیغ نہ کھینچ
کیا مرا جی نہ نکل جاویگا اِس آن کے بیچ
مجھے سر صاف دوانے کے نظر آتے هیں
کیا مگر خاک نہیں آج بیابان کے بیچ
میرے دلدار کو جو خواب میں دیکھے یوسف
شرم سے ڈوب مرے چاہ زنخدان کے بیچ
غل اُٹھا مصرع 'حشمت' کا 'فغاں' زنداں میں
پھر ہے زنجیر کی جھنکار مرے کان کے بیچ

میر محمد تقی 'میر' و فتح‌علی‌خاں‌این ابیات می نویسد:-

ساقی! نہ میں یہاں آپ سے کچھہ چشم‌تر آیا
دل دیکھتے هی ابر کو ناچار بھر آیا

آوارہ' پریشان و شکستہ دل بدنام
سنتے تھے 'فغاں' جس کو سو آج ہی نظر آیا

شکوہ کرے ہے کیوں تو مرے اشک سرخ کا
کب آستیں تری مرے لہو سے بھر گئی

ایں شعر راکہ میرزا رفیع 'سودا' در ریختۂ خود قطعہ بند کردہ' در احوال میرزا 'سودا' تحریر یافت —

ہستی کی خرابی جو نظر آتی عدم میں
ہرگز کوئی اِس خواب سے بیدار نہوتا
اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہے
تو چاهئے تسبیح میں زنار نہوتا

'شاہ فضلی' *

از اکابراں عصربود' و گوی معنی از همسران می‌ربود-اشعار ایهام بسیار میدارد و ابر خامسۂ او چنین گوهر می بارد :—

* شاہ فضل‌اللہ نقشبندی 'فضلی' تخلص

پسر سید عطاءاللہ اورنگ‌آبادی است' درویش صفاکیش و عارف کامل جمیع علوم بود- مدتے در لشکر غازی‌الدین خاں بہادر فیروزجنگ مرحوم بموجب حکم حضرت رسول مقبول ماند' و همیں سبب بود کہ خان فیروزجنگ اکثر از قلت جمعیت بر بسیارے مقہوران فتح و ظفر می یافت - نواب عضدالدولہ بہادر کلام اللہ خط مبارک حضرت امام رضاعلیہ‌السلام کہ از کتاب خانۂ امیرالامرا حسین علی خاں یافتہ بود' بایشاں سپرد' الحال آں قران مجید در قلعۂ دولت‌آباد دکن است کہ میاں محمدی پسرش هدیہ نمود- آثار کمال درویشی بر چهرۂ مبارک نورانی او ظاهر بود' جامعیت داشت' رسالۂ "زادراہ" در علم سلوک از و یادگار است-

بقیہ بر صفحۂ آئندہ

فوج غم آئی ھے دل پر بھاگ رے
فوج غم میں شہ ملیں تو بھاگ رے

بقیہ حاشیۂ صفحہ ۴۸۳

قصۂ "برہ بھیدوکا" و قصۂ "پریم لوکا" بزبان ھندی گفتہ و ایہام خوب دارد، اشتہار یافتہ اند، و در فارسی و ھندی نیز اشعار او صاف و شیرین است - این چند اشعار (فارسی) و ھندی از فکر او ست —

(ابیات ایہام)

مکھہ سوں اپنے عرق توں دور نکر — حسن کا عطر مجھہ کوں لینا ھے
دو بھواں دیکھہ کر کہا میں یوں — دوگھڑی رات دن میں آئی کیوں

بہوت عاشق ھیں، مار کھاتے ھیں (؟)
مجھہ کوں ترے فراق میں دن کاٹنیں لگے

* جب تلک تھی جنس گھر میں بیچ کھاتا تھا فقیر
اب تو کچھہ باقی رھا نہیں، ھے مگر بیچوں خدا

طبیب عشق سیں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا تجھہ پر بھلا ھے سورۂ یوسف کا دم کرنا

اے کبوتر جاکے کہہ یوسف کوں کنویں سوں نکل
تجھہ بنا رو رو زلیخا ھورھی ھے باؤلی

در تعریف رقص

ناچ تو منحصر ھی چلنا پر — نام جس کے میں ناچ بھرتا ھے (؟)

تیری انکھیاں میں کیا بلا کچھہ ھے — اب تلک یار ھات ملتے ھیں

تجھہ ملاحت کے لوں کی لذت — جس کا دل ھے کباب سو جانے

دیکھہ کر تیری پانوں کی مہندی — مجھہ کو تلووں سوں آگ لاگے ھے

پھو کے مکھہ کی صفائی کے آنگے — موں دیکھو آرسی کی صافی کا

---

* یہ شعر میر یحییٰ 'عاشق' کے یہاں بھی درج ھے - (تحفۃ الشعراء)

جان جانے سے جان جاتا ہے جان جانے سے جان جاتا ہے
یار کا دیکھنا خدا دکھلا ئے یار کا دیکھنا خدا دکھلا ئے

فتح علی خان این ابیات می نویسد:—

مصور گر تری تصویر کو چاہے کہ اب کھینچے
لگا دے ایک سارا چاند چہرے کے بنانے کو

سجن کو میں کہا تک منہ تو دکھلا کہا آئینہ رو نے بیٹھ منہ دیکھ

زلف کے سلسلے کے طالب کو پیچ دے کر مرید کرتے ہیں

تیرے رخسار کی صفا آگے موں دکھو آرسی کی صافی کا

(فدا *)

احوالش بفقیر نرسیدہ - این ' قطعہ فتح علی خان در تذکرۂ خود نوشتہ بود' بقلم آمد:—

مست شراب بند قبا وا کیے ہوے
پوچھا میں اس طرح سے چلے ہو کہاں میاں
کہنے لگا لے تیغ کو غصے سے ہات میں
سنتا ہے بے یہ کون زباں ہے میاں میاں

---

* رضاطلب خاں ' فدا ' تخلص شاہجہاں آبادی

از ہندوستان ہمراہ نواب نظام الملک آصف جاہ بدکن آمدہ بخدمت قلعہ داری سرفرازی یافت - نجیب و شریف است - بقوت طبع قابلیت فکر شعر دارد ' —

شیخ احمد ' فدا ' تخلص اورنگ آبادی

از قوم نوایت است' ناظم شہر ستاں و خوب معنی یاب بود- فکر شعر داشت ' (تحفۃ الشعراء)

" فخری "

احوالش معلوم نیست، میر محمد تقی میر این یک بیت از و می نویسد: —

جب دیکھوں میں تجھے تو چکا چوند لگ رہے
ہرگز کنھیں نے دیکھا نظر بھرکر آفتاب

میر فخرالدین اورنگ‌آبادی

تر مذی الاصل ، از سادات حسینی - ' فخر الدین ' تخلص می کند، نواسۂ حاجی عبدالله جنود ثانی و داماد سید محمد حیات درویش است - متصل دروازۂ بارہ پلہ اورنگ‌آباد تکیۂ اوست، دوآغاز شباب بکسب سپاہ گری بمیان سپاهیان کمربست، بعد چندے بحکم" الفقر فخری " بر مسند فقر بنشست، از مجاهدات شاقه بمقصد خود پیوست ، و بفقرو قناعت ممتاز گشت - حضرت سجن صاحب مرحوم که درویش کامل و عارف بود ، از حالش خبرداشت ، بوقت دم آخر حرقۂ خویش عطا فرمودہ - فکر اشعار می نماید، از وست:—

یار ہر شان عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
بے نشاں عین نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
مکھ کے مصحف منیں ہر چند تھے آیات کھیر
نازکشاف بیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
ضعف ہمت ستی دل ہوش طرف چھپتا تھا(؟)
شوق خود تازہ جواں تھا مجھے معلوم نہ تھا
' فخردیں ' عمر سوں تھا جسکے بدل سرگرداں
اس تعین میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

جب‌سوں مجھ دل کا نصیبہ عشق ہے تقدیرسوں
ہر نفس ہے شعلہ زن تجھ شوق کی تاثیر سوں

(بقیۂ بر صفحہ آئندہ)

" فدوی "

بلبل خوش بیان و طوطی رنگین زبان است - این دو
سه ابیاتش که بفقیر رسیدہ اینست: —

میں دیا جان کے تئیں جان کے جاناں اپنا
جان من جان جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
چھپ عبث مہر گنوا یا میں' تلا عشق سے دل
عشق یوں فیض رساں تھا مجھے معلوم نہ تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۶)

ابر نہیں ' تیری ہوا میں اے بہار ستان حسن
آسماں پر دود ہے مجھہ آہ کی توفیر سوں
برگ گل پر ہر سحر شبنم نہیں اے گل عذار
آسماں ہے زار میرے نالۂ شب گیر سوں
یک بیک دل عشق میں پیدا کیا دیوا نگی
پائی بندی نہیں اسے جز زلف کی زنجیر سوں
جیب جاں صد چاک ہے تجھہ شوق میں اے گلبدن
کیا چلے اب پنجۂ عشق گریباں گیر سوں
ناز کے خنجر کا بسمل ہوں' تغافل مت کرو
جان جاتا ہے مرا اگ آن کی تاخیر سوں
آرزو بندے کی لکھنے میں قلم ہے سینہ چاک
شوق کا قصہ مرا بسکہ ہے تحریر سوں
'فخر دیں' اب یار پر قربان کر توں ننگ ونام
عشق نے فارغ کیا تجھہ ' عقل کی تدبیر سوں

سهم مژگاں سے کیا تن کو مشبک میرے
شوخ دل ابرو کماں تھا، مجھے معلوم نہ تھا

میر ھاشم ' فقیر ' تخلص

از خاندان گرامی ' و از یاران شاہ ' سامی ' است۔ باین فقیر ربط خاص میدارد ' و گاہ گاہ بفقیر خانہ تشریف می آرد - ازوست :—

اتھا ھے جوشش حسرت عجب خون شہیداں سے
وو قاتل شوخ شاید وھاں حنائی دست وپا گذرا

باب الصاد

محمد نظام الدین احمد " صانع " تخلص

از شعراے بلگرام و معنی آفرین شیرین کلام است - ترجمهٔ احوالش از تذکرهٔ " سرو آزاد " می طرازد ، و جواهر گران مایهٔ اشعارش از بیاض میر اولاد محمد صاحب 'کامیاب' فرا گرفته حوالهٔ قلم در افشان می سازد که " صانع " بلگرامی نظام الدین احمد همین نام تاریخ تولد اوست ، مطابق سنه تسع ثلثین و مائة والف - جوانے است از عشیرهٔ قضاة عثمانی'- مهذب و مؤدب ' در حداثت سن کلام الله رایاد گرفت - و در خدمت میر نوازش علی سلمه الله تعالی تربیت یافت - مشق سخن از خدمت ' میر ' میکند - ذوق سلیم و ذهن مستقیم دارد ' و از قبلهٔ قضاة عثمانی اول کسے که شعر درست انشا کرد' ولآلی دلپسند بسوز فکر برآورد' اوست - ایزد سبحانه عمرش بیفزاید وپایهٔ سخنش را ترقیها کرامت فرماید—

قید میں تیری نہتی دلگیر ہیں صیاد ہم
خوش گذر تا تھا ہمارا جب کہ تھے آزاد ہم

گل بہ خواب ناز میں ' اور باغباں نازک دماغ
ہاے کیونکر صحن گلشن میں کریں فریاد ہم
سیر گلشن کی نہیں دیتا ہے رخصت باغباں
کس طرح اِس سال میں دل کو کریں گے شاد ہم
عشق تیرے سوں جنوں میں بسکہ کامل ہیں ہمیں
روح مجنوں کے تئیں کرتے ہیں گے ارشاد ہم
گر خدا بھی اُس طرف پھیرے منہ اُس کا دیکھہ کر
روز محشر کس ستیں چاہیں گے 'صانع' داد ہم

فتح علی خان این ابیات می طرازد :—

کیا رخصت سگ لیلیٰ کو دے کر استخوان اپنا
نہ چھوڑا ہاے کچھہ مجنوں نے صحرا میں نشان اپنا
سجن کی اس محبت پر دیا تھا جان و دل 'صانع'
نہ تھا معلوم ہو جاوے گا وو نا مہربان اپنا

مغل خاں " صنعت " تخلص

از اقرباے نواب مغفرت مآب است ' آفتاب احوالش از مطلع خفا سر نہ کشید و انوارش کہ عبارت از اشعارش باشد ' بجز این دو بیت کہ در تذکرۂ فتح علی خان مسطور است ' بفقیر نرسید :—

سینے میں آہ ' دل میں طپش ' اشک چشم میں
شہرہ یہ عاشقی کا مرا گھر بہ گھر ہوا

یاد گھر جاتا ہے یا رو کیا کروں ہاے گھر جاتا ہے یارو کیا کروں

قافیۂ این بیت درست نمی شود ' مگر بجاے یار ماہ قرار دهند و بجاے هاے آہ مقرر نمایند ' لیکن فصاحت کو؟ —

غمزے سے مارتا ہے ' جلاتا ہے ناز سے
کیا ملک حسن کا صنما تو خدا ہوا

میر محمد صابر ' صابر ' تخلص

شهر یار اقلیم سخن ' و تازہ ساز مراسم این فن است - شعر را بنهایت عذوبت می گوید - حاجی میر علی اکبر رمال که ذکرش گذشت ' از ملاقات او فائز شدہ است ' نقل می کرد که عجب مردے شیرین گو و خوش خلق بنظر در آمد ' ما درش هم فکر سخن می نمود ' و ' خفیه ' تخلص خود قرار دادہ بود. از وست :—

ایتنا سخن ہے دل میں سمائی ہو جائیگی
جو منہ سے نکلی بات پرائی ہو جائیگی
میرے بوسے سے تیرا تو کچھ گھٹ نہ جائیگا
پر میری عاشقوں میں بڑائی ہو جائیگی

میر ' صابر ' هم درین زمین ریخته بر میدارد ' و این چند ابیات از انست :—

کب جانتے تھے تم سے جدائی ہو جائیگی
غم کی منادی دکھ کی دوائی ہو جائے گی
گر سینہ صاف ہو ' کھلے بندوں گلے ملو
اتنے سے دل کی کام روائی ہو جائے گی
راوت بچے کا چشم کا دنبالہ قہر ہے
واقف نہ تھے پھسلنے کی کھائی ہو جائے گی

ابرو کی چین دور کر آخر ھنسوگے تم
یہ ترشی ایک روز متھائی ھو جائے گی
'صابر' یہ بات جس نے کہی آفریں اُسے
جو منھ سے نکلی بات پرائی ھو جائے گی

چون احمد شاہ ابدالی در سنہ احدیٰ و ستین و مائة الف از شہزادۂ والا اقتدار یعنی احمد شاہ بادشاہ در میدان ر ھند شکست خوردہ بطرف قندھار بگریخت ' بزبانی بعضے عزہ معلوم شد کہ این تاریخ از میر سر زدہ :—

حمد شاہ کا اب بخت جا گا   ندا ھاتف نے دی افغان بھاگا

طرفہ این کہ مادۂ تاریخ فارسی ھم کلمہ " آفت رفت " ساب درست می آید - الحاصل میر صابر از اجلۂ ار کان لاھور ست - این چند اشعار آبدار او کہ از زبانی حاجی صاحب مرقوم سموع شد ' درین جریدہ التقاط یافت ' لیکن بعضے اشخاص ن جا ریختہہاے میر ' صابر ' را در مولود وغیرہ بنام میر الحی 'تابان' می خوانند ' محض بیجاست ' زیرا کہ آن عار از زبانی اعزۂ معتبرہ کہ بار ملاقات میر ' صابر ' لمہ اللہ' بسمع رسید کہ از مناسبت آن اشعار تا حین تحریر دیوان تابان ھم دارد —

کیوں ھر کسی کے سات دل اپنا لگائیے
ھر بے وفا کے کاھے کو عاشق کہائیے
ھم ساوں مان آئے ھیں پیروں کی منتیں
کر آ ملیں سجن تو نیازیں چڑھائیے

'صابر' کی بات اپنے تو خاطر میں یاد رکھہ
اے یار اپنے دل کو خدا سے لگائیے

محمد صادق 'صادق' تخلص

از دوستان راقم سطور است - مشق سخن ریختہ نو می کند' ازوست :—

خوف سے صیاد کے طاقت نہیں پرواز کی
کس طرح گلشن میں جانے کی تمنا کیجئے

لچھمی نراین 'صاحب' تخلص

لمؤلف این نسخہ کہ ذلہ برہائدۂ خوران سخن' وریزہ چین خوان هر فن است - اگرچہ باوجود موجود بودن درجۂ صف نعال نشینی چہ جرأت کہ در جرگۂ سخن سنجان هم پہلو نشینند' و باوصف پیدا شدن خط غلامی کجا مجال کہ معانی معنی پژوهان اسم خداوندی گزینند - لیکن از توجہ موجہ بزرگان کہ از راہ احترام نابینا را بصیر' و زنگی را کافور می گویند' باین تخلص بلند آوازہ گشت' و در صف شعراے فصیح بیان هم زانو بنشست —

تب سے میرا نام 'صاحب' گر ہوا مشہور یہاں
جب سے اے دل میں غلام شاہ مرداں ہوگیا

مخفی نماند کہ والد ماجد فقیر لالہ منسارام مدالله ظله و ادام الله اقباله' از مدت سی سال تاحال تحریر این نسخہ بر تعلقۂ

پیشکاری صدارت صدرالصدور دکن سرگرمی می دارد ، و قبل ازین چندے از توجہ نواب صمصام الدوله مرحوم بخدمت پیشکاری بخشی الممالک سرفرازی داشت ، حق سبحانه تعالی سایۂ ذات والا را برسر (...) کسان تا یوم القیام سلامت و خورم دارد - بتاریخ دوم شهر صفرالمظفر سنه ثمانیة و خمسین و مائة و الف هجری این هیچ مدان جامۂ هستی پوشید ، و در عمر یازده سالگی بخدمت قبلۂ برحق حضرت شیخ عبدالقادر صاحب سلمه‌الله تعالی کتب متعارفه سند کرده ، از سواد و بیاض واقف گردید - ازان جا که شعر را دوست می داشت ، بسلک تلامذۂ قبلۂ دین و دنیا حضرت میر غلام علی ' آزاد ' مدظله العالی در آمد و بتقابل میر عبدالقادر ' مهربان ' که یکے از مهرۂ تابان آن جناب است ، پوشیده ' صاحب ' تخلص قرارداده ، دیوان غزلیات مردف قریب دوهزار بیت مرتب ساخت - چون رتبۂ لاقدری حیثیت پیدا کرد ، و باصطلاح شعرا و قواعد شعر ماهر گردید ، ساختۂ و پرداختۂ سابق را محض تقویم پارین دیده ، یک قلم برهمه ها خط کشید - الحال که سال هژده از عمر گزشته باشد ، چون مطلع شد که میرمحمدمسیح ' صاحب ' تخلص در فارسی گذشته است ، بجناب فیض مآب حضرت میر صاحب و قبله التماس تخلص نمود - آن جناب از راه شفقت تخلص ' شفیق ' عنایت فرمودند - لیکن از آن جا که ریختہ جات نقیر درین جا بعوام و خواص اشتهار یافته ' صاحب ' تخلص در ریختہ برقرار داشته شد ، و در بعضی بحور که ' شفیق ' نمی گنجد ناچار تخلص ' صاحب ' آورده می شود - تاریخ

مرحمت تخلص ، تخلص نو ، یافتم ، و مصرعے دیگر که ازو هم
۱۱۷۶
اعداد سنه سال مستخراج می شوند قطعه نمودم :—

از حضرت فیض بخش ، آزاد ، گردید مرا تخلص انعام
تاریخ باهل بزم گفتم امداد شفیق شد مرا نام
۱۱۷۶

امید از سخن سنجان و ترصد از بالغ نظران این که این چند نتائج طبع ناقص را که عرض می دارد ، تا از خورده چینی دور بوده اصلاح فرمایند و بنظر شفقت ملاحظه کرده ، بعیب پوشی جهد بلیغ نمایند :—

وو کمان ابرو جب آ شمع شبستاں هوگیا
دل مرا اُس پر پتنگے سا هی قرباں هوگیا
اس بھووں سے خوب هی زاهد ... گوشه لیا
ورنه جو دیکھا کمانیں په سو قرباں هوگیا

شمع پر پروانه جل کر راکھه هو عاشقی کا نام روشن کر دیا

اس وفاؤں کا یه بدله هے جفا یا قسمت
هم چلے تم کو تو اب کرکے دعا یا قسمت
هم ترستے هی مریں ، لوٹے مزه بورں پرویز
کوه کن چیر کے سر کو یه کہا یا قسمت
مهر اور لطف و تسلی هے رقیبوں کے نصیب
هم په یه جور و ستم اور بلا یا قسمت

دوستی میں کون هے کا کوه کن سا دل جلا
بات کہتے هی دیا هے جان هے رے اتحاد
جس گھڑی لیلی کی کھولی فصد آ فصاد نے
خون نکلا قیس سے اُس آن هے رے اتحاد

میں ازل سے ہوں قدرداں حسن کا لاریب فیہ
کون جانے ہے تری اے نسترن رخسار سار

تیرے بس میں ہیں ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ
آپھنسے اب دام میں تہ بھر کرنا کیا ضرور

خط پہ آویزاں نہیں یہ زلف تیری پیچدار
مارنے کو مور کا لشکر مگر آیا ہے مار

سرو کی سولی پہ چڑہ قمری کہی بچوں سے بات
تم تو برخوردار ہو گر ہم ہوے منصوردار

قتل پر کس سے چلا ہے یہ ستم گار کہ بس
آستینوں کو چڑھا کھینچ کے تلوار کے بس
آخری دم ہے تک ایک دیکھ بھلا اے قاتل
بے طرح آج تڑپتا ہے یہ بیمار کہ بس
حق تعالیٰ نہ کرے کس کو کسی پر مائل
میں نے دیکھا ہوں گرفتار ہو آزار کہ بس

بس تھمی رہنے دو یہ بات میاں مت بولو
ہم تمہیں دیکھ لیا اور تمہارا اخلاص
بات کہتے ہی گئی جان تصدق تم پر
ہم پہ یہ کچھ ہیں وہ یہ کچھ ہے ہمارا اخلاص

باغباں ہم کو نہیں واللہ کچھ گل سے غرض
ہیں گے مشتاق صدا ہے شور بلبل سے غرض

کم رکھے جی دل میں اپنے گل رخاں کا اختلاط
جی ہی لے چھوڑے کا ورنہ اِن بتان کا اختلاط

ہے یہ تحقیق کہ تم کو نہ رہے گا وو غرور
اب ہوا ہے گا نمودار تمہارا یہ خط

بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا ہے خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا ہے خدا حافظ
ہمارے قتل کرنے کو نگہ قاتل کی کیا کم تھی
جو اس نے نیمچہ بھی ساتھ لایا ہے خدا حافظ
مزاج باغباں معلوم ہوتی ہے کہ بلبل نے
چمن میں شاخ گل پر گھر بنایا ہے خدا حافظ*
بہار آنے سے اب کے باغ میں اے ناصح مشفق
دوانے دل نے کچھ سن گن تو پایا ہے خدا حافظ

جیوں جلا آگ، کا آتش ستی ہوتا ہے بھلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا ہے گا عشق

مرے سے وعدہ کرکے پھر مکرنا   تری باتیں بنانے کے تصدق
مرا دل لینے ہی تک آشنا تھا   ترے آنکھیں پھرانے تصدق

شیخ جی آتے ہیں کس دھبج سے پکڑ تسبیح کو ہاتھ
مارئے گردن میں ایسا جائے جو ملکا ڈھلک

دل الجھتا ہے مرا جیوں جیوں کہ سلجھے ہیں وو بال
کیا مجھ کی دیکھئے کاکل کے کھل جانے میں دھوم
کس طرح بیمار دل کی ہم شفا چاہیں کہ آج
پڑ گئی ہے اُس کی آنکھوں سیتی میخانے میں دھوم

---

* مزاج گل نہت نازک ہے اور مالی ہے بے پروا
چمن میں بلبلوں نے غل مچایا ہے خدا حافظ
(اصل دیوان میں)

ھم بغل ھوتے سجن کے ھو گئی آنسو کی بھیڑ
جیوں مچاتے طفل ھیں گے عید کے آنے میں دھوم
کوئی گریباں چاک بیدل کاں بسے کا ' صاحبا '
کوہ میں فرھاد ' و مجنوں کی ھے ویرانے میں دھوم

عجب ھے یہ کہ ھم کو داغ دے کر کھاتے ھو تم اب لالہ جہاں میں

نہیں ملتے جو خوں اپنا قدم سے آج قاتل کے
بروز حشر دیکھو تم حنا کے وہ کندوقے میں

کیا کریں عرض حال تیرے پاس ھم کو دل نہیں تجھے دماغ نہیں
کوی بچارا تجھے کہاں ڈھونڈے ایک جا کا ترے سراغ نہیں

ھم تو حاضر ھیں ' نہ کرتے ھیں ترا حکم عدول
خون دل تو جو پلاتا ھے پلا بسم اللہ

آب حیات حق میں سخن گو کے ھے سخن
باقی ھے میرے بعد یہی یادگار کچھہ
اس طور تھج گئے ھیں نہیں کس کی یاد میں
نرگس کو ھے چمن میں مگر انتظار کچھہ

اب لٹک سے کہو جاتے ھو کہاں متوالے
کئی دنوں سے تو دئے پھرتے ھو آلے بالے

اثر اس کو نظر کا ھے مگر ساقی شرابی کی
کہ پانی ڈھولتا ھے پیٹ میں اب یوں گلابی کی

کاں ھے دل سوز وو پروانہ کہ آ کر دیکھے
شمع سے مجلس راندان میں رمق باقی ھے

کہو باتیں بھلا تم اب ولیکن دسھارا دل کہیں جاتا رہا ھے

ہمیں کنج چمن میں چھوڑ کر صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے یا ناشاد جاتا ہے

جی میں ہے جاکر چمن میں بادہ نوشی کیجئے
یاد کر وو سرمئی انکھیاں خموشی کیجئے

میں جاتا ہوں گلشن میں سونے کو کھولے
کہ تا داغ لالہ پتانے نہ پاوے
ٹک ایک پھر نظر کر ترحم کی اس پر
یہ بسمل ارے تلملانے نہ پاوے

چھایا ہے ابر چار طرف سے چمن کے بیچ
ساقی! کدھر ہے جام، کہاں وو رحیق ہے
لائے جواب وہ کوئی 'صاحب' کے شعر کا
جس کو کہ ذہن ثاقب و فکر دقیق ہے

دوستی کر تم سے ہم بیکس ہوں ہے رے دوستی
ہم تمہیں دل دے کے یوں بے بس ہوں ہے رے دوستی
گالیاں بھی کھا چکے، جھڑکی بھی تھڑی سہ گئے
یہ تمہاری دوستی کے جس ہوں ہے رے دوستی

میاں کب سے اُمید واروں میں ہیں
ہمیں ایک بوسہ تو انعام ہوے

اگر وہ شعلہ خو ٹک منہ سے پردہ دور کر دیوے
پتنگے جل مریں اور شمع کو بے نور کر دیوے
مرے ہو خون کے پیاسے، نہ چاہو ہونٹ غصے سے
مبادا یہ عقیق اِس تشنگی کو دور کردیوے

جان! جنگل میں یوں نہ جاؤ تم دل چلا کوئی سانس بھرتا ہے
خاک سے اُس کی نرگس اُگتی ہے جو ترا منتظر ہو مرتا ہے
اے بندوں پہ جانی * دیکھو بھلا کوئی اس طور ظلم کرتا ہے

جب کھلے بندوں گیا اور ہنسا تو باغ میں
تیری ایسی طرح پر سب گل بھی خنداں ہوگئے
ہر جہت بادِصبا کے یہ قدم کا فیض ہے
مرقد بلبل پہ گل جو یوں چراغاں ہوگئے

* جان (اصل دیوان)

باب القاف

محمد قائم ' قائم ' تخلص

ذهن سلیم و فکر مستقیم دارد - اشعار آبدارش محتوی لطافت ' و ابکار افکارش حاوی ملاحت —

آدم کا جسم جن کے عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

قائم ہر ایک کوچے میں ہے طرفہ تعزیہ
یوسف ترے کی گرمی بازار یک طرف
دلال ایک سمت سے منہ کو ملیں ہیں خاک
سر پیٹتے پھرے ہیں خریدار یک طرف

میر تقی ' میر ' و فتح علی خان این ابیات می نویسند :—

دریا ہی پھر تو نام ہے ہر ایک حباب کا
اُٹھ جاے گر یہ بیچ سے پردہ حجاب کا
کیوں چھوڑتے ہو درد تہ جام سے کہو !
ذرہ یہ بھی ہے آخر اُسی آفتاب کا

درد دل کچھ کہا نہیں جاتا — آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
جا ہے ماتم کو نت مرے دل میں — اس نگر سے دہا نہیں جاتا
دم آ لے ہے میں بھی ہوں ناقم — کیا کروں پر رہا نہیں جاتا

یہ کہیو تو قاصد کہ ہے پیغام کسی کا
پر دیکھیو لینا نہ کہیو نام کسی کا

الہی واقعی اتنا ہی بد ہے فسق و فجور
پر اس مزے کو سمجھتا، جو تو بشر ہوتا

بناوے کوئی عمارت سو کس توقع پر
پڑا ہے قصر فریدوں، بن آدمی سونا

نیک و بد جو تجھے کرنا ہے سو کر لے ' قائم '
پھر امید نہیں یہ کہ جواں ہووے گا

کو نوحہ گر، کہ خاک پہ میری ہو گرم شور
تھا ایک چراغ گور سو وہ بھی خموش تھا

ہم سے بے بال و پر اب جائیں کدھر اے صیاد
کاش تیں ذبح کیا ہوتا کہ آزاد کیا

صحرا پہ گر جنوں مجھے لاوے عتاب میں
کھینچوں ہر ایک خار کو پائے حباب میں

آوے خزاں چمن کی طرف گر میں رو کروں
غنچہ کرے گلوں کو صبا، گر میں بو کروں

کھولے * ہے چشم دید کو تیری یہ جیوں حباب
اس تنگیں میں آپ نہ آیا نظر کہیں

رہنے دو میری نعش کو ہوجاے تا غبار
لے جاے گی اُڑا کے نسیم سحر کہیں

* (ن) کھلتی —

اے دل برنگ غنچہ نہ مل گلرخوں سے توں
اپنی گرہ میں اُن کے کھلانے کو زر نہیں

دل تو کبھے سنے سے سمجھتا بھی ہے کوئی
جو کچھہ کہو سو دیدۂ خانہ خراب کو

میں رہگذر میں پڑا ہوں برنگ نقش قدم
تمہیں چھوڑا کس کے بھروسے پہ کارواں مجھکو

(قطعہ بند)

یارو بے فائدہ کیوں بکتے ہو مجھہ سے جاؤ
اتنی کہتے ہو مجھے' اتنی اُسے سمجھاؤ
وہ نہیں تو کہ تجھے غم ہو کسی عاشق کا
یا کوئی جیوے نصیبوں ستی یا مر جاؤ

سنگ کو آب کریں پل میں ہماری باتیں
لیکن افسوس یہی ہے کہ کہاں سنتے ہو
میں کہا خلق تمہاری جو کمر کہتے ہیں
تم بھی اس کا کبھی کچھہ ذکر یہاں سنتے ہو
ہنس کے یوں کہنے لگا خیر اگر ہے یہ بات
ہووے گی ویسی ہی جیسی کہ وہاں سنتے ہو

راہ پھندے اسے رکھتا ہوں اگر گھیر کبھو
ہنس کے کہتا ہے مجھے کام ہے اب پھیر کبھو

* (ن) فعمش –

یارب کوئی اس چشم کا بیمار نہووے
دشمن کے بھی دشمن کو یہ آزار نہووے

مخفی نماند کہ دیرن شعر همین قدر نزاکت است کہ شاعر بموجب تلفظ عام موزون کردہ و خطاب بدشمن دشمن نمودہ ' لیکن (و) :-

نباشد دشمن دشمن بجز دوست

جیو میں چھلیں تھیں جو کچھ سوگئیں* اب یار کے ساتھ
سر پٹکتا ہی بنا† اب در و دیوار کے ساتھ
میں دیوانہ ہوں صدا کا مجھے مت قید کرو
جیو نکل جاے گا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

موقوف شغل گریہ مری چشم اگر کرے
اتنا رہے نہ آب کہ لب کوئی تر کرے
پہلے ہی سوجھتی تھی ہمیں اے شب فراق
یہ رات یے طرح ہے خدا ہی سحر کرے

تجھہ سے لگیں تھیں آنکھیں پھنسا مفت میں یہ دل
تقصیر ہے‡ کسو کی ' گرفتار ہے کوئی

دمن تیرے کو پایا بات کہتے
ہماری جزرسی میں کیا سخن ہے

نہ لگا دل کو اس کی مژگاں سے
اپنے حق میں تو کانٹے مت بووے

اُٹھاوے ستم یا جفا کیا کرے
بچارا یہ دل ایک کیا کیا کرے

میں جاتا ہوں کعبہ سے اب دیر کو
بھلا یہ بھی دیکھوں خدا کیا کرے

---

* (ن) تو گئیں † (ن) پڑا ‡ (ن) تھی

نہ مرنے دیتے ہم "قائم" کو لیکن
خداوندی سے کچھ چارا نہیں ہے

یہ دل وہ جنس ہے کہ دیا گر کہیں اُسے
دھڑکا یہی رہا کہ نہ دے باز پس مجھے

مرا کوئی احوال کیا جانتا ہے
جو گذرے ہے مجھ پر خدا جانتا ہے

بھکا پھروں ہوں یہاں میں اکیلا ہر ایک سمت
اے ہمرہان پیش قدم! تم کدھر گئے؟

جیوں تج چکا ہے ایسے حسینوں* کے ہات سے
دل دیکھنے کو لے کے یہ ظالم مکر گئے

افغان و آہ کشتۂ بے داد کیا کرے
جو قتل ہو چکا ہو سو فریاد کیا کرے

(رباعی)

کیا پشم ہوں دنیا کے یہ سب اہل نعیم
بے قدر کریں ہم کو جو دے کر زر و سیم
مسجد میں خدا کو بھی نہ کیجے سجدہ
محراب جو خم نہو برائے تعظیم

بھلا اے ابر مژگاں اب تو بس کر — ابھی تو کھل گیا تھا تو برس کر
بہار عمر ہے "قائم" کوئی دن — اُسے جیوں گل، پیارے! کاٹ ہنس کر

---

* (ن) جور فروشوں

ہمارے درد دل کے تئیں یہ کب بے درد پوچھے ہیں
ہم اپنے جی سے عاجز ہیں اُنھوں کو عیش سوجھے ہیں

" روکے ہے کون تیغ " مرے عشق نے کہا
بولا اُدھر سے داغ جگر لے سپر " کہ ہم "

دل ڈھونڈنا سینے میں مرے بوالعجبی ہے
یہاں راکھہ کا ایک ڈھیر ہے اور آگ دبی ہے

اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم　　پھر تجھکو نہ منہ دکھائیں گے ہم
جوں چاہئے چاہ کا سر شتہ　　جیتے ہیں تو کر دکھائیں گے ہم

میر قدرت اللہ 'قدرت' تخلص

از شاہ جہان‌آباد است، قدرت سخن گوئی ازین بیتش کہ
در تذکرۂ میر و فتح علی خان مندرج است، ظاہر می شود :-

قاصد شتاب جا کے خبر لا تو یار کی
حالت نپٹ بری ہے دل بے قرار کی

'قدر'

قدر شعرش ازین بیت او کہ میر تقی 'میر' و فتح علی خان
نوشتہ، ہویدا است: -

آے ہو آج تو رہ جاؤ سجن رات کی رات
لیلۃ القدر سے بہتر ہے ملاقات کی رات

شاہ قاسم ' قاسم ' تخلص

مضامین صاف و شستہ می جوید' و شعر رابہ نہایت عذوبت می گوید - با راقم سطور در ' حیدرآباد ' ملاقات سر سری دست داد ' عزیز کسے بہ نظر آمد' حق تعالی سلامت دارد —

عجب اُس خوش ادا کے پاؤں میں سونے کے توڑے ہیں
گویا خورشید کے حلقے ید، قدرت نے جوڑے ہیں

بتقابل این بیت ' بیت حضرت میر صاحب و قبلہ میر غلام علی ' آزاد ' مدظلہ اللہ تعالی این وقت بیاد آمد ' آزان جا کہ لطفے دارد ' دل بے اختیار خواست کہ بہ تحریر آید ' لہذا نوشتہ شد:—

نہ از خلخال زرین زیور آن سرو سہی کردہ
بپایش بوسہ زد خورشید و قالب را تہی کردہ

وو گلرو کی سیہ زلفوں سے ڈرتا ہے ہمارا دل
گلابی باغ میں یہ بے طرح کے ناگ چھوڑے ہیں

مرا دل خوف کرتا ہے تری بانکی نگاہوں سے
نہ ڈالے حق کسی کو کام ان چشم سیاہوں سے
رہوں کب تک میں ڈاواں ڈول ایسا ڈوبتا ترتا
نکالے حق تعالی مجھکو ان الفت کے چاہوں سے
اثر کرتا نہیں اُس سنگدل پر درد کیا کیجے
و گر نہ قلعۂ لنکا اڑوں دم کی آہوں سے

دل تمھارا مجھ سے گر بیزار ہے خوش رہو میرا بھی اللہ یار ہے

نہ میرا درد دل جانا کسی نے نہ یارو! مجھکو پہچانا کسی نے

اس چشم پر خمار کو دیکھا جو خواب میں
نرگس کی نیند تب سے چمن میں اُچٹ گئی
بلبل چمن سے اُٹھہ کے * چلی تھی بہار میں
بو گل کی دوستی (کی) اُسے اُڑ کے لپٹ گئی

یہ زمانہ ہے بے وفاؤں کا مت کسی سے تم اتحاد رکھو

دنیا میں دل کسی سے لگانا بھلا نہیں
اس دوستی کے پیچ میں آنا بھلا نہیں
جب تک وو لالہ رو نظر آتا نہیں مجھے
یہ داغ دل کسی کو دکھانا بھلا نہیں
بیتاب و بیقرار مجھے چھوڑ کر سجن!
اب ہم کو ایسے وقت میں جانا بھلا نہیں
وو شوخ تند خو ہے ' نہت زود رنج ہے
دامن کو اُس کے ہات لگانا بھلا نہیں
میں جس کو دل دیا سو وہ دشمن ہوا مرا
' قاسم ' میں کیا کروں یہ زمانا بھلا نہیں

فقیر هم درین زمین ریختہ ابیاتے چند بسلک نظم کشیدہ و مصرع مطلع ' قاسم ' را تضمین نمودہ ' این سہ بیت از آنست (ابیات) : —

---

* (ن) روتھہ —

مالی ہے مست خواب جگانا بھلا نہیں
بلبل کے حق میں شور مچانا بھلا نہیں
اے آفتاب دربدر اور زرد رو ہے تو
ہر روز کوے یار میں جانا بھلا نہیں
' صاحب ' یہ واقعی ہے جو ' قاسم ' نے اب کہا
دنیا میں دل کسی سے لگانا بھلا نہیں

فتح علی خان این ابیات بنامش می نویسد :—

دیکھ مجھ چہرۂ طلا کا رنگ اُڑ گیا آج کہربا کا رنگ

میں ہار دیا ، جان ! تجھے مولسری کا
اک دام بھی تجھ سے نہ لیا مول سری کا

———

مجھے اے سرو قد تجھ ناز نے مارا نزاکت سے
بجائے گل ہماری قبر اوپر ناز بو رکھو

———

قاسم دوم *

احوالش معلوم نیست، میر تقی 'میر' این بیت می‌نویسد:—

گلی میں سر کے لٹ سیلی سوا ہے خال کا دانہ
ہوے جو گی تو کیا یہاں وہاں جدھر نکلے تدھر نکلے

———

قادری *

احوالش و اشعار بفقیر نرسید، مگر این یک بیت در تذکرۂ فتح علی خان دیدہ شد:—

---

* نکات الشعرا کے موجودہ نسخے میں نہیں ہے—

† سهد خلخل - ریختہ را ہموار گوید و درد کن بسرمی برد - (فتح الکردیزی)

موش لگا جب سے فقر کا کسل پشم کر بوجھتا ہوں دنیا کو

میرزا عزت بخش ' قربان ' تخلص

جوان قابل ' در فارسی ' سخن دان ' تخلص می کند '
مولد او خاک خجستہ بنیاد است . الحال بقلعۂ فیروز گڈھ '
ی گذراند ' ازوست :—

حرف حق پر قتل واجب ہے نہیں اے جاہلو
ہاے مت منصور کو مارو خدا کے واسطے

مشکل تھا اُس کو بحر حمیت ستی عبور
کچکول کی جو کشتی نہ لگتی گدا کے ہات

میرزا رضا بیگ ' قہر ' تخلص

از موزونان خجستہ بنیاد است ' فکر سریع‌السیر و ذہن
رسا دارد - فروغ ذاتش از انظار آفتاب طبع ' میرزا ' روشنی
گرفتہ ' و اکثر ریختہاے ' یقین ' را تتبع نمودہ ' سخن بشستگی
و رفتگی می گوید ' و با راقم سطور ارتباطے می دارد ' این
چند ابیات ازو نوشتہ شد :—

ہزار شکر مرا مدعا ہوا حاصل
اگرچہ عشق میں کئی رنج اور بلا دیکھا

پابندی سے دل ہوکر آزاد بہت رویا
زنجیر کو زلفوں کے کر یاد بہت رویا

دل زلف میں جا اُلجھا اس شانے سے کیا ہوگا
کتنی گرہیں پڑیں اِس میں سلجھانے سے کیا ہوگا

مغرور نہ ہو ساقی ! توں مے کے اوپر ایتا
لبریز کہیں تیرا پیمانہ نہ ہو جاوے گا

ملتے ہو 'قمر' سے تم گر دل کی صفائی سے
زانو سے ملا زانو بیٹھو گے تو کیا ہوگا

یہاں ! کس ڈھنگ سے آتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا
ادا سے مسکراتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا
کہیں سے چس رہی چولی، کہیں دامن ہوا ٹکڑے
بہت شوخی مچاتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا

ایک تم، کیا ہم نے سب عالم کو دیکھے بے وفا
کوئی دلبر نہیں ہے جس کے ساتھ دل بہلائیے
عرض کرتا ہے 'قمر' کچھ بات کہنا ہے ضرور
یا مجھے ہووے حکم وہاں پہ آپ یہاں تک آئیے

باب الراء

بندرابن ' راقم ' تخلص

راقم اشعار آبدار و ناظم لآلي شاهوار است - اصلاح سخن میرزا ' سودا ' می گیرد ' و در شاه جهان آباد بسر می برد - ن چند ابیات از ' نکات الشعرا ' رقم می نماید :—

یهاں تک قبول کیجے خاطر تری جفا کو
تا سب کهیں که ' راقم ' رحمت تری وفا کو

میر تقی ' میر ' نوشته که " این معنی را در دیوان میر بدالحی ' تابان ' مرحوم ' بتغیر ردیف بهمین الفاظ مطالعه رده ام - ظن غالب آنست که این شعر از ' تابان ' مذکور است' یرا که او از مدت مشق سخن می کرد و این نو مشق است - والله اعلم -" صاحب می گوید که بنظر فقیر بیت ' تابان ' در امه ' عجب این که در تذکرۀ ' میر ' بترجمۀ ' تابان ' مسطور ست و ' میر ' را ملاحظه نیافتاده - بیت این ست :—

جفا تو چاهئے اے شوخ مجهه په یهاں تک کر
که سب کهیں مجهے رحمت تری وفا کے تئیں

دل کنج قفس میں کر فریاد بهت رویا
هنسنے کے تئیں گل کے کر یاد بهت رویا

٭ میرے اعضا میں تجھہ کمر سے میاں   فرق ہرگز نہیں سر مو کا

ابر تر سے چشم گریاں کم نہیں   موج دریا ہے شکنج آستیں

مژگاں سے دل بچے تو ٹکڑے کریں ہیں ابرو

یہ کہہ کے میں نے اُس سے جب دل کی داد چاہی (قطعہ بند)

کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی

تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

اے باغباں نہیں ترے گلشن سے کچھہ غرض

مجھہ کو قسم ہے توڑوں اگر برگ و بر کہیں

اتنا ہی جانتا ہوں کہ میں اور عندلیب

آپس میں درد دل کہیں ٹک بیٹھہ کر کہیں

کس کے گلے کا قطرۂ خوں ہے تہ زمیں

جیوں تکمہ اُگتے ہیں گل اورنگ ابتلک

پہنچا نہ آہ درد کو میرے کوئی طبیب

یارب عجب طرح کا کچھہ آزار ہے مجھے

دیکھا نہ تھوجسے میں کوئی سر زمیں نہیں

پر تخم دل ہو سبز جہاں سو کہیں نہیں

سنتے تھے ہم جہان میں اہل کرم کا ہات

آیا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں

مری بد شرابیوں سے کریں توبہ میگساراں

رہے وہ عمل کہ ہووے سبب نجات یاراں

سنا کن نے حال میرا کہ جیوں ابر وہ نہ رویا

٭ یہ شعر نکات الشعراء میں نہیں ہے—

رکھے ہے مگر پے قصہ اگر دعائے یاراں

بیچوں ہوں میں اس پاس یہ دل نوم نگہ کو
اُس پر بھی ستم ہے جو خریدار نہ ہووے

اے عشق مجھے کوئی طرح مار تا یار کہے کہ ہائے عاشق

کام عاشقوں کا کچھہ تجھے منظور ہی نہیں
کہنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ہی نہیں

کہتا تھا کون یہ کہ خوشی ہے جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یہاں کہیں مذکور ہی نہیں

سنتے ہیں ہم کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح
ہوگی کبھی اے چرخ ہماری بھی شام صبح

معصیت میری بہت ہے یا تری بخشش ہے بیش
اپنی رحمت کو نظر کر میرے عصیاں کو نہ دیکھہ

صیاد کب تو چھوڑے گا مجکو قفس سے آہ
کھٹکے ہے میرے دل میں بہت خار باغ

رونے میں اس قدر تو جگر اے جگر نہ کر
دیکھا نہ تونے کچھہ کہ دل و دیدہ کیا ہوے

نامے کا میرے اُس سے لےکر جواب پھرنا
پر واسطے خدا کے قاصد ! شتاب پھرنا

ایک وے بھی دن تھے یارب جو تھا ہمیں میسر
گلشن میں سات اُس کے پیتے شراب پھرنا

کہے کیا درد دل بلبل گلوں سے — اُڑا دیتے ہیں اس کی بات ہنس کر
جو چاہے گوہر مقصود اے دل — صدف کی طرح توں پاس نفس کر

'رسوا'

میگو یند که هندو پسرے بود' ودر دبستان میخواند' که ناگاه دلش مائل زلف گرہ دار مسلمان پسرے شد' رفته رفته عشق از طرفین انبساط یافت. روزے منظورش طعام می خورد' و 'رسوا' حاضر بود' طلبید' و تکلیف طعام خوردن کرد - از آنجا که سرشتۂ محبت درست داشت' انکار رابر خود گوارا ندید' ناچار گشته این واسوخت که بر غزل حضرت مولوی 'جامی' است' بر خواند :—

(مسدس)

مجنوں نہیں کہ جاکے میں صحرا کو سر کروں
فرہاد نہیں کہ کوہ کو زیر و زبر کروں
تیری گلی میں آکے کدھی گر گزر کروں
یک عاشق ضعیف ہوں تجھکو خبر کروں
" اے ترک شوخ این ہمہ ناز و عتاب چیست
بادل شکستہگاں ستم بے حساب چیست

کہتے ہیں شیخ یوں کہ تو اسلام کر قبول
اور برہمن یوں کہتے بتوں کے تئیں نہ بھول
رہتا ہوں روز و شب میں اسی فکر میں ملول
کس کا کہا میں مانوں اور کس کا کروں عدول
" از کوے تو بہ کعبہ روم یا بہ بت کدہ
اے پیر رہ بگو کہ طریق ثواب چیست "

مر جاؤں گا تغافلی سے مت دے گالیاں
آگے تو جانتا نہ تھا اب کن سکھالیاں
پلکھیاں ہیں تیری نشتریں جب سامنے کیاں
لایا چھری ذبح کو مرے کہوں تو اے میاں
"خنجر کشیدہ در پئے قتلم شتاب چیست
خود کشتہ ام ہلاک ترا اضطراب چیست"

رو رو کے زور کا توں ہوں میں تجھ بنا اے یار
اور شب تمام جاگ کے گھڑیاں کروں شمار
ہر چند اپنا حال کیا تجکو آشکار
تو بھی رحم نہ آیا مجھے دے کے انتظار
"گفتی شبے بخواب تو آیم ولے چہ سود
ماخود در عمر خویش ندانم کہ خواب چیست"

مقطع این و اسوخت بفقیر نرسیدہ، لہذا نوعے بنا خن اشک دل را می خراشد، و میر تقی 'میر' نوشتہ کہ "پیشتر عاشق طفل ہندوے بود، او از قضا مرد، عاشقی او بہ ہوس مبدل گشت" انتہی- غرض نو مسلم مقررے است و دیوانہ بکوچہ و بر زن خراب و خوار می گشت، مسلم از ان جا ست کہ , رسوا ' تخلص می کند- شعراے دہلی کہ در اشعار خود خطاب بہ شیخ می کنند و رسوائی او بیان می نمایند، اکثر کنایہ ازان است- اشعار درد مندانۂ ' رسوا ' بسیار بنظر در آمد، این ابیات از وست:-

نہیں رو رو کے قاصد یار کی فریاد کرتا ہوں
ترا مکھہ دیکھہ کر اپنے کہے کو یاد کرتا ہوں

نہ جانو عیش میں کچھہ عمر اپنی صرف کرتا ہوں
جو کچھہ باقی ہیں دن میرے اُنہیں رو رو کے بھرتا ہوں

رو رو کے چشم هجر میں بے نور هو گئیں
جاری هیں اشک، هاے کہا ناسور هو گئیں

نشتر مجھےنہ مارو قاتل کامنہ دکھاؤ فصاد کیا کرے گا جلاد کو بلاؤ

جو کوئی چاہے کہ اُس کم جسمت وجو کر لائیے
یار کے کوچے میں یا صحرا میں رسوا پائیے

این ابیات فتح علی خان و میر محمد تقی 'میر' می نویسند:—

قفس سے ووں گئے هم اور چمن میں جاے نہیں
اُڑیں تو پر نہیں رکھتے، چلیں تو پاے نہیں

وصل میں بیخود رهے اور هجر میں بےتاب هو
اس دوانے دل کو 'رسوا' کس طرح سمجھائیے

هر گلی گر گر پڑے هیں مست هو دیوار و در
ابر رحمت هے برستا یا برستی هے شراب

آرام تو کہاں کہ تک ایک سو کے چپ رهیں
آنسو بھی نہیں رهے کہ بھلا رو کے چپ رهیں

عبدالرحیم 'رحیم'

میر تقی 'میر' این بیت می نویسد:—

آیا فراق اب یہو کا سدہ بدہ گنوا مجنوں هوا
جس بات وو لیلیٰ گئی اُس بات مجھہ جانا پڑا

نورالدین حسین خان 'رنگین' تخلص *

---

* نورالدین علی 'رنگین' تخلص

پسر ضیاءالدین حسین خان است، کہ صدرالصدور مملکت دکن بود. مدت دو سال ضمیمۂ صدارت بخدمت خان سامانی سرکار نواب آصف جاہ امتیاز داشت - مشار الیہ بعد فوت پدر باضافۂ منصب و خطاب ضیاءالدین حسین خان سرفرازی یافت. جوان قابل است.
(تحفۃالشعراء)

اورنگ‌آبادی در حدت فهم وذکاے طبیعت ممتاز، و بخطاب پدر خود ضیاءالدین حسین خان سر فراز - پدرش صدرالصدور دکن و واقف اکثر غرائب هر فن بود ، و والد فقیر پیشکاری او می نمود - رنگین جوانے بود که جامهٔ رنگین بربالاے او دوخته ، و شمع نجابت از جبینش افروخته - بمصاهرت قاضی کریم‌الدین خان قاضی بلدهٔ خجسته بنیاد علم امتیاز می افراشت، وبا میر 'مهربان' که احوالش گذشت ، قرابت قریبه داشت - شعر ریخته و فارسی هر دو می گفت ، اما در قسم غزل طبعش چندان مناسب نبود - دو مثنوی دارد، در کمال لطافت و تمام بلاغت - غزل فارسی او بهمه جهت شصت، و چند غزل آن هم بعضے بے مطالع و بر خے بے مقطع - در عین جوانی جهان فانی را وداع نمود ، و داغ تاسف بر دلهاے احباب افزود - ازین سبب مسودات او که دراصل قلیل و منتشر بودند، زیاده تر انتشار گرفتند - " روضةالشهدا " را بطور وقائع مقبل می خواست که بنظم آورد ، والله اعلم چه گذشت - مباحثهٔ که میر 'مهربان' را با خان ' رنگین ' بظهور آمده بود ، در ترجمهٔ 'مهربان ' مفصلاً تحریر نموده شد - اول ' رجا ' تخلص می کرد، بعده رنگین قرار داد - میر ' مهربان ' تاریخ و فاتش که در سنة اثنین و سبعین و مائة و الف واقع شده ، چنین در سلک نظم کشیده (تاریخ) :—

از جهان رفت خان رنگینے نتوان یافت میرزاے چنین
سال فوتش شنیدم از هاتف باجل رفت از جهان رنگین

اگرچه متحقق است که کسے بے اجل نمے میرد ، مرد مان

گفتند که کسے زهر داده باشد ' ورنه موت این قسم جوان از جملهٔ استعجاب - ' مهربان ' در آن محفل حاضر بود ' این مصرع بداهةً گفت : (ع) باجل رفت از جهاں رنگین - چون عدد کردند ' بے کم و زیاد تاریخ بر آمد - از ان جا که غرابت داشت ' قطعه نموده شد - بعد اتمام ' چمنستان شعراء ' بزبانی تو ابع ' رنگین ' که بوقت موت او حاضر بودند' معلوم شد که بتاریخ بست و چهارم جمادی الثانیه سنة سبعین ومائة والف' روز جمعه یک پاس روز برآمده در بلدهٔ ایلچپور رنگین' بمرگ مفاجات جان بحق تسلیم نموده - فقیر بنا برین قطعهٔ تاریخ انشا کرد' این است :- (تاریخ)

سخن سنج معنی گزیں خان ' رنگیں '
چو شد بهر گلگشت گلزار عقبیٰ
ندا داد هاتف پئے سال فوتش
به مرگ مفاجات او شد ز دنیا

رنگ شعرش اینست :—　　　(۱۱۷۰ ھ)

نهیں هے آواز سے خالی یه نیستاں میرا
آه کرتا هے سدا یه دل نالاں میرا
سبز نهیں جور ترا موسم خط میرے پر
دام میں مور کے نهیں هے یه سلیماں میرا
رشتهٔ عمر کے نزدیک هے مقراض اجل
بے سبب چاک نهیں هے یه گریباں میرا

لال چند 'رنگین'

از قوم کایستان ' مانند تخلص خود رنگین مزاج و شیرین

گفتار است - در عنفوان جوانی مائل بلہو و لعب و عیش و طرب بود - الحال چندے بخدمت شاہ 'سامی' مشغول استفادہ گشت؛ از بسکہ ذہن وقاد و طبع نقاد داشت، باندک مایۂ فرصت زبان دان و معنی شناس شد - گاہ گاہے با راقم سطور برمی خورد، از اوست :—

آج وہ شوخ رنگیلا جو چمن میں آوے
سرو چلنے کو لگے، غنچہ سخن میں آوے
ناصحوں کی بھی نصیحت نہیں اب اس کو قبول
بات کرتا ہے وہی اس کے جو من میں آوے
زاغ کو کبک کی رفتار نہیں آنے کی
بوالہوس کو نہ کبھو عشق کے فن میں آوے
مردم چشم کا گھر ڈوب گیا رونے سیں
اشک کے طفل بنا کون لگن میں آوے
جس کے تئیں ہوسکے خواہش سخن 'رنگیں' کی
ہند سے نہیں ہے عجب گر وہ دکن میں آوے

عشق میں کوئی نہیں آج مرے آئیں کا
کہ گرفتار ہوں میں سلسلہ پر تمکیں کا
کام میں اپنے ہوں سرگرم نہیں کس سے کام
مجھ سے دق نہیں، مشتاق نہیں تحسیں کا

'رضا'

از خاک لاہور است، والحال باراجۂ 'شاپور' بسر می برد - این ابیات از بیاض حاجی علی اکبر رسال بقلم آمد :—

بازار محبت میں اے سہتلو تم سے
زردار کا سودا ہے، بے زر کا خدا حافظ
دیکھا جو جہاں فانی، بولا یہ 'رضا' مصرع
دنیا تو گذرتی ہے، محشر کا خدا حافظ

محمد رضا بیگ 'رضا' تخلص

از تلامذۂ شاہ سراج، مغل چغتۂ برلاس است - جدش از 'بدخشان' در 'هند' آمده بود - و پدرش در 'شاه جهان آباد' متولد شده' و بعدانقضاے ایام غفلت وارد 'دکن' گشته - مولد 'رضا' خاک 'اورنگ‌آباد' است - اشعار خوب خوب‌دارد - فقیربوقت تالیف این کتاب رقعۂ‌مضمون طلب اشعار 'رضا بیگ' مصحوب شیخ احمد که خیلے مرد خلیق و هم د بستان فقیر است - نزد شاہ 'سراج' فرستادم' در جواب این قدر ابیات بقلم آوردند' نوشته می شود :—

یار کا جور وستم کیوں نہ میں برداشت کروں
اس سے آئندہ مجھے چشم کرم باقی ہے
بعد مرنے کے رہوں گا میں کفن میں بیتاب
بس کہ سینے میں 'رضا' یار کا غم باقی ہے

ہے کس قدر مرا صنم خود نما دو رنگ
آئینہ اُس کے سامنے آکر ہوا دو رنگ

چھپا رہا مت وو رخ بے نقاب پردے میں
نہیں رہا ہے کبھوں آفتاب پردے میں

رکھا ہوں الفت ساقی کو اس طرح سے نہاں
کہ جس طرح سے پییے کوئی شراب پردے میں

کار دنیا کیجئے یا فکر عقبیٰ کیجئے
عمر کا عرصہ نپٹ تنگ، اس میں کیا کیا کیجئے

گرچہ ہم کو جلوۂ دیدار کی طاقت نہیں
ایک دم جو کچھہ ہی ہونا ہوے تماشا کیجئے

اے 'رضا' اپنی تمنا سٹی بالکل اُٹھہ جا
عشق کی راہ میں تسلیم و رضا لازم ہے

'رونق'

بر حالش اطلاع کما ہی دست نداد۔ امّا از طور کلامش آشکار می شود کہ زاد بومش سرزمین دکن است- این دوسہ ابیات از بیاض خان 'انور' تحریر شد:—

سبز جامہ بر میں پیو کے انگ پہنا ہے دکھو
شمع کافوری اُپر فانوس ہہنا ہے دکھو

حسن کے مہمان خاطر لا رکھے ہے حاضری
سبز خط لب کے نمکداں پر پدہنا ہے دکھو

چشم کی پتلی ہوی ہے سرخ از خون جگر
خاتم سیمیں پہ یاقوت و نگینا ہے دکھو

موتیا رابیل پھولی ہے گلابی باغ میں
منہہ پہ اُس گل‌رو کے شبنم کا پسینا ہے دکھو

باب الشین

حسن علی ' شوق ' تخلص

شوق از بہم رسانیدن مضامین تازہ بسیار داشت ' و اصلاح سخن بدست سراج الدین علی خان ' آرزو ' میگرفت - اشعار طبع زادهٔ دل نظارگیان را شوخی تازہ می بخشد - میر تقی ' میر ' و فتح علی خان این ابیات انتخاب می نمایند: —

قاصد پھرا نہ وہاں سے جو اب تک تو آچکا
القصہ اُس گلی میں گیا جو سو جاچکا

اے یاس مجھ کو کام اجابت سے کیا رہا
وقتے کہ جب دعا ہی سے مَیں ہاتھ اُٹھاچکا

کیا کیا ستم نہ تھے کہ دیے چشم یار نے
جو سختیاں تھیں مجکو زمانہ دکھا چکا

اگر قاصد ترے کوچے سے ٹک جلدی نہ آوے گا
تو پیارے! دیکھیو پھر تو کہ مرا جیو ہی جاوے گا

میں اپنی کم زبانی سے عزیزاں! گرچہ مرتا ہوں
لب زخموں سے قاتل کے ادائے شکر کرتا ہوں

عبور بحر دنیا ' میں سبکساری سے کرتا ہوں
حباب آسا شمار دم سے بے کشتی گذرتا ہوں

سراپا آرسی ہیں دیدۂ بیدار پر تو بھی
تری اِس چشم خواب آلودہ آگے ہو نہیں سکتے

مدت سے یہ بحث درمیاں ہے   پر علم نہیں کمر کہاں ہے

دکھا دیدار اے پیارے کہ میں فرقت سے مر گذرا
مری فردائے محشر آج ہے، میں کل سے در گذرا
کسی کو باغ دنیا سے نہ دیکھا شاد ہم جاتے
برنگ شبنم ایک عالم یہاں سے چشم تر گذرا

ماتم میں میرے کوئی نہ رویا تو غم نہیں
تربت پہ مری شمع کا ہنسنا بھی کم نہیں
تروار کس پہ کھینچتے ہو ہم تو مر چکے
پیاسے ہو کس کے خون کے ہم میں تو دم نہیں

آچکا خط بھی پہ تیرا فتنہ سا ایک ناز ہے
ہو چکی آخر بہار اور اب تلک آغاز ہے

خبر لے 'شوق' کی ظالم! تری فرقت سے مرتا ہے
بد از تلوار ہے اُس پر جو کوئی دم گذرتا ہے

بجھی کی آتش دل، ہم نے جانا تھا بہار آئی
ہوائے ابر نے دونی ولے یہ آگ بھڑکائی

بجز سوز کے عاشق سے کچھ خیال نہیں
ہم اُس کی زلف کو جانا بری ہے سودائی

آج ہی ملو تو بہتر، وعدہ غلط ہے کل کا
جیوں طفل اشک میں تو مہماں ہوں کوئی پل کا

آنکھوں کی سیاہی بھی سفیدی کی نظر کی
رو رو کے تری یاد میں ہوں شام سحر کی

'شاغل'

شاگرد 'بسمل' است' میر تقی 'میر' و فتح علی خان این یک بیت بنامش مینویسند:—

جاتی نہیں ہے اُس سے تری فکر زلف و رخ
'شاغل' کو روز و شب ہے ترا ذکر زلف و رخ

میر سید محمد 'شاعر'

شاعر یست عالی مقدار و موزو نیست یگانۂ روزگار۔ قلم دوزبان را آن قدر قدرت نیست که فضائل آن جناب کماینبغی بر طرازد' ولسان ناقص بیان را آن‌چنان طاقت نه که تقرر کمال آن والا اقتدار کماحقه پردازد. بهتر آن ست که بجنس ترجمۂ که حضرت میر غلام علی 'آزاد' مدظله‌العالی در 'سرو آزاد' بتحریر آورده نقل نمایم' و از دوسه اشعار ریختۂ آن جناب که بدست خط خاص بفقیر رسیده' قلمی نموده' نظارگیان این گلشن‌را گلدستۂ تازه عطا فرمایم۔ "میر سید محمد المتخلص 'بشاعر' سلمه‌الله‌تعالی خلف الصدق حضرت میر غلام میر عبدالجلیل بلگرامی نورالله ضریحه از وجود همایون سابقاً چمن فضلارا بهاری تازه است' و اکنون گلستان فصحارا رونقی بے اندازه- آن جناب در تاریخ چهاردهم شهر ربیع‌الاول سنة احدی و مائة و الف' بشهرستان امکان

رسید. بمنطوق " الولدالحر یقتدي بابائه الغر" نسخهٔ جامع اصناف علوم است، و مرآة فضائل و کمالات والد مرحوم - خصوص عربیت و لغت و محاضرات که درین فنون رآیت یکتائی می افرازد، وگوی سبقت از اقران می رباید - کتب درسی نزداستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراه گزرانید، و کمالات کثیره از والد ماجد خود اندوخت - پدرگرامی رانسبت بفرزند ارجمند وراے شفقت اُبوت، عنایتے و محبتے خاص بود، ودرحینے که علامهٔ مرحوم از بهکهر بدارالخلافهٔ شاه‌جهان‌آباد، عطف عنان نمود، میر سید محمد را نزد خود طلبیده، و مقارن آن مسرعی را فرستاد که چندے توقف باید کرد، و انتظار طلب مثنوی باید کشید - ' میر ' در جواب قلمی فرمود که " لن ابرح الارض حتی یأذن لی ابي" علامهٔ مرحوم ازین جواب حظے کرده و این رباعی رقم‌زدهٔ کلک جواهر سلک ساخت که:— (رباعی)

تا یاذن لی ابی بخطت دیدم گلهاے طرب از چمن دل چیدم
از غایت اهتزاز پروانه صفت اے شمع پدر گرد سرت گردیدم

دراواخر عهد محمد فرخ سیر علامهٔ مرحوم خود مستعفی شده، خدمات بهکهرو سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت - جناب میر سید محمد در سنة ثلث و ثلثین و مائة و الف بمحل خدمات رسید و مسند حکومت را از ابتدا تا انتها بشیوهٔ تدین و حسن معاملت رونق بخشید. وضیع و شریف آن

دیار تا الآن یاد می کنند ' و سبحهٔ ذکر خیر و حسن جمیل می گردانند - 'میر' در سنة ثلث و اربعین و مائة و الف کاتب الحروف را بسیوستان نائب گذاشته ' خود بدار السلام بلگرام تشریف آورد و چندے در وطن گذرانیده بنابر تخللے که در خدمت راه یافته بود' بدارالخلافهٔ شاه جهان‌آباد حرکت کرد' و بتوسل بعض امرا آن خلل را رفع ساخت - و در سنة خمس و اربعین و مائة و الف کرة ثانی بسیوستان تشریف آورد' و بنده را در اواسط سنة اربع و اربعین و مائة و الف رخصت هندوستان فرمود و خود بمراسم خدمت مرجوعه بدستور قیام نمود - تا آنکه 'نادرشاه' بر دیار 'سنده' مسلط گردید' و سر رشتهٔ خدمات پادشاهی گسیخت - اما خدایار خان مرزبان سنده 'میر' را بگذاشت و باعزاز و اکرام تمام‌ادر 'سیوستان' نگاه داشت' و از جانب خود خدمتها بتقدیم رسانید - چون هنگامهٔ نادر شاهیان در آن دیار گرم شد و اوضاع ملک بر نسق سابق نماند ' خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست و از خدا یار خان خواه نخواه رخصت گرفت' و بست و پنجم رمضان سنة خمس و خمسین و مائة و الف از 'سیوستان' بر آمد' و از راه 'ماروار' متوجه وطن شده - بعد طی مراحل به بست و هفتم محرم مکرم سنة ست و خمسین و مائة و الف بوصول بلگرام مسرت اندوخت - 'میر' طبعے وقاد و ذهنے نقاد دارد - چون از مطالعهٔ کتاب باز می پردازد ' عنان اندیشه بوادی سخن عطف می سازد - مهارت زبان عربی و فارسی و هندی از حد افزون است ' و اشعار السنهٔ ثلاثه در خزانهٔ حافظهٔ عالی از حصر بیرون - سخن را اکثر اوقات موزون

می کند و جواهر آبدار در سلک نظم می کشد -

خورشید زرد رو ہے تجھ سیم تن کے آگے
موتی بھی ناک آیا تیرے سخن کے آگے
غنچے کا دل ہوا خوں تیرے لبوں کے دیکھ
گل چاک چاک سونہ، تجھہ گلبدن کے آگے
شمشاد کو کرے گا فکروں سے بید مجنوں
جب ناز سوں چلے گا ملس کو چمن کے آگے
سو ٹوک ٹوک ہوکر جوں شیشہ پھوٹ جاوے
نالہ کروں جو دل سٹں غم کا گلگن کے آگے

سید شریف الدین خان 'شرافت' تخلص

نسب او از ترجمۂ میر صاحب 'مہربان' کہ خلف رشید 'شرافت' است، ملاحظہ باید نمود - در پاکی حسب و نسب کالشمس فی وسط النہار محتاج تعریف و توصیف نیست - در شعر فہمی علم یکتائی می افرازد، و انشا را بطور خاص می طرازد - گاہ گاہے فکر شعر ہم می کند، و یک دو بیت جستہ جستہ می گوید - میان خان 'شرافت' و والد مؤلف اتحاد متجاوزالحد است، و اکثر گاہ از راہ مہربانی تشریف شریف بغریب خانہ می آرد - بالفعل بتعلقۂ احتساب بلدۂ خجستہ بنیاد مامور، و بتالیف کتابے در مناقب غوث الصمدانی قدس سرہ العزیز مصروف است - این چند بیت از وست :-

میں روتا ہی رہا غم نے کیا جاری رواج اپنا
کہ ہے مد نظر ہر کس کو آخر کام کاج اپنا

بگولے کو نہیں ہے سر بلندی خاک بن ہرگز
سریر سلطنت کیا چاہئے ہم خاکساروں کو

ہوگئی آنے سے تیرے، دل کے میخانے میں دھوم
چشم میں مچتی ہے جیسے کیف کے آنے میں دھوم
وصل میں بھی نہیں ہے ہرگز چین بیتابوں کے تئیں
عشق نے ڈالا ہے دیکھو شمع و پروانے میں دھوم

میرزا منعم 'شورش'

نذر باری برادر زادۂ میرزا محمد اکبر 'طپش' است - این عزیز هم از نجباے 'بدخشان' و مرید خاص بلکه پسر خواندۂ حضرت شاہ یسین قدس سرہ است۔ اگرچه 'شورش' شاگرد عم خود 'طپش' بود، اما بجدت طبع و ذکاے ذہن گوے سبقت از استاد خود ربود، بلکه در اواخر 'طپش' تلمذ تلمیذ خود اختیار نمود - از بدو شعور تا مدت العمر لباس سرمئی پوشید، و چون سرمه در دیدۂ اهل کمال جا میگزید - بسیار مجردانه و قلندرانه زندگی بسر بردہ، و در علم موسیقی از سلف و خلف سبقت کردہ - کہت بلطافت بسیار می گفت، و جواهر آبدار مضامین در سلک الفاظ هندي می سفت - اشعار ریخته و فارسی بسیار گفته، اما از کمال بے دماغی که داشت، مسودات بشمع و چراغ می سوخت، مگر همان قدر بدست آمد که میرزا محمد اکبر 'طپش' مخفی ازوے

اندوخت - و در سنة اثنین و سبعین و مائة و الف جهان فانی را وداع نمودہ - راقم الحروف تاریخ بریختہ می گوید (تاریخ) :-

شاعر خوب مرزا 'منعم' طرف جنت کے جب رکھا وو قدم
دل نے تاریخ کو کہا مجھہ سے مر گیا آہ 'شورش' ہمدم

از 'شورش' است:— (۱۱۷۲ ھ)

ہمارے پاس پی آیا نہ آیا بھروسا کیا ہے جی آیا نہ آیا

جب ستی پھرا ہے بر میں جامہ وو جلاد' سبز
تب سے پایا گلشنوں میں سرو نے ایجاد سبز

شیخ سلطان الدین ' شوریدہ ' تخلص

آشنائے درست ' و معنی یاب چابک دست است - زاد و بومش گلز مین برھان پور ' و اشعار رنگینش بخشندۂ سرور - درین ولا از خانہ وحشت گزیدہ بامیر' دولت' کہ احوالش گذشت ' باورنگ آباد آمدہ بود - با فقیر ملاقات متواتر دست داد ' و طبع را حظے تازہ حاصل گشت - آخر الامر الحال بازمعاودت بوطن کرد - خدائے تعالیٰ بہ بدرقۂ افضال خود صحیح و سلامت رساند - خط نستعلیق خوب میطرازد ' و در شعر فہمی علم یکتائی می افرازد - با راقم سطور طرفہ گرم جوشیہا نمود کہ می باید ' و این طائر وحشی مزاج را بدام الفت خود بنوعی کشید کہ می شاید - بیشتر تخلص ' سلطان ' قرار دادہ بود ' بعد ازان ' تشہیر ' مقرر ساخت - الحال باشارۂ فقیر تخلص ' شوریدہ ' برگزیدہ ' وچند ریختہ ها

بھوون تخلص طرح نمود ' این چند ابیات از طبع زاد اوست :—

یک رنگ میں کئی رنگ بناتا ہے رنگیلا
ہر طرح میں کئی طرح دکھاتا ہے رنگیلا
تجھ زلف کے دیکھے ستی سنبل کو گیا بھول
میں خودستی بیخود ہوا بس دل کو گیا بھول

رنگیں ادا سے جب تو گیا باغ میں سجن !
ہر نقش پا ز میں پہ نہ تھے گل کے دستے تھے

چشم دریا سے کیوں نہ ہوے طوفاں ! اشک باراں ہنوز جاری ہے

' شیفتہ '

بر احوالش کما ینبغی اطلاع دست نداد ' لیکن از مشاهدۂ اشعار دل آویزش حظے بغایت دل را حاصل میشود - خوش فکر و خوش خیال است ' چنین می سراید :—

جوش سودا کا ہوا چلئے اُجاڑوں کے بیچ
رو ئیے خوب پٹک سر کو پہاڑوں کے بیچ
تیری زلفوں میں نہیں ہے دل وحشی میرا
مجنوں بیٹھا ہے سجن ! بہد کے جھاڑوں کے بیچ

ترا جس وقت مجکو غم نہ ہوگا سجن! ایسا کوئی ایک دم نہ ہوگا
رقیب ایسا ہے اب مغرور گویا کبھی اس پر سجن برہم نہ ہوگا
پیارے! ایک دن آتا ہے ایسا ہم اور تم ہونگے یہ عالم نہ ہوگا

ستم سیں باغباں کے خوب روئی
گلے سے گل کے تئیں بلبل لگا کر ٭

٭مولوی محمد باقر 'شہید' تخلص

طہرانی الاصل است ' تولد او در گجرات شدہ - از چند سال در بلدۂ اورنگ آباد اقامت دارد ' با نواع فضائل متحلی است ' بتو کل میگذراند ' با ستعداد علمیت و قابلیت فکر اشعار دارد ' و صاحب دیوان است - این چند ابیات زدۂ طبع اوست :—

شہید! اوراق ہستی جمع کر جیوں بیڑۂ پاں توں
یہ رنگیں بہوس سوں شاید کہ معنی یار کوں پہنچے

بہار درد کوں اس غنچۂ دل میں توں مخفی رکھ
نہ کر پھر گل خزاں چہرہ سوں راز نہاں میرا (؟)

غنیم نفس کوں ہرگز نہ دے دست تصرف توں
خدا کے واسطے اے دل شرم رکھ اپنی بستی کا

توں قانون عمل کا تار مت توڑ — کہر طاعت سوں خم کر چنگ ہو جا
شہید اس نفس کافر کیوں کوسار — حقیقت کا مظفر جنگ ہو جا

(تحفۃ الشعراء)

باب التاء

میر عبد الحی 'تاباں' تخلص

طوطی است شکر بیان، و بلبلے است هزار داستان - آفتاب طبعش بنهایت درخشانی، و لآلي گران‌بهاے سخنش بکمال رخشانی است - می گویند که از وجاهت صوری نصیب وافر برداشته بود، و متانت معنیش دل نازک خیالان را صید می نمود - لیکن آخر در عین عنفوان شباب ورق زندگانی بگردانیدو متوجه گلگشت جاودانی‌گر دایده‌آرے (ع) "طفلے که خوش محاوره افتد نه ماندنی است" —

میر تقی 'میر' در تذکرهٔ 'نکات‌الشعراء' اوراشا گرد محمد علی 'حشمت' می نویسد، و در دیوان خود اقرار تلمذ 'حاتم' می نماید، چنانچه می فرماید :—

اور هی رتبه هوا هے تب سے اُس کے شعر کا
جب سے 'حاتم' نے توجه کی هے 'تاباں' کی طرف

نیز می گوید :—

ریخته کیوں نه میں 'حاتم' کو سناؤں 'تاباں'
اُس سوا دوسرا کوئی هند میں استاد نهیں

حاتم در دیوان خود اکثر جا یاد می کند :—

ریختے کے فن میں ہوں شاگرد 'حاتم' کے بہت
پر توجہ دل کی ہے ہر آن 'تاباں' کی طرف

ظاہرا تحصیل علوم بخدمت 'حشمت' کردہ باشد' و اصلاح شعر از 'حاتم' می گرفت - روزے فقیر تذکرۂ میر تقی 'میر' می خواند کہ ناگاہ نظر بر احوال 'تاباں' افتاد' و این بیت او بر خواندم :—

پاس تو سوتا ہے چنچل! پر گلے لگتا نہیں
منتیں کرتے ہی ساری رات ہو جاتی ہے صبح

شخصے از یاران گفت کہ ازین بیت 'تاباں' مخاطب ثابت نمی شود کہ کیست' فاعل است' یا مفعول ؟ - چون بہرۂ از وجاہت صوری می داشت' اغلب خطاب بعاشق نمودہ باشد. فقیر فی الفور این بیت کہ تحت آن بیت تحریر است' برخواند و جواب ادا نمود :—

جیومیں آوے سوکہہ تو 'تاباں' کو لیس من فیک شئمنا بقدیم

الحاصل اشعار ہاے رنگین او بسیار آمد - بوقت تحریر این کتاب دیوان مختصرے قریب ہفت صد بیت بدست اُفتاد' این چند ابیات انتخاب یافت :—

نہ طاقت ہے اشارت کی' نہ کہنے کی' نہ سننے کی
کہوں کیا میں' سنوں کیا میں' بتاؤں کیا بیاں اپنا
بہت چاہا کہ آوے یار' یا اس دل کو صبر آوے
نہ یار آیا' نہ صبر آیا' دیا میں جی ندا اپنا
قفس میں بندھ ہیں' بے بال و پر ہیں' سخت بے بس ہیں
نہ گلشن دیکھہ سکتے ہیں' نہ اُڑ کر آشیاں اپنا

مجھے آتا ہے رونا اپنی تنہائی پہ اے 'تاباں'
نہ یار اپنا، نہ دل اپنا، نہ تن اپنا، نہ جاں اپنا

ترے غم سے نسیاں ہے یہاں تک کہ مجھ کو ۔ اِدھر بات کہنا، اُدھر بھول جانا

'تاباں' کے دیکھنے سے برا مانتے تھے تم
کھوئی بہار خط نے تمہاری بھلا ہوا

بہتا ہوں کا عشق کے کرتا ہے کوں گلہ
'تاباں' اگر یہ دل ہے تو آرام پا چکا

جفا سے اپنے پشیماں نہ ہو ہوا سو ہوا
تری بلا سے مرے جی پہ جو ہوا سو ہوا
سبب جو میری شہادت کا یار سے پوچھا
کہا کہ اب تو اِسے گاڑ دیو ہوا سو ہوا

یوسف کی کبھی گرمی بازار نہ ہوتی
گر اُس کا زلیخا سا خریدار نہ ہوتا

دنیا کے نیک و بد سے کچھ 'تاباں'! نہیں ہے غم مجھے
گر یوں ہوا تو کیا ہوا، گر ووں ہوا تو کیا ہوا

میں ہوں فرہاد سا مجنوں مجھے کیا شہر سے کام
میں سلامت رہوں اور کوہ و بیاباں میرا

مجھے جو دیکھتا ہے اب نہیں پہچانتا ہرگز
ضعیفی سے ہوا ہے اس قدر لاغر بدن میرا

اگر چھوڑ دے گا تو ہم کو قفس سے ۔ تو صیاد کیا تیرا احساں نہ ہوگا

کیا بری ساعت تھی جو صیاد آیا باغ میں
ایک دم میں آشیاں بلبل کا ویراں ہو گیا

حسرت میں دیا جی کو مصلحت نہ ہوئی راحت
میں حال تیرا سن کر فرہاد! بہت رویا
نشتر تو لگاتا تھا پر خون جو نکلتا تھا
کر قصد مری آخر فصاد بہت رویا
کر قتل مجھے اُن نے عالم میں بہت ڈھونڈھا
جب مجھ سے نہ پایا کوئی جلاد بہت رویا

سبب کیا ہے کہ تم روٹھے ہو ہم سے
بتاؤ کیا کیا ہم نے تمھارا
ظالم تیرے چہرے سے نمودار تو ہے خط
دیکھوں کہ ترا ظلم کوئی کیونکہ سہیگا
سجا ہے خوب کیا پھبتا آ ہا ہا ہا آہا ہا ہا
کہ ہل جاتا ہے جی میرا آ ہا ہا ہا آہا ہا ہا
نہ زلفیں ہیں نہ کاکل ہیں نہ خط خال ہیں ہرگز
تیرا کیا صاف ہے چہرا آ ہا ہا ہا آہا ہا ہا

میں خواب میں دیکھا ہے اُسے مہندی لگائے
کیا جانئے کس کس کا لہو آج بہے گا

مت تو جایا کر چمن میں بار بار اے عندلیب
آخر اس مستی کا کھینچے گا خمار اے عندلیب

بیزار باغباں کو کیا تیرے شور نے
اے کاش تو نہ کھولتی میں منقار عندلیب!

ہوں مبرّا کفر اور اسلام کی باتوں سے میں
ہو بنائے کعبہ ویراں، یا ہو بت خانہ خراب

این سخت کلمۂ بے ادبی است، ارچنین می بود، نیکو می نمود (ع)

ہوئے بستی کعبے میں یا ہوئے بت خانہ خراب

اگرچہ درین مصرع ہم ہمین معنی برآید، لیکن درحقیقت نہ در شریعت -

غیر کے ہاتھ میں اُس شوخ کا داماں ہے آج
میں ہوں اور ہات مرا، یعنی گریبان ہے آج
جامہ زیبوں میں سجیلی ہے مرے یار کی سج
ایک چولی کی سج، اور پھینٹۂ بلدار کی سج
پان کھاتا ہوا آتا ہے ادا سے جس وقت
بھول بوتی ہے ایک عالم کو یہ خونخوار کی سج

کی ہم نے خوب سیر جہاں کی چمن کے بیچ
پائی نہ بو وفا کی کسی گلبدن کے بیچ

کس سے پوچھوں ہائے میں اُس دل کے سمجھانے کی طرح
ساتھ طفلوں کے نکل پھرتا ہے دیوانے کی طرح

غارت کرے گی ہائے ترے ملک حسن کو
ہے فوج خط کی گرد نمودار بے طرح

تھا گھر ایک اور سارے بیاباں کا ہوا وارث
کوئی مجنوں سا ہمارا نہ ہوگا دوسرا ہرگز

ہوں با وفا سے باوفا اور بے وفا سے کیا غرض
ہوں آشنا سے آشنا، بے آشنا سے کیا غرض

مجال کیا ہے جو صیاد باغ میں آوے
جو عندلیب کے تئیں ہووے باغباں سے ربط

بے طرح صیاد بیٹھا ہے تمھارے فکر میں
بلبلو! تم آج مت جاؤ گلستاں کی طرف
جب تلک مجنوں تھا اس وادی میں، ویرانہ نہ تھا
ہائے اُس بن خاک اُڑتی ہے بیاباں کی طرف

یہ زاہد بے خبر کیوں عاشقوں پر طعن کرتے ہیں
کہ کہلاتا ہے اے 'تاباں' پیمبر کا خدا عاشق

نہ دیکھی پھر کبھی میں اُس کی صورت ارے وہ کیا ہوا جن نے لیا دل
اب اُس کو جان! تم چاہو نہ چاہو تمھارا ہر طرح سے ہوچکا دل

ایسا نہیں عزیز کوئی گھر بگھر کہ تم
ایسا نہیں خراب کوئی در بدر کہ ہم

رات جاگا ہے کسی غیر کے گھر میں شاید
نشۂ مے سے تری چشم یہ مخمور نہیں

چھپ کر دکھا، جھجک کر دل لے کے بھاگ جانا
کیا اچھپلائیاں ہیں، کیا چلبلائیاں ہیں

گر زلیخا چاہ سے یوسف کو کھینچی تھی عزیز
پر کوئی تجھسا نہ دیکھا ہوگا اُن نے خواب میں

مے ہے، مطرب ہے، ہوا ہے، ابر ہے، گلزار میں
تو بھی آ اس وقت اے ظالم مہتابی باغ میں

ہم خان ماں فنا کر صحرامیں آرہے ہیں
مجنوں سے بھی زیادہ دھومیں مچارہے ہیں
پابوس کی تمھارے گر ان کو نہیں تمنا
تو کیوں چمن میں غنچے سر کو نوارہے ہیں

میرا ہی خان ماں نہیں ویراں ہوا کوئی
بہتوں کی' کی ہیں عشق نے خانہ خرابیاں

اے ہما مت کھائیو سب بال و پر جھڑ جائینگے
ہیں نمک سے عشق کے شوریدہ میرے استخواں

زاہد ہو اور تقویٰ' عابد ہو اور مصلیٰ
مالا ہوے اور برہمن' صہبا ہوے اور ہم ہوں

تو جور دلربا سے شاکی ہے کیوں کہ' تاباں'
لیلیٰ نے قیس مارا' شیریں نے کوہ کن کو

ساقی ہو' اور ابر ہو' جام شراب ہو
یارب کبھی تو میری دعا مستجاب ہو
لایا ہمارے سر پہ یہ دل کیا خرابیاں
اس خان ماں خراب کا خانہ خراب ہو

گلے لگ رات کو وہ گلبدن جب سات سوتا ہے
ہمارا صبح کو جامہ بسا پھولوں میں ہوتا ہے

عاشق نے وقت مرگ کہا یار سے یہی
سمجھوں گا تجھہ سے حشر کے دن دیکھہ تو سہی
دیکھا جو میری نبض کو کہنے لگا طبیب
مجنوں موا تھا جس سے یہ آزار ہے وہی

ظالم نے جاں کنی میں مجھے دیکھ کر کہا
عاشق تو کیوں ہوا تھا سزا ہے تری یہی

این ابیات از تذکرۂ 'میر' و فتح علی خان فرا گرفتہ شد :-

ہے سوز عشق یہاں تئیں مجھ میں کہ بعد مرگ
پروانہ مرغ روح ہو شمع مزار کا

قد حلقۂ کمان سا حسرت میں ہوگیا
تیر ہدف کبھی نہ ہماری ہوئی دعا

اخگر کو چھپا راکھ میں' میں دیکھ کے سمجھا
'تاباں' تو تہ خاک بھی جلتا ہی رہے گا

مرا بس ہو تو ہرگز خط نہ آنے دوں ترے' لیکن
لکھا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت

لگ رہی ہیں تری عاشق کی جو آنکھیں چھت سے
تجھ کو دیکھا ہے مگر اُن نے لب بام کہیں

لے میری خبر' چشم مرے یار کی ' کیونکر
بیمار عیادت کرے بیمار کی ۔ کیونکر

بال اپنے کھولتا ہے جب تو اے خورشید رو
چاند سے منہ پر ترے اُس وقت آجاتا ہے ابر

آتا ہے فاتحے کو بھی گلرو رقیب سات
لاتا ہے خار قبر پہ میرے بجائے گل

آشنا تو مجھ سے ہے ایسا کہ جیسا چاہئے
پر جو کچھ دل چاہتا ہے ہائے وہ ہوتا نہیں

ساقی ہو، اور چمن ہو، مینا ہو اور ہم ہوویں
باراں ہو اور ہوا ہو، سبزا ہو اور ہم ہوویں
ایمان و دیں سے 'تاباں' کچھ کام نہیں ہے ہم کو
ساقی ہو اور مے ہو، دنیا ہو اور ہم ہوویں

ملایا خاک میں گھر کوہکن کا ہائے خسرو نے
یہ کیا بات آگئی اس خانماں آباد کے دل میں

دیکھنا ان ماہرویاں کا تو اے 'تاباں' نہ چھوڑ
چاہتا ہے گر ہمیشہ نور بینائی کے تئیں

میرے ہم مشربوں میں آ 'تاباں' دیکھتے ہوں گے حضرت رمضاں

جیوں برگ گل سے باغ میں شبنم ڈھلک پڑے
کیا ہو کہ برگ تاک سے یوں مے ٹپک پڑے

محفل کے بیچ سن کے مرے سوز دل کا حال
بے اختیار شمع سے آنسو ڈھلک پڑے

کاٹیں ہیں بعاں 'تاباں'! جیوں شمع زباں تیری
یاں بات کے کہنے کی ہوتی ہے گنہ گاری

سفیدی جو آئی ہے داڑھی پہ تیری
سمجھ شیخ یاں تار و پود کفن ہے

شیخ جی حج کو چلے چڑھ کے گدھے پر یارو!
زور نہیں، ظلم نہیں، عقل کی کوتاہی ہے

رکھتا تھا ایک جیو سو ترے غم میں جا چکا
آخر تو مجھ کو خاک میں ظالم! ملا چکا

دیتا نہیں ہے ساقی اس ابر میں پیالہ
آتا ہے مجھ کو 'تاباں' بے اختیار رونا

گلی میں اپنی روتا دیکھ مجھ کو وہ لگا کہنے
کہ کچھ حاصل نہیں ہووے گا* ساری عمر رو بیٹھا

تو بال کھول کے نہایا تھا ایک دن ' اب تک
ہر ایک موج کو ہے پیچ و تاب دریا میں

ہر ایک کو کہیو مرقد کا اپنی تو قندیل
کھلائیو یہ مری استخواں ہما کے تئیں
جفا تو چاہئے اے شوخ مجھ پہ یہاں تک کر
کہ سب کہیں مجھے "رحمت تری وفا کے تئیں

بہے اشک از بسکہ آنکھوں سے میری لب جو ہوا ہے کنار گریباں

خوان فلک پہ نعمت الوان ہے کہاں
خالی ہیں مہر و ماہ کی دونوں رکابیاں

مرتے ہیں آرزو میں اس وقت آن پہنچو
ٹک تم کو دیکھ لیں ہم' جلدی سے جان! پہنچو

میں گور غریباں پہ جاکر جو دیکھا بجز نقش پا اب تربت نہیں ہے

نہ پائی خاک بھی 'تاباں' کی ہم نے پھر ظالم!
وہ ایک دم ہی ترے رو برو ہوا سو ہوا

---

* (ن) ہونے کا ـــ

آرزو ھی رھی یہ ' دانۂ خاک قطرۂ مے کبھی نہ ھو تنہا

مرنے کے سے تو نہیں کچھ مرے آثار ھنوز
رحم کر رحم ' کہ جیتا ھے یہ بیمار ھنوز

کیا میں فرض کہ محشر کے تئیں مجھے بخشیں
جو تو نہ ھوئے تو فردوس بھی جہنم ھے

ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ھے
تجھے بے مروت ' مروت کہاں ھے
مری گور پر لوگ رکھتے ھیں گل کو
تری دل ربائی کی غیرت کہاں ھے
بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ھے

میرزا رفیع ' سودا ' مخمس این ریختہ کہ دوسہ ابیا تش بالا نوشتہ شد ' خوب گفتہ —

میرا جواب نامہ یہاں لکھہ چکے پر اب تک
قاصد پھرا نہ لے کر وہاں سے جواب نامہ

گئے نالے ترے بر باد مانند جرس چپ رہ
اثر دیکھا تری فریاد میں دل! ہم نے بس چپ رہ

تو مے پی اس قدر ظالم کہ تجھکو کیف کم ھووے
ترا بیہوش ھو جانا ' ھمارا ھوش کھوتا ھے

تیرے ابرو سے نہ چھوٹے گا مرا دل ھر گز
گوشت ناخن سے بھلا کوئی جدا ھوتا ھے

بتاں کے شہر نا پرساں میں کوئی کب داد کو پہنچے
مگر ہاں اپنے بندوں کی خدا فریاد کو پہنچے

قیامت مجھ پہ کل کی رات اس کے ہجر میں لائی
نہ آیا یار میرا آج بھی، وہ رات پھر آئی

(رباعی)

ہوتا ہوں ترا جو اشتیاقی ساقی
بیخود ہو پکارتا ہوں ساقی ساقی
مجھکو ہے خمار شب کا، لا صبح ہوئی
شیشے میں جو کچھ کہ مے ہے باقی ساقی!

میاں صلاح الدین 'تمکین'

اوقات را بشاہجہان آباد بسر می برد، ازوست :—

دیکھ درشن کو کہا دل نے خدارا عشق است
روح قالب ستی بولی کہ صدارا عشق است
جھک رہیں شوق سے تجھ درس پہ میری انکھیں
جیوں کہ کعبے کی طرف قبلہ نمارا عشق است
دیکھ 'تمکین' تو ترے لب کو رہا تھا خاموش
شوخ گستاخ ہو بولا کہ حیارا عشق است

میر تقی 'میر' و فتح علی خان این یک بیت 'تمکین' می نویسند :—

حسن اور عشق کو جس روز کہ ایجاد کیا
مجھکو دیوانہ کیا تجھکو پریزاد کیا

میر عبداللہ 'تجرد'

از خاک پاک دکن است' چنین می گوید :—

کیا آج اُن لبوں کی ملاحت بیاں کروں
عالم میں شور ہے کہ نمک کو خبر نہیں
ویراں کیا ہے فوج تغافل نے ملک دل
اب لگ تری نگہ کی 'کو لگ' کو خبر نہیں
آنکھیاں سوں دل میں آج 'تجرد' خیال یار
آیا ہے اس طرح کہ پلک کو خبر نہیں

میر تقی 'میر' و فتح علی خان این یک بیت 'تجرد' مینو یسند :—

تجھ رو سے لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں
خورشید کہا ہے اس کی فلک کو خبر نہیں

باب الثاء

شہاب‌الدین ' ثاقب '

از معمورۂ هندوستان است' میرمحمد تقی ' میر ' می نویسد که " مردے درویشے است متوکل . شاگرد میاں ' آبرو ' اکنون شعر خود را پیش سراج‌الدین علی خان ' آرزو ' می آرد ' و از چندے بوطن خود رفته که از مضافات بارهه است ' با فقیر آشنائی بسیار داشت' تحفۂ روزگار است' در همه چیز دست دارد و هیچ نمی داند "- فقیررا احوال و اشعار ' ثاقب ' هیچ نرسید ' لهذا بر این اشعار آبدار که میر محمد تقی ' میر ' و فتح علی خان نوشته ' اکتفا نمود—

' ثاقب ' کی نعش اوپر قاتل نے آکے پوچھا
یہ کون مرگیا ہے ' کس کا ہے یہ جنازا ؟

قتل کا کس کے ہے اب قصد تمھارے دل میں
کیوں رکھاتے ہو میاں ' سان پہ تلوار کے تئیں
چھین کر دل کے تئیں درپئے ایذا ہووے
یار دیکھے نہ کسی ایسے دل آزار کے تئیں

باب الخاء

حضرت امیر 'خسرو' دهلوی

خسرو ملک سخن' و فریدون بافر این فن است - فکر رسا و ذهن آسمان پیما می دارد' و طبع را در الفاظ عربی' و فارسی' و هندی' و ترکی' و معما' و صنعت فائکا بهید' و غزل' وجهپه' وکندلیه (؟) وغیره بدقت می گذارد' و معنی آفرین چنین متین خیال ذوفنون چشم روزگار ندیده' و گوش گردون دون نه شنیده - هرچه از کمال او شرح دهم در مقام کوتاهی' در شعر و املا صنعتها خرچ می کند' و غزال سخن‌را بر شتهاے گونا گون عبارت می بندد (ابیات)

بفکر دور دد پرواز دارد نبی نبود ولے اعجاز دارد

درانواع سخن شورجهان است بقدرت'خسرو'صاحب‌قران است

مرید حضرت نظام‌الدین اولیا قدس سره است' راقم 'نفحات' رقم میزند که در بعضے مصنفات خود نوشته است که اشعار من از پا نصد هزار کمتر است' و از چار صد هزار بیشتر. و 'تقی' او حدی نوشته که اشعارش از صد هزار زیاده و از دویست هزار - کم‌الحصل علامهٔ عصر بوده ست - و فتش در

سنه خمس و عشرين و سبع مائة در شب جمعه روداد ' عمرش هفتاد و چار سال بود - مورخے می گوید—(تاریخ)

میر خسرو خسرو ملک سخن آن محیط فضل و دریاے کمال
نظم او دلکش تر از بحر معین نثر او صافی تر از آب زلال
از براے جستن تاریخ او چون نہادم سر بہ زانوے خیال
شد " عدیم المثل " یک تاریخ او دیگرے شد " طوطی شکر مقال "

مشاطۂ طبعش اکثر بتزئین عروس غزل پرداخته ' شرح کمالاتش اگر برطرازم نسخۂ رنگین پیدا می شود ' لہذا موقوف داشته و بعجزخود اعتراف نموده ' این دوبیت تیمناً می طرازد:—

شبان هجران در از چون زلف و روز وصلم چو عمر کوته —
سکھی پیا کو جو میں نه دیکھوں تو کیسے کاٹوں یه کاری رتیاں
چو ذره حیران ' چو شمع سوزان ' بگشتم آخر ز بہر مہرو —
نه نیند نیناں ' نه انگ چیناں ' نه آپ آویے ' نه بھیجے پتیاں

میر تقی ' میر ' این دو بیت می نویسد:—

زر گر پسرے چو ماه پارا کچھه گھڑیے ' سنواریے ' پکارا
نقد دل من گرفت و بشکست پھر کچھه نه گھڑا نه کچھه سنوارا

محمد یار ' خاکسار '

مسکنت از تخلص او پیدا ' و قماش سخن از کلامش هویدا. ' فتح علی خان ' احوالش می طرازد ' و حرف حق بیان می سازد که " از خدم درگاه قدم شریف است ' گویند بسیار برخود می پیچد ' و خود را ورا ے شعراے مسلم محسوب می کند ' بهر حال شعرش خالی از موزونیت نیست ' و آن که بعضے

اعزہ سر بافکار موزونیت او آوردہ اورا از زمرۂ شعرا خارج می‌کنند. ناشی از ستم‌ظریفی و بے انصافی است. و شعرہ نسبت بہ شعر اے مسلم بہ‌درجۂ نازل البتہ است ' لیکن انکا موزونیت او بہیچ راہ " - انتہی مولف این نسخہ را احوال اشعارش از خارج نرسیدہ ' مگر این ابیات کہ ' فتح علی خان و ' میر ' نوشتہ ' می نویسد :—

تیری زلف سیہ سے اے پیارے — مجکو یک سر ہزار سودا ہے

' خاکسار ' اُس کی انکھاں کے کہیے تو مت لگیو
مجکو ان خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

کیا مت بھی ہوگی تو میری بلا سے
مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے

رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں کوئی
اِس خانماں خراب کو چلتا خدا کرے

دل! شیفتہ ہوکے کیا کیا تیں — اے خانہ خراب! کیا کیا تیر

تیغ قاتل سے ہوے محروم بے تقصیر ہم
روز محشر کے اُٹھینگے گورسے دلگیر ہم

کیاہے اس ' خاکسار ' کی تقصیر — یہ مگر تم کو پیار کرتا ہے

کیا ہے حاصل تجھے ناصح! مرے سمجھانے میں
آہ جیوں شمع ہے راحت مجھے جل جانے میں

' خاکسار ' عاشق میخوار کو تقوی ستی کیا
ابہی دیکھا تھا میں اُس رند کو میخانے میں

واسطے بھن کے چا سہل ہے لیوے گل کو
گھر ترے خانہ خرابوں سے جو بنیاد کرے

عشوہ و ناز کو ترے پیارے! یہ ترا خاکسار جانے ہے
شانہ آہستہ کیجیو حجام تار اُس زلف کا رگ جاں ہے

'خوشنود'

میر تقی 'میر' این بیت او می نویسد:—

سب زمین جاگے سحر پڑھ تو بھی سخن آیا نہیں
جب جب کے دیکھے پاٹ میں درشن کو دکھلایا نہیں

باب الذال

میر محمد مستعد 'ذہین' تخلص

شاعر ذہین و مستعد سخنہائے رنگین است - در عین عنفوان جوانی بخاک رفت و جا در عالم باقی گرفت - اشعارش بفقیر نرسید، مگر این دو سہ اشعارش از تذکرۂ فتح علی خاں التقاط یافت :-

ہمارے دل کو مت آزار دے اے باغباں ناحق
جلا مت آتش گل سے ہمارا آشیاں ناحق

ہائے کیا کیجیے کہ پہنچی نہ 'ذہین'
کان تک اُس کے ہماری فریاد

ہو اگر کچھ یار کے تشریف فرمانے میں دیر
تو کریں کاہے کو اس دنیا سے ہم جانے میں دیر

جنوں کی ان کے ناصح کچھ نہیں تدبیر کرسکتا
چھٹے پھرتے نہ دیوانے جو وہ زنجیر کرسکتا
کروں میں کیونکہ اُس کے روبرو شکوہ جفاؤں کا
حیا آتی ہے مجھ کو میں نہیں تقریر کرسکتا

باتیں ہماری راست انہوں نے نہ جانیاں
کیا کیا بتاں کے جی میں بھی ہیں بدگمانیاں
تجھ دل! خدا کی راہ سے وہ لطف وہ کرم
کیدھر گئیں بتاں کی وے اب مہربانیاں

باب الضاد

محمد ضیاءالدین 'ضیا' تخلص

نشو و نمایش از خاک هندوستان جنت نشان است - این دو بیت 'ضیا' میر تقی 'میر' و فتح علی خان می نویسد :-

جذبہ کا مت دو مژدہ مجھہ خاک میں رلے کو
آرام وهاں بهی معلوم ایسے جلے بلے کو

کر یہاں و خاک اُڑاتا جیوں ابر و جیوں بگولا
صحرا میں تو نے مجذوں وحشی ضیا بهی دیکها

محمد عطا 'ضیا' تخلص

ضیا گیر از تجلی کدۂ شاہ 'سراج' است' و شمع افروز مجلس ابتہاج - انشا را خوب می نویسد و شعر ریختہ را بہ نہایت عذوبت می گوید - چند ابیات کہ در خط بشاہ 'سراج' نوشتہ بود' بنظر در آمد و این ابیات انتخاب یافت :-

تجهے کیا یاد ہے ساقی وو عالم بے حجابی کا
اِدهر تو جام کا ملسنا اُدهر رونا گلابی کا

کیا ہے یار کو اس ناز پرور نے سواری پر
سنبهالا ہے کا ائینے نے عہدہ آفتابی کا

اے ساقی دل میں پھرتا ہے خیال اس بے حجابی کا
وہ ہی ساغر کا چلنا اور کھڑا رہنا گلابی کا

اے ساقی غم کے ماروں کی تسلی کر شتابی سے
گلابی کا بھرا آتا ہے منہ وہ بے حجابی سے

تری آنکھوں کو ساقی! دیکھہ شاید جان جاتی تھی
گلابی بیٹھی منہ میں جام کے پانی چواتی تھی

کرتا ہے حشر برپا، ساقی سے جلد کھلنا
گردن اُٹھا اُٹھاکر شیشے کا دیکھہ رہنا

رہ گیا ہے اب تو باقی ایک دم کا اشتیاق
ناک میں جی آرہا ہے دیکھتے اُس کی بلاق

دیکھتے ہی اُس کے خط کی شان دل مرجھا گیا
اِس دھوئیں کو دیکھہ آنکھوں میں اندھارا چھا گیا

رنگ اُڑ گیا سمن کا نرگس بھی تک رہی ہے
گلشن میں گلبدن بن کھچڑی سی پک رہی ہے

اُدھر تو تم بھوؤں کو تان کر تیوری چھڑاتے* ہو
اِدھر میں دل میں 'بسم اللہ' 'بسم اللہ' کہتا ہوں

---

* چڑھاتے

باب الظاء

خواجہ محمد خان ' ظاہر' تخلص۔

ظاہر کنندۂ مضامین تازہ ' و بلبل صفیر سنج بستان دبستان میرزا ' مظہر ' است ۔ این ابیات ' ظاہر ' از تذکرۂ فتح علی خان ظاہر شد :—

پھر زلیخا نہ نیند بھر سوئی
جب سے یوسف کو خواب میں دیکھا

محبت کوہ کن کی رنگ اگر جاکر نہ پھیلاتی
نہ خسرو سرخ ہو آتا ' نہ شیریں زرد ہوجاتی

ناز سے ٹک اٹھا نقاب کے تئیں
دور پردے سیں کر حجاب کے تئیں

اے آہ اس قدر تو گر بے اثر نہ ہوتی
ممکن نہ تھا کہ اُس کے دل کو خبر نہ ہوتی

باطن میں گو کسو سے تجھے دوستی نہ ہو
لیکن تجھے رعایت ' ظاہر ' ضرور ہے

شیوسنگ ، ظهور ،

منتخب این عالم ظهور ، و معنی یاب مشهور است ۔
م علی خان این ابیات ، ظهور ، می طرازد :—

از بس کیا بہار نے سب کوہسار سبز
ہے کیا عجب جو سنگ سے نکلے شرار سبز

، ظہور ، اس بات پر مت جائیو زنہار تو اس کی
کہ جو کہتا ہے سو وہ سرو گل رخسار کرتا ہے

چمن میں باندھنے مجھکو نہ آشیاں دیتا
گلوں سے ملنے کی رخصت تو باغباں دیتا

رقیب ضد سے دوانا ہوا مرے ، ورنہ
یہ بوالہوس کوئی برباد خانماں دیتا

جی نکلتا ہے مرا اس بے وفا کے واسطے
اس کو لے آؤ کوئی مجھ تک خدا کے واسطے

مجھے منظور تیرے باغ میں چلنے سے اتنا تھا
چمن میں قد ترے کو دیکھ کر شمشاد اُکھڑ جاتا

بیاباں میں مرے مرنے سے اب تک خاک اُڑتی ہے
مرے ماتم کے کرنے سے کبھی ویرانہ نہ باز آیا

ہمیشہ زلف خوباں کو کرے ہے درہم و برہم
مرے دل کے ستانے سے کبھو شانہ نہ باز آیا

باب الغین

محمد امان الله " غریب " تخلص

معنی بند عجیب و نکته رس غریب است - طوطی زبانش نوعے لکنت می دارد ' لهذا کا هے تخلص خود ' الکن ' هم می گذارد - آ رے الکن طلق اللسان بود ' و تلاش مضامین تازہ می نمود - شعرش خالی از غرابت معنی نیست :—

دیکهه دستار بسلتی سا قی سر شار کی
اب کهلی جا تی هیں آنکهیں نرگس بیمار کی

بات رہ جاویگی قاصد وقت رهنے کا نہیں
جی تڑپتا هے شتابی لا خبر اُس یار کی

عشق کے اس مجهلے میں بوالهوس کا کام کیا
کیا طرح گذری دکهو منصور سے سردار کی

حال کہنے کا کبهی جو وقت پا تا هے ' غریب '
بهول سب جا تا هے با تیں دیکهه صورت یار کی

این یک بیت ' غریب ' میر محمد تقی ' میر و قتیم علی خان می طرازد :—

تیری بغل ھی میں دل پر داغ ھے 'غریب'
حسرت چمن کی کھانے کو یہ باغ ھے غریب

سید غلام 'غلام' تخلص

از برگزیدہ ھاے درگاہ، و مقبولان الله است - اوقات را بکمال وارستگی و آزادی بسر می برد، و خود را ھمشیر زادۂ آبرو اظہار می کند - از بس کہ مزاجش بتصوف آشنا است، اکثر اشعارش بلکہ تمامے بفہم فقیر نمی آید، و شاھد حسن آن پردہ از رخ نمی کشاید - 'آبرو' و 'صادق' و مبارک و 'بے ھمتا' و 'غلام' درھر مقطع ریختہ التزام دارد، و پرورشی در ھر بحر می نماید چنانچہ می فرماید :-

آبرو صادق مبارک بے دل ھمتا، غلام
ساعت طاعت .... *

نیز می گوید :-

بے دل، مبارک، ھے غلام، صادق
حق کے افضال سے ھر درد کا درمان یہاں ھے

و سنہ تولدش یک ھزار و یک صد و بست و چار است - با فقیر ربط خاص دارد، و اکثر گاہ از راہ کرم بغریب خانہ قدم رنجہ می نماید - این چند از انفاس نفیسۂ او تبرکاً درین جا نوشتہ شد -

پردہ سے نکل یار بے آنا مزہ جانا　　چولی کو وجاھت کے دکھانا

---

* یہ اور بعد کے بعض مقام کرم خوردہ ھیں اس لئے تصحیح نہ ھو سکی —

صبغه امر هے یو آیت "قل سیروا فی الارض"
جان سے سعی کر و حکم فراوان یہاں هے
......فاخته باطل هے قمری کی مخاطب سے
قد شمشاد شاخ سرو کو کوکو تقابل تھا
تجمل ....هوا ے ا بر ر حمت سے
بہار فصل طاوسی په گلزار تجمل تھا

خاتمه این کتاب مستطاب که موسوم به چمنستان شعرا است - شکر خدا که هرچه طلب کردم بر منتهاے خود کامران شدم لالیء گران بہاے فیاز و شکر نثارے که هر شاهد مقصود که خواستم از حجلۂ خفا ببر رساند، و هر شجر مراد که طلب کردم از تخم انزوا در خیابان دل فشاند - یعنی این چمنستان شعرا و این گلستان فصحا محض بافضال الهی بے امداد غیرے و بے معاونت یارے، در عرصۂ قلیلے که حنا قیام بدست دارد، یا بہارے که تشریف ببوستان آرد، رونقے تازه و رنگے از سرگرفت - موجب سرعت خامۂ خوشخرام این که هستی نفسی موهوم است، و دنیا غمکدۂ مغموم؛ هر که چشم بقا داشت بیجا، و کسے که توقع وفا نهاد، خطا - نیز می‌گوید که والا منشان که پاے ... باوج سپهر نهاده اند و سر رشتۂ کار خود بدست تقدیر داده اند دل برنگ و بوے گلشن جہاں غنچه‌وار می نمایند و هوا داري یک هفته عمر گل ...... باین شمع در غم زندگانی نمی سوزند، و رخ از فروغ حیات مستعار چو ن الف از راست روی از زندگانی دنیا کناره می گیرند و چون ... ... روزگار

عبرت می پذیرند - حیات را سراب می پندارند، و زندگانی را حباب می انگارند عمر را باد سبک میدانند، بقارا آب روان می .... بحبابے مثال می کنند و دنیا را خواب و خیال می‌گویند، پس دل بر دنیا نهادن نشان مرده دلی است و پابند حیات ناپایدار بودن دلیل ... عمراگر بآ حیات رسیده است آخر خلل می‌پذیرد و دم حیات اگر ... یافته عاقبت برباد می رود. حیات دمے بیش نیست، غم او نتوان خورد چرا کہ بقاے ندارد ... مرده او نتوان بود، دل بردم حیات بستن چون حباب ... ... زدن‌است و امید بر زندگانی داشتن چون باد نقش‌بر آب‌نگاشتن

این عمر که بیتاب به بینی آنرا
نقشے است که در خواب نه بینی آنرا
در ... ... است و زندگانی در وے
خوابی است که در خواب نه بینی آنرا

انتهی - خوشا کسے که این نقش موهوم را دم صبح بکشاده چشتی بسر می برد البته ...... مراد خواهد یافت و زهے دلے که این جاے مغموم را مثال گل بیک ... ... کرده نشدے و خنده بگذارنید، زنهار بر فرق اهل روزگار جا خواهد یافت -

رباعی

این عمر بباد نو بهاران ماند   این عوض بسهل کوهساران ماند
زنهار چنان که بعد از مردن   انگشت گزیدنی به یاران ماند

از یاران این چمن و گلگشت کنان این گلشن چشم آن دارد که چون بپائے چشم سیر این خارستان نمایند، نظر بکرم بخشی

و گلشن مزاجی فرموده.......... که باشد از رشحات سحاب مکرمت و قطرات مطراب اصلاح گل کند ورنه گل نکنند بقدر وسع در اصلاح کو شند اگر اصلاح نتوانند پوشند - بر ضمیر منیر سررشته جویان اخبار و قانونچه شناسان تذکار محتجب نیست که صحت اشعار از جملهٔ اشکال است و اشتراک تخلص بجهته تحریر اشعار قباحت میدارد مثل سید محتشم علی خان حشمت و محمد علی حشمت و محمد میر ' میر ' و میر تقی ' میر ' و خو جم قلی خان ' موزون ' و میر رحم علی ' موزون ' و خواجه میر ' درد ' و کرم الله خان ' درد ' و عاشق علی خان ' عاشق ' و عاشور بیگ عاشق ' علی هذا القیاس - خصوصاً اهل دکن را تفریق اشعار این کسان از جملهٔ د شواری ' بلکه ممکن نباشد و دیوان هر متنفسے بدست نه آید - این خود معلوم مگر بهزار جد و جهد یک دو ریختهٔ اهل هند بدست می افتد - اگر دران اشعار مقطع سالم بهم رسید ' فهوالمراد ' ورنه خیر ' از ان اشعار دست باید کشید - و طرفیادت دیگر این است که اکثر مردمان کج فهم ' خطاکرده ' و اشعار عمر بنام زید و اشعار زید بنام عمر نوشته اند ' درین صورت جودت طبعیت معذور است - وقتیکه صاحب تذکرهٔ فارسی گویان با وجود موجود بودن چند تذکره ها و دواوین صاحب سخنان غلطی کرده باشد چه جائیکه ما باین دو تذکره و باین قلیل مایه در تنقیح احوال و اشعار کو شیم ' لهذا تا حد المقدور جد و جهد کرده ' دوست و پا ئے زده ' بترجمهٔ هر کسے که تحقیق پیوست ' بقلم آ ورد مابقی اشعار ....

۵۰۸ خاتمه تمت نمود —

د می رنگ نے ترے اے شوخ   مجھے آدم کے تیئں خراب کیا

آج تری چشم سے آنسو نہیں ہوتے ہیں بند
نل مگر پھوٹا ہے مجھ دل کے کنول تالاب کا

قیامت ہے ترے غمزے سے آکر پھر کے ہٹ جانا
جھجک کر مسکرا کر دیکھ کر ہنس کر لپٹ جانا

دل باورے کی چاہ زنخدان کی چاہ تھی
آخر بھلا ہوا کہ اسی چاہ میں پڑا

پھول بھیجے سجن نے آج مجھے
پھول جا کر میں باغ باغ ہوا

خط نمودار ہوا اس کے سلو نے مکھ پر
وو نمکدان خطا حیف کہ موردار ہوا

جہت میری ہے عشق بازی میں
مجھکو دلبر نے جب سے ہار دیا

کاغذ کا رنگ زرد ہوا اس سبب ستی
پرواز میرے رنگ نے اس کی طرف کیا

پشت بام اوپر کھڑا ہے وو ستمگر بے حجاب
ایک نیزے پر قیامت ہے جو نکلا آفتاب

مت کوئی روشن کرو تربت پہ مجنوں کے چراغ
روح جل جاوے گی دیوانے کی پروانے کے ساتھ

پان و مسی سے شہادت اب ہوئی ہے لا علاج
خون ناحق کیوں برستا ہے گھٹا کالی سے آج

دیکھہ چہرہ صاف ہے اور زلف ہیں گسو دراز
آ بہرو نیچوں سے رکھہ یا حضرت بندہ نواز

کہنیا کی طرح پیارے تیری انکھیاں ہیں سانولیاں
کریں گی ہند میں دعوے خدائی کا میں اٹکلیاں

هات سمرن هو رهو میرے پیا
هر گلے کے هار هونا خوب نہیں

حال میرا تم نہ پوچھو دیکھو اس خط کی طرف
عکس میرے رنگ کا کاغذ کے اوپر ہے عیاں

بند کی پہنچے عماری اهل زناروں کے تئیں
دل ستی مت بھولو اپنے پر ستاروں کے تیئں

ساون کے بادلوں کی طرح جل بھرے هوے
وہ چشمے هیں کہ جس ستی جنگل هرے هوے

رخ سیں اپنے عرق کو دور نہ کر
حسن کا عطر مجکو لینا ہے

فی الحقیقت میں کشتۂ معجوں حسن کے دیکھنے کی عینک ہے

تجھہ ملاحت کے لون کی لذت جس کا جی هو کباب سو جانے

برا نہیں مانتے احمق کہیں کوئی راجپوت ان کو
بہت خوش حال هوتے هیں جو بولیں تو تو را نا ہے

نگر ملتان میں تھانا' نہ تھتھہ کر وطن اپنا
اُتر سورت سے کعبے کو جو تجھ میں شوق کا بل ہے

بلبل کو باغباں سے رہے نت کہتا پتی
ہر صبح کیوں نہ ہووے چمن میں جھتا پتی

آ مجھ نین میں بس کہ بنا ہے تہرے لئے
یہ خیمۂ سیاہ و سفید و پتا پتی

اے کبوتر جاکے کہہ یوسف سے کوے* سے نکل
تجھ بنا رو رو زلیخا ہوگئی ہے باوری

یوں تڑپتا نہ چھوڑ بسمل کو　　باندھ لے چل شکاربندوں سے
کف سے قانون عشق کو مت چھوڑ　　یہ صدا ہم سنی پرندوں سے
سرو قد کیوں نہ اب رہوں تجھ پاس　　دل بندھا زلف کی کمندوں سے

دل مرا صد برگ و سنبل کی نمن کیوں چاک ہے
دلربا کی زلف کے شانے سے پوچھا چاہئے

جب سے غنچے کی قبا گلشن میں تنگی سے چسی
مچ گئی پھولوں میں دیکھو کس نزاکت کی ہنسی

زعفرانی مے کو پی انکھیاں کئے ہو رسمسی
سر خوشی سے کیوں نہ آوے غنچۂ لب تم کو ہنسی

گرجتے کیا ہو غصے سے کہتا کر مہر کو پیارے
نین ساون برستے ہیں کہ جب سے تم نظر بدلی

شراب سرخ سے مت تر رنگیلے　　ہوا جاتا ہے کیوں تو زرد، پی لے
زبردستی سے نقد دل کو مت لوٹ　　جہاں میں گرچہ جیتا ہے سوجی لے

گر کوئی چاہے کہ میرے درد کا درماں کرے
اس کماں ابرو پہ لے جا کر مجھے قربان کرے

---

* کنوئیں

دیکھ اُس کے مونہہ جو میری روح کو بخشے ثواب
بعد مجھ مرنے کے گویا ختم یک قرآن کرے

.... کسی نے نین دیکھا
دیکھ آنکھوں سے جان جاتی ہے

زلف میں اے دل ترا بسرام ہے — بیٹھ وہ مت اے مسافر شام ہے
اُس صنم کے مکھ اُپر کیا روپ ہے — بیٹھ رہ مت جا مسافر دھوپ ہے

میں اپنے درد دل کہنے کے صدقے — تیری سن سن کے چپ رہنے کے صدقے
عجب بے درد سے کام آپڑا ہے — مرے اس دل کے دکھ سہنے کے صدقے

چکور ریں ماہ کے اور بلبلیں گلزار کے صدقے
کوی قربان کسی کا ہے میں اپنے یار کے صدقے

جام کو لب سے آشنا مت کر — نام اُس کا پیا کٹورا ہے

بخت اُڑ گئے اور بلندی رہ گئی — گئی بہار اور خود پسندی رہ گئی
سرو اور شمشاد مل گئے خاک میں — فاختہ گلشن میں خندی رہ گئی

پیا کی زعفرانی دیکھ چولی — قیامت آج ہونی تھی سو ہولی

کمان ابرو مرے گھر کیوں نہ آوے — کہ جس کے واسطے کھینچتے ہوں چلے

جب سے ملنے لگا چکور رون سے — چاند سے مکھ کو داغ لگا ہے

مت بوجھ سرخ رنگ مجھ انکھیاں کو بنگ سے
میں دنگ ہو رہا ہوں ترے سبز رنگ سے

کلیجا ٹوٹ ٹکڑے ہو چلا اب منہ میں آتا ہے
سجن یہ مے نہیں ساقی مجھے سو سہ پلاتا ہے

سن اے خدا کے کھوئے یہ شب کہاں گنوائی

اس دود سے دھی کو تونے کہاں ملائی

خدا کسی کو کسی سات آشنا نہ کرے

اگر کرے تو قیامت تلک جدا نہ کرے

اجی کہا ہے نفس حقہ پیئے سے   نہ سلمہ میٹھا ہوئے گُڑگُڑ کئے سے

کیا پوچھتے ہو لوگو گنگا بہائی کس کی

نیندوں سے میرے پوچھو جمنا بہائی کس کی

کیا ہوا ہے کس طرح کا ابر ہے   جس کو دل چاہے نہ ہو کیا جھر ہے

سائنس

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو داںوں میں مقبول کیا جائے، دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئی نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہو رہی ہیں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے، اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے۔ ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی - اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔

سالانہ چندہ آٹھ روپے سکۂ انگریزی (نو روپیہ چار آنے سکۂ عثمانیہ)

اس رسالے میں متعدد بلاک بھی ہوں گے —

تقطیع بڑی ۲۰×۳۰، رسالۂ اُردو کے برابر ہو گی —

۸

اُمید ہے کہ اُردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شائق اس کی سرپرستی فرمائیں گے

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)۔

اردو

یہ انجمن کا سہ ماہی رسالہ ہے جس میں ادب اور زبان کے ہ
پہلو پر بحث کی جاتی ہے اور محققانہ اور تنقیدی مضامین در
ہوتے ہیں ہندوستان بھر میں یہی ایک خالص ادبی رسالہ ہے ج
اس اہم خدمت کو خاص حیثیت سے انجام دے رہا ہے ۔ اُرد
مطبوعات اور رسالوں پر اس کے تبصرے امتیازی شان رکھتے ہیں۔

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک سات روپیہ سکۂ انگریزی

[آٹھ روپیہ سکۂ عثمانیہ]

المشتہر

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)